

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَنْ رَعَى عَنِّي فَلَيْسَ مِنِّي : لِمَنْ يَنْتَبِهُ



مکتبہ سنی پریس لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 إِنَّ الصَّلَاةَ وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُفَوِّتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

محمد عربی کا برٹے ہر دوسرا ست
 کسیکھ خاک ورش نیست خاک بر سر او

چرخ غنیمت

مؤلفہ

حضرت مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب



ناشر
 قیمت - ۳۹ روپے

مکتبہ نذیریہ چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ہفت روزہ خدام الدین
۳ اکتوبر ۱۹۸۰ء

مولانا سید فردوس علی شاہ صاحب دنیا کے علم و عرفان کے عظیم فرزند ہیں آپ نے نصف صدی سے زائد کا وقت تصور جیسے شہر میں توحید و سنت کی مشعل جلائی اور اپنے بڑھاپے اور نقابت کے باوجود اب بھی مصروفِ عمل ہیں۔ آپ کی تدریسی تصنیفی خدمات ہزاروں گم کردہ راہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار بن گئے۔

زیر تبصرہ کتاب پیل مرتبہ ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی اور شائع ہوتے ہی توجہات کا مرکز بن گئی۔ چند در چند خوبات کی بنا پر اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود کتاب دوبارہ نہ چھپ سکی تبا آنکھ اب کچھ عرصہ پیشتر مصنفہ عظام کے منین یافتہ اور شاعت توحید و سنت سے وابہانہ نگاروں نے اسے ایک صاحبِ دل عالم دین نے اپنی تمام تر کس مہر سے باوجود دین اسلام کی اشاعت کے جذبہ سے از سر نو چھپوایا۔ جس میں حضرت مصنف کا مفصل دیباچہ طبع دوم شامل ہے جس سے کتاب کی تصنیف و اشاعت سے متعلق مکمل داستان اور جوابی کاروائیوں کا اندازہ ہو سکے گا۔

اس مجموعہ پر اب تک جو کتابیں سامنے آئی ہیں۔ ان میں اس کتاب کو چند وجوہات کی بنا پر اہمیت حاصل ہے۔ اس میں اہل حق کا مکمل دفاع کیا گیا ہے۔ ہم اہل دل مسلمانوں سے خاص طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس کتاب کی اشاعت میں پیش از پیش دلچسپی لے کر تبلیغی فریضہ سے سبکدوش ہوں گے۔

قیمت ۱۰/-

اظہارِ تشکر

ہم حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری حفظہ اللہ تعالیٰ کے نہایت ممنون اور متشکر ہیں کہ انہوں نے ہمیں اپنی جملہ تصنیفات و تالیفات کی اجازت مرحمت فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ جزاء اللہ الحسن المجزاء فی الدنیا و الآخرة۔

خدام علماء ربانی وحقانی

محمد حنیف یزدانی
مدیر مکتبہ نذیریہ لاہور

۵ ر شوال ۱۴۰۱ھ
۲۲ مئی ۱۹۸۸ء
بروز اتوار

حضرت شاہ صاحب مدظلہ
کی دیگر تصانیف

النجیات لیلہ _____ قیمت ۱۸/- روپے
کلمہ طیبہ مع فسف نماز _____ ۷/۵۰
اعلان بالصلوٰۃ والسلام _____ ۱۵/-
قبل اذان _____
الصلوٰۃ والسلام _____ زیر طبع

ناشر
مکتبہ نذیریہ چناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن
لاہور ۱۵

تبصرہ

ہفت روزہ "الاختصاص" لاہور
۱۵ نومبر ۱۹۸۵ء

بریلوینت نے شرک و بدعت کا جو سلسلہ برصغیر ہندوپاک میں جاری کر رکھا ہے اس کی اصلاح کے لئے علم و حق نے قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت میں اپنا پورا ذور صرف کیا ہے مگر افسوس کہ اس طائفہ نفس پرستان نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رکھی ہیں اور آنکھوں پر پٹیوں باندھ لی ہیں اور یہ طے کر لیا ہے کہ وہ ہندو یا عیسائی کی ہمنوائی تو کر سکتے ہیں مگر اہل حدیث عالم یا مکتبہ دیوبند کے کسی فاضل کی بات نہیں سنیں گے۔ تصوف کی آڑ میں قرآن و سنت کے واضح احکام و مسائل اور افکار و عقائد کو انہوں نے اتنا بدعت کر دیا ہے کہ عام آدمی ان کی اصل صورت پہچاننے سے قاصر رہ گیا ہے۔ شہر قصور کے کسی مولوی نے "نذر اولیاء" نامی کتاب لکھی جس میں بدعت کا طومار باندھ دیا یا شہر کی فاضل شخصیت مولانا سید فردوس شاہ صاحب کی حمیت ایمانی جوش میں آئی اور انہوں نے اس کی نرید میں "پیرا غرغ سنت" کے نام سے کتاب شائع فرمائی۔ یہ کتاب اب سے کوئی پچیس تیس سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ اب مکتبہ ندیر پور نے شاہ صاحب کی اجازت سے اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا ہے۔ اس اشاعت میں اب نذر اولیاء کے علاوہ دیگر جملہ بدعت کے رد میں بھی شاہ صاحب نے فکر انگیز مواد جمع کر دیا ہے۔ شاہ صاحب نے اس کتاب میں جو انداز استدلال اختیار کیا ہے وہ منفرد ہے یعنی کتاب و سنت سے تو اہل بدعت کی تشفی نہیں ہوتی کیونکہ وہ بزرگان کرام کی باتوں کو زیادہ وزنی تصور کرتے ہیں۔ اس لئے مؤلف نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ قدس دہلوی، حضرت عبدالحق محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

کے اقوال و افکار کے حوالے سے تمام مسائل بیان فرمائے ہیں۔ ان میں علم غیب، ایسا سال ثواب، استمداد و توسل، سماع صوتی اور دیگر اہم مسائل شامل ہیں۔ اس کے علاوہ جناب احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر بریلوی حضرات کی طرف سے شاہ اسماعیل شہید اور علمائے دیوبند پر لگائے گئے اتہامات کا جواب نہایت واضح دلائل سے دیا ہے جن کو پڑھ کر حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔

شاہ صاحب کے قلم سے پہلے بھی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کلمہ طیبہ مع فلسفہ نماز، کار خیر یا بدعت، الصلوٰۃ والسلام اور درود شریف کے مسائل وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ شاہ صاحب نے توحید و سنت کا چراغ قصور شہر میں جلا رکھا ہے اللہ تعالیٰ اس کی روشنی سے شرک و بدعت کے اندھیروں کو دور فرمائے۔
ہو ابے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو بخشے ہیں حق نے اندازِ خسروانہ

مکتبہ ندیر پور اس کتاب کی اشاعت پر مبارک باد کا مستحق ہے کہ اس نے وقت کے چھتے چنگھاڑے مسائل پر یہ کتاب شائع کر کے بریلوینت کے قلعے میں دراڑیں پیدا کر دی ہیں۔ اس سے پہلے بھی اسی مکتبے نے نہایت اہم اور گرانقدر کتاب میں جن میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی اصحاب بدر اور شرح اسماء الحسنی حضرت شیخ الکل میاں ندیر حسین کی معیار الحق حضرت امام ابن تیمیہ کی تفسیر سورۃ اخلاص اور اسی ب صفہ مولانا امام خان نوشہروی کی مکالمات نبوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مکتبہ ندیر پور کے پروفیسر مولانا محمد حنیف نیردانی خود بھی ایک عالم اور اہل قلم ہیں۔ ان کی اپنی تالیفات میں سے مرشد جیلانی کے ارشادات حقانی مرزائے قادیان اور علمائے اچمدیث محمد رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں اور دیگر بہت سی کتب اس مکتبے نے شائع کی ہیں۔ ترویج و تبلیغ توحید و سنت میں اس مکتبے کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا نیردانی کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

ندیر پور کتاب اہل توحید و سنت کے لیے نہایت کارآمد ہے ہمارے

واعظ و مبلغین اس سے ہر قسم کے خوالے سے کام لے سکتے ہیں اور اچھے ہوئے مسائل کو سلجھانے کے لیے اس سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

ہفت روزہ ایشیا لاہور

نومبر ۱۹۸۰ء

اہل اسلام کے مختلف گروہوں کے آپس میں مختلف امور پر اختلافات سے سب حضرات آشنا ہیں۔ مختلف علماء نے اپنے اپنے طور پر ایسی کتب لکھی ہیں جن میں اس اختلاف کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ زیر نظر کتاب بھی ایک ایسی ہی کتاب ہے جس کے مصنف مولانا فردوس علی منشا صاحب ایک نامور عالم دین ہیں۔ یہ کتاب آج سے کچھ عرصہ پہلے طبع ہوئی تھی اور نایاب تھی لیکن اب اس کا دوسرا ایڈیشن چھپ گیا ہے اس کتاب میں فاضل مصنف نے اختلاف کے خاتمے کے لیے ایک مستحسن کوشش کی ہے۔ انہوں نے اپنی بحث میں اور غلط عقائد کے رد کے لیے ایسے بزرگان دین اور اویلاتے کرام کی تعلیمات سے خوالہ جات لیے ہیں جو حرم عوام مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام ہیں۔ امید ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے طالب علمان دین اور علماء کرام کو اس کتاب کے مطالعہ سے فوائد حاصل ہوں گے اور اس سلسلہ میں ہونے والے کئی مباحث سے تفصیلی واقفیت حاصل ہوگی۔

تالیفات مولانا محمد حنیف یزدانی
ناظم مکتبہ نذیریہ چناب بلاک

علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

زیارت قبور کا شرعی طریقہ

روزنامہ نوائے وقت ۲۸ مارچ ۱۹۸۰ء ہفت روزہ چٹان ۲۶ اپریل ۱۹۸۰ء اس کتاب مستطاب پر تبصرہ کر چکے ہیں۔ آج کل زیارت قبور کے سلسلہ میں جس طرح شرک و بدعت عام لوگوں میں راہ پائی ہے ان کے لئے بالخصوص اور اپنے عقیدہ کو مزید پختہ کرنے والوں کے لئے بالعموم اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ زیارت قبور کے متعلقہ جملہ مسائل، قبر کا طواف، مسح، بوسہ، سجود،

اس سے چٹنا، لپٹنا، قبر پر گنبد، عمارت قبہ

مجاور کا بیٹنا، چادر چٹھانا، نذر و نیاز، قبر کی زیارت کے

لئے دور دراز سے سفر کر کے جانا، عرس، میلہ، اجتماع،

قبر پر جانا بالخصوص حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

کی قبر شریف پر حاضری کے آداب و مسائل صاحب قبر کی
روح کے لئے ایصالِ ثواب ، دعا و مغفرت اور اس کے ضمن میں

موجودہ بدعات

تیسرے ، ساتواں ، چالیسواں اور سالانہ برسی

وغیرہم کلمہ کے متعلق مفصل و مدلل معلومات قرآن و حدیث و اقوال
بزرگانِ دین بالخصوص ائمہ اربعہ حضرت امام ابوحنیفہ ، حضرت امام مالک ، حضرت امام
شافعی ، حضرت امام احمد بن حنبل ، حضرت امام غزالی ، حضرت امام الادب شیخ عبدالقادر
جیلانی ، حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی ، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
مرہندی ، حضرت امام ملا علی قاری ، حضرت شاہ ولی اللہ ، حضرت شاہ عبدالعزیز
محدث دہلوی ، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ، حضرت شاہ محمد اسلمی محدث دہلوی
اور بریلوی حضرات کے مولانا احمد رضا خاں ، مولانا نعیم الدین مراد آبادی ، مفتی احمد
یادگار گجراتی ، مولانا عبدالسمیع رامپوری ، مولانا قلب الدین دہلوی ، مولانا عبدالحمید
لکھنوی - فقہ حنفیہ کی بلند پایہ کتابوں (ہدایہ ، مبینی شرح ہدایہ ، شرح وقایہ
کنز الدقائق قدوری ، نور الابصار ، معراج الدہایہ وغیرہم) کے حوالہ جات اور تشریحات
سے کتب کو مزین کیا گیا ہے - آج ہی منگوائیے اور اپنے ملکہ احباب میں تبلیغ
دین کا مقدس فریضہ انجام دیئے -

قیمت ۱۵ روپے

کتابت طباعت آفٹ

نوبھوت ٹائٹل

گنج شکر پرنٹرز

فہرست مضامین

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۷	عرض مولف	۱
۹	دیباچہ طبع دوم بریلویوں کی تکفیری سرگرمیاں	۲
	باب اول	
۱۶	بریلویوں کے عقاید	۳
۲۳	توحید و شرک کی تعریف	۴
۲۳	تنقیح مسئلہ	۵
۲۵	مجاز کی بحث	۶
۲۷	کمالات انبیاء	۷
۵۲	بریلوی عقاید کا تجزیہ	۸
۶۱	محبت کا صحیح مفہوم	۹
۶۲	دینے والا کون ہے ، مانگنے کس سے چاہیئے ؟	۱۰
۶۵	رسالہ "نذر اذیاء" کی حقیقت	۱۱
۶۸	نذر کا بیان	۱۲
۶۹	نذر کا فائدہ	۱۳
۸۱	غیر اللہ کی نذر کے حرام ہونے پر اجماع اُمت	۱۴
۸۹	ایصالِ ثواب کا ایک ضروری اصول	۱۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۶	حضرت امام مجدد کا فیصلہ	۹۷
۱۷	مسئلہ ایصال ثواب	۱۰۵
۱۸	سماع موتی	۱۱۰
۱۹	استمداد و توسل	۱۱۰
۲۰	بدعت کیا ہے؟	۱۲۰
۲۱	بحث نداءئے استمدادی	۱۳۴
۲۲	کیا اولیاء اللہ تفرقات میں واسطہ فی الحرمین بھی بنتے ہیں؟	۱۴۴
۲۳	رسالہ نذر اولیاء کے حوالوں کا جواب	۱۵۵
باب دوم		
۲۴	حضرات علمائے دیوبند کے عقاید	۱۵۲
۲۵	بریلویوں کی بلیک مارکیٹ	۱۶۴
۲۶	تہمت اقل مولوی احمد رضا خاں بریلوی کی طرف سے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند پر	۱۶۷
۲۷	اضافہ جوابات چراغ ہدایت	۱۷۸
۲۸	تہمت دوم حضرت مولانا رشید احمد گلگویی رحمۃ اللہ علیہ پر	۱۹۲
۲۹	تہمت سوم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری پر	۱۹۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۳۰	تہمت چارم حضرت مولانا تھانوی پر	۲۰۵
۳۱	تہمت پنجم حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی پر	۲۱۱
۳۲	مرکزی میں غنیمت کا مطلب	۲۳۲
۳۳	انوارِ ساطعہ کی تصریحات	۲۴۷
۳۴	میلا و شریف کا بیان	۲۵۷
۳۵	حضرت امام مجدد کا فیصلہ	۲۶۳
۳۶	میلا و کا قیام	۲۶۴
۳۷	کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گیارہویں میلا و اور قبر میں تشریف لاتے ہیں؟	۲۷۱
۳۸	ضاری مخلوق اللہ کے سامنے عاجز اور ذلیل ہے	۲۷۷
۳۹	بھائی کے برابر ادب کرنے کا الزام اور اس کا جواب	۲۸۶
۴۰	مکتوبات حضرت امام مجدد الف ثانی پر ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف کی عنایات دن کے بعد اذان کہنے کا مسئلہ	۴۰
باب سوم		
۴۱	بریلویوں کی تاریخ	۴۱
۴۲	حضرات علمائے دیوبند کی شان میں	۴۲
۴۳	سید العلماء حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے چند فتاویٰ مبارکہ اور علماء اہل حدیث کیلئے دعائے خیر	۴۳
۴۴	میں شیر محمد شہید پوری صاحب کے حضرات علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث کے ساتھ تعلقات	۴۴

تہذیب و تحقیق مسئلہ اذان بالصلاۃ والسلام مع کار خیر یا بدعت

مصنف: حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب کتبہ نذرینہ خیاب پاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۹۵۰ء

مولانا محمد حنیف زویانی پروردگار مکتبہ نذرینہ ایک بلند بخت ناشر اور جہاں طر خطیب و ادیب میں تبلیغ دین کا ذوق بلکہ جنون ان کی متابع حیات ہے جس کے باعث وہ طرح طرح کی مفید کتب کی اشاعت پر ہمہ گیر رہتے ہیں۔ اب تک وہ لاتعداد کتب شائع کر چکے ہیں جو کئی سال پہلے چھپ کر نایاب ہو گئی تھیں۔ اسی طرح وہ بعض متنازعہ مسائل پر فراموش کتب تحریر کر رہے ہیں جو شائع کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ خصوصاً پاک و ہند میں مسلمانوں کی طرف سے جاری کردہ بدعات و شرک کی تردید میں انہوں نے بہت سا اثر پھر شائع کر دیا ہے۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جلدء بریلوی کتب نے "بدعت حسنہ" کی اثر میں قرآن و سنت کی تعلیمات کا جس طرح حلیہ بگاڑا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ زیر نظر کتاب ایسی ہی ایک بدعت۔ اذان سے قبل درود و سلام پر ایک نکرانگیز تالیف ہے جو مولانا محمد حنیف زویانی کی فرمائش پر حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری نے تحریر فرمائی ہے۔ یہ کتاب مفت غلام سرور قلدری لاہوری کی کتاب "مسئلہ صلاۃ و سلام قبل اذان" اور مولانا احمد علی قصوری کے ایک مضمون کا جواب ہے جو اسی موضوع پر نوائے وقت میں شائع ہوا تھا۔ حضرت سید فردوس شاہ صاحب کتاب و سنت کی ناہید اور شرک و بدعت کی تردید کے لیے بقول مولانا زکائی قصوری "سید بے نیام میں ساس سے پیشتر ان کے معجز نظام سے اہل بدعت کی تردید میں چراغ سنت" اور "مکہ طیبہ مع فلسفہ نماز" جیسی دقیق کتب شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں جس کو مکتبہ نذرینہ ہی نے شائع کیا تھا۔ زیر نظر کتاب اذان سے قبل درود و سلام جیسی بدعت تازہ تر "پر حرف" آخر کھنی چاہیے۔ مصنف کا انداز تحریر اور اسلوب استدلال کتاب و سنت کے دائرے میں حکروں نظر کا پیش پا خزانہ ہے۔ ان کے دلائل قاطعہ کے سامنے اہل بدعت کے براہین کے تار و پود بکھر کر رہ گئے ہیں۔

کتاب کے آخر میں شاہ صاحب کا دوسرا رسالہ "کار خیر یا بدعت" بھی شامل کر دیا گیا ہے جو اس سے پہلے الگ شائع ہو چکا ہے اس میں بھی قصوری کے ایک بدعت ساز مولوی عبد اللہ قلدری کے رسالہ "ذکر جہر کا جواز کا جواب" دیا گیا ہے جو بدعت کے متذکرہ سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ مصنف و ناشر دونوں اس کتاب کی اشاعت پر تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔

قیمت ۱۵ روپے
الاصحاب لاہور ۸ اگست ۱۹۵۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

(طبع دوم)

حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب قصوری حفظہ اللہ تعالیٰ نے جب پہلا ایڈیشن "کار خیر یا بدعت" کا شائع فرمایا تو پورے ملک میں عموماً اور شہر قصور میں خصوصاً بریلوی حضرات کے کیمپ میں سناٹا اچھا گیا۔ حالانکہ اس کی اشاعت سے قبل بریلوی واعظین و مبلغین نے نوزائیدہ مملکت خدا داد انسان میں اور خاص طور پر میرے سابقہ ہیرو مرشد مولوی محمد عمر صاحب اچھڑی لاہوری المتوفی دسمبر ۱۹۷۱ء میرے استاد محترم مولوی محمد شریف صاحب لوری قصوری المتوفی ۱۹۷۲ء اور میرے استاد محترم مولانا محمد عبد اللہ قادری قصوری نے علماء حق پر دن رات الزامات کی بوچھاڑ کر رکھی تھی۔ شہر قصور میں مختلف انجمنوں نے آئے دن بریلوی علماء حضرات کو مدعو کئے رکھنا، مسجد میاں نقیب کوٹ اندرون قصور جہاں جناب اچھڑی صاحب خطبہ جمعہ کے لیے لاہور سے قصور تشریف لے جاتے اور اس کے علاوہ شہر میں مختلف مقامات پر ایسی فرقہ دارانہ اور اشتعال انگیز تقریریں ہوتیں کہ الامان الحفیظ۔ اور یہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔ شاہی مسجد لاہور پر علامہ محمود احمد رقصی کی طرف سے ڈنڈا بردار جلوس نوجوان مولوی صاحبان وغیرہ مولوی صاحبان کا تو ہم نے اپنی گنہگار آنکھوں سے دیکھا ہے۔ پھر اس کے علاوہ آج کی مذہب دنیا میں اس وقت سے اب تک دیباچوں اور دیوبندیوں کے خلاف لڑا ہر بھی شائع فرمایا ہے۔ چنانچہ ان دنوں قصور میں مولانا قادری صاحب "النذر للاولیاء" اور مولانا لوری صاحب نے "مسئلہ گیارہویں" اور مولانا اچھڑی صاحب نے "مقیاس حقیقت" شائع فرما کر مزید فرقہ بندی اور انتشار پسندی کو ہوا دی یہ حضرات اس وقت سے فرقہ بندی کا ایجنڈا تیار کر رہے ہیں جب پاکستان علماء حق کی عظیم قریائیوں کے

بعد معروض وجود میں آگیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ پاکستان میں "اسلامی نظام" کی مخلصانہ مومنانہ کوششوں کو سہوتا کر کے بے بریلوی دیوبندی دہائی کے معمولی لفظی نزاع کو ہوا دیئے رکھنا ہمیشہ درکار مولوی حضرات نے اپنی دنیا بنانے کے لیے ایسی ضد اور ہٹ دھرمی اختیار کر رکھی ہے کہ کہیں اسلامی نظام کا "آفتاب و ماہتاب" طلوع نہ ہو جائے۔ اور ہماری اندھیر نگری کا کاروبار ٹھپ نہ ہو جائے۔

مصنف چراغ سنت نے ان تمام الزامات و تحرافات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے گندم نما جو فروش بریلوی علماء حضرات کی علمی جہالتیں اور خیانتیں واضح طور پر بیان فرمائی ہیں۔ قارئین و ناظرین حضرات حیران ہونگے کہ اس زمرہ میں بریلوی حضرات کے شیخ الاسلام، شیخ الحدیث صف اول کے مجاہد ہیں اور حضرت مولانا فردوس شاہ صاحب نے جو مدلل اور مضبوط گرفت کی ہے اس کا جواب دینے سے بریلوی علماء حضرات عاجز و ساکت ہیں۔

بڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

افسوس صد افسوس ہے کہ بریلوی حضرات کے ہاں وہابیوں، دیوبندیوں کے لئے ہنگامہ آرائی و انگشت نمائی تو بہت ہے لیکن جب کوئی علمی تحقیقی بات سنجیدگی سے ہوتی ہے تو ان حضرات کی طرف سے سنجیدگی کی بجائے ہلٹر بازی اور محقق و سائل کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہی معاملہ راقم الحروف کے ساتھ چراغ سنت کے نتائج ہونے کے بعد پیش آیا جب بندہ گنہگار ۱۹۸۵ء میں مولانا محمد عبداللہ صاحب قادری کے دارالعلوم جامعہ حنفیہ میں زیر تعلیم تھا۔ حضرت اساتذہ صاحب اپنے رسالہ النذر للاولیاء جائزہ بلا غنیا پر اور اپنے بزرگ استاد حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب المتوفی ستمبر ۱۹۸۶ء پر اور دیگر علماء بریلوی حضرات پر مصنف چراغ سنت کی طرف سے عائد کردہ اعتراضات و سوالات کا صحیح جواب نہ دے سکے اور نہ ہی دے سکتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ

نہ خبر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزماتے ہتھے ہیں

خادم علی۔ ربانی

محمد ضیف۔ یزدانی

مدیر مکتبہ نذیریہ لاہور

۵ رشوال ۱۴۰۷ھ

۲۲ رجب ۱۴۸۸ھ بروز اتوار

عرض مؤلف

ناظرین! یہ رسالہ "چراغ سنت" دین منظوم کی ایک فریاد ہے کہ ایک شب تاب یعنی بدعت کی سیاہ رات میں نور سنت کا ایک جگنو ہے۔ اگرچہ اس سلسلہ میں حضرات علماء کرام کی مساعی جلیلہ کچھ کم نہ تھیں لیکن اس رسالہ کی خصوصیت یہ ہے کہ دلائل پیر پرست عوام کی سطح ذہن سے قریب تر ہیں۔ خاکسار مؤلف کی رائے میں بریلوی حضرات کی اصلاح قرآن کریم اور حدیث شریف کے میاری دلائل سے نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔ تجربہ شاہد ہے۔ اس لیے غور و فکر کے بعد یہ تجویز سمجھ میں آئی کہ اختلافی مسائل کو حضرات بزرگان دین، صوفیائے کرام اور اولیائے اُمت کی تصنیفات سے حل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت امام ربانی عبدالحق ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اس رسالہ کے عناصر اربعہ ہیں۔ جو فریقین کے ہاں مسلم ہیں۔ تصوف اور شریعت کے جامع ہیں۔ ہمارا ماحول بھی ان سے متعارف ہے اسی خیال پر مسئلہ توحید حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ کے ارشادات حقہ سے واضح کیا گیا ہے مثلاً بدعت کی پوری پوری وضاحت مکتوبات امام ربانی سرہندی سے کی ہے۔ مسئلہ نذر کو فقہائے حنفیہ کی معتبر ترین کتاب فتاویٰ عالمگیری، بحر الرائق شرح کنز الدقائق اور شامی سے بیان کیا ہے۔ ناظرین کو مختلف مسائل میں مکتوبات کے حوالے نظر آئیں گے۔ رگوں یا اس رسالہ کا سب سے بڑا ماحول مکتوبات

شریف ہے۔ اب یہ رسالہ بریلوی حضرات پر ایک محبت خداوندی ہے۔ ایک جدید انکشاف ہے۔ بزرگوں کی محبت اگر خلوص اور طلب حق پر مبنی ہے تو معاملہ صاف ہے۔ حضرات علمائے دیوبند کے عقاید عین بزرگان دین اور صوفیائے کرام کے عقاید ہیں۔ اگر نفس پرستی اور ہوا پرستی کو بزرگ پرستی سمجھ رکھا ہے تو بزرگوں کے پاکیزہ کلمات ان پر محبت الہی ہوں گے۔ کیا خوش قسمتی ہے کہ ہمارے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے حضرت پیران پیر قدس سرہ اور امام مجدد الف ثانی رحمہما اللہ بزرگ تشریف لارہے ہیں۔ آئیے! اور اس پاکیزہ مجلس میں سنی سنائی باتوں کو بھلا کر، اور تعصب و عناد سے صاف ہو کر بزرگان دین کے فیصلے سنئے :

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ
أَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

(مؤلف)

۶ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ
اکتوبر ۱۹۵۶ء



نوٹ: بغرض اختصار اکثر حوالے ترجمہ اردو میں دکھائے گئے ہیں۔
البتہ مضمون کی ادائیگی میں سخت احتیاط کی ہے۔

دیباچہ طبع دوم

رسالہ چراغ سنت ایک وطنی اور فوری ضرورت کے لیے مصنف نے برداشتہ قلم نذر اولیائو کی تردید میں لکھا تھا لیکن حضرات سلفا کرام اور اہل حق علوم کی پسندیدہ نے بریلوی عوام اور رسائل کی ترویج و پکار اور تردید نے اسے چند دنوں میں وہ مقبولیت اور شہرت دے دی کہ آج بھدا اللہ پاکستان اور ہندوستان کے ہر طبقہ اور ہر طبقہ سے طبع دوم کے لئے ہزار مطالبات ہمارے پاس آچکے ہیں۔ کس زبان سے خداوند تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کروں کہ چراغ سنت کی اشاعت کے فوراً سے روز خداوند تعالیٰ نے مجھ ناکارہ کو وہ جلیل القدر روحانی انعام عطا فرمایا جس کی پہنچی آرزو ہر مومن کے دل میں تڑپ رہی ہے اور رض فضل الہی کے بغیر اس کے حصول کا کوئی ذریعہ ہے ہی نہیں من رآنی فقد رآنی صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ دیدار جہاں بخش ایسی کیفیات مثالیہ کا حامل تھا جس کی تعبیر بس یہی تھی کہ چراغ سنت ایک خیر ہے جو بدعت کی کمر میں یوسست ہو چکا ہے فالحمد للہ رب العالمین۔ چراغ سنت کو ضبط کرانے کے لئے سرکاری اور درباری گوشیش جب ختم ہو چکیں تو ہندو پاک کے بریلوی رسائل نے اس کی تردید میں دل کی ٹھڑکی نکالی اس بے حقیقت گروہ کا سرخیل رسالہ ”ضوان“ لاہور ہے جس نے جواب لکھنے کی بجائے بے مودہ کالیاں لکھ کر جماعت کو خوش کیا اور قصور کے ایک دل سوختہ نے انہی مضامین کو چراغ بدایت کے نام سے شائع کیا
تاب اللہ علیہم اجمعین۔

”چند غلطی کے اثرات

مولوی احمد رضا خاں صاحب سے بے کر مولوی حسنت علی وغیرہ اور حزب الاحناف کی مشفقہ سرگرمیاں ملاحظہ ہوں اور پورا غفلت کی عین سے جہت سارہ رسوا کی بالیسی میں بنیادی تلبازی دیکھ کر ناظرین فیصلہ کر سکیں گے کہ پورا غفلت کے اثرات کیا ہیں مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:-
۱۔ آج کل کے دہائی رافضی وغیرہ ایسا شخص سب سے بدتر مرتد ہے اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا۔ اس کا نکاح کسی مسلم کا فرزند اس کے ہم مذہب ہوں، یا مخالف مذہب غرض انسان جو ان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہو گا محض زنا ہو گا۔ مرتدوں میں سب سے بدتر منافق ہے خصوصاً دہادیوں بدید۔ (احکام شریعت ص ۱۱۱)
۲۔ یہودی کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اگر خدا کا نام لے کر ذبح کئے۔ دہانی دیوبندی وغیرہ کا ذبح نجس اور مردار ٹھہری ہے اگرچہ لاکھ بار خدا کا نام لے یہ سب مرتد ہیں۔

دلائل بھگت ملے

۳۔ خود دیوبندیوں کو کافر نہ کہے جو ان کا پاس لحاظ رکھے جو ان سے لڑائی یا رشتے یا دوستی کا خیال رکھے وہ بھی انہیں میں سے انہیں کی طرح کافر بنے قیامت میں انہیں کے ساتھ ایک رستی میں جکڑ جائے گا۔
(فتاویٰ افریقیہ مصنفہ احمد رضا خاں ص ۱۱۱)
۴۔ مولوی احمد رضا خاں بریلوی سے کسی نے دریافت کیا ہے کہ دیوبندیوں کی بنائی ہوئی مسجد مسجد ہے یا نہیں؟ جواب میں فرماتے ہیں:-
”گنبد کی مسجد گھر کے ہے“ (ملفوظ ج ۱ ص ۱۱۱ مولوی احمد رضا خاں)
۵۔ جو شخص دیوبندیوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔
(ملفوظ مولوی احمد رضا خاں)

۱۔ دیوبندی مرتد ہیں اور مرتد کے احکام اہل کتاب سے سخت تر ہیں۔
تفسیر نسیمی مصنفہ مفتی احمد رضا خاں پارسہ ص ۱۱۱
۲۔ دیوبندی غفلت اور کینہ پر تشددات بلکہ نوحش و شکرات کا اچھا نمونہ ہے۔
۳۔ پرتیوہ ہو چکا ہے اس وقت چھوٹے بڑے سینکڑوں رسائل اور تصنیفات لائبریری میں موجود ہیں جن میں متحدہ ہندوستان کے تمام سیاسی مذہبی افراد اور جماعتوں کے خلاف نقشہ پردہ اور اشتعال انگیزی کا بہت زیادہ مواد پھرا پڑا ہے اور ملک میں سینکڑوں نیم ملا خطرہ ایمان شوریدہ سر داعظ موجود ہیں جو کافر کافر کے دھندلے دھج، ہیں فالی اللہ المشتکی نمونہ کے نئے بریل مذہب کی ایک مستند اور کتاب تجانب اہل سنہ کے چند اقتباسات پیش کئے جلتے ہیں جس پر بریل سنہ کے مقدس مجاہد نشین اور شیر پیش بریلوٹ سب بارگاہ رضوی مولوی حسنت علی کی تصدیق موجود ہے۔ ان حوالوں کے مطالعہ سے ناظرین آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ بریلوی مذہب نے ہندوستان و پاکستان کے مشہور نامور مذہبی اور سیاسی مشاہیر پر کیا کچھ مظالم بھجائے ہیں۔ اس جدید بات آپ کی سمجھ میں آجائے گی کہ دیوبندیوں کا گناہ کیا ہے۔

۴۔ دیوبندی مرتدین کو جو لوگ صاحب ایمان جانتے ہیں ان پر وہی حکم شرعی ہے جو دیوبندی مرتدین پر ہے یعنی وہ بھی مرتد ہیں۔ (تجانب اہل سنہ ص ۱۱۱)
۵۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس: ندوۃ العلماء خدام کعبہ خلافت کیٹیجی جمعیتہ العلماء ہند خدام الحرمین: اتحاد ملت مجلس احرار رسالہ مسلم لیگ: اتحاد کانفرنس مسلم آزاد کانفرنس: نوجوان کانفرنس: نازی فوج: جمعیت تبلیغ اسلام انبالہ سیرت کیٹیجی ضلع لاہور: امارت شریعہ بیار شریف: آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کیٹیاں انہیں کافروں سچوں نے بنائی ہیں (تجانب اہل سنہ ص ۱۱۱)
تمام سیاسی پارٹیوں پر بے دریغ کفر کا ہتھیار استعمال کرنے کے بعد متحدہ

ہندوستان کے تمام مذہبی مکاتیب فکر پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔
۹۔ دہلیہ۔ دیوبندیہ۔ روافض۔ پیچری۔ خاکساری۔ پکڑاوی۔ احراری۔ بجاہلی
انما خانی۔ دہلیہ غیر متقدمین۔ دہلیہ نجدیہ۔ مسلم لیگی۔ صلح گلیا اپنے عقاید
کفریہ یقینیہ کی بنا پر بحکم شریعت قطعاً یقیناً اسلام سے خارج اور کفار
مترددین میں جو مدعی اسلام ان کے قطعی کفر پر اطلاع رکھتے ہوئے ان کو
مسلمان کہے یا ان کے کافر مترددینوں میں شک رکھے یا کافر مترددینوں میں
توقف کرے وہ بھی یقیناً کافر مترددین ہے اور بے توبہ مراد تو مستحق ناز و
(تجانب اہل سنتہ ص ۳۵)

دیکھو انگیرہ کے سایہ میں خان صاحب بہادر اور ان کی بریلوی جہالت
نے کتنا ظلم کیا کہ تمام سیاسی پارٹیاں اور مذہبی جماعتیں ان کی نظر میں کافر
ہیں۔ رضوان میاں بتائیں کہ اس عالمگیر فتویٰ بازی کے بعد ہندوستان میں
مسلمان کون رہ گیا؟ بریلوی حضرات اس اجمال کے بعد تفصیل پر اتر آتے
ہیں اور ہندوستان پاکستان کے متنازعہ مذہبی سیاسی رہنماؤں پر کفر کا فتویٰ
دیتے ہیں۔ سب سے پہلے قائد اعظم سر محمد علی جناح بانی پاکستان کی باری
آتی ہے۔

۱۰۔ بحکم شریعت مترددین (جناح) اپنے عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً
متردد اور خارج از اسلام ہیں۔ جو شخص اس کو مسلمان جانتے یا اسے
کافر نہ مانے، یا اس کے متردد ہونے میں شک رکھے یا اس
کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر متردد (تجانب اہل سنتہ ص ۱۳۲)
ناظرین غور فرمائیں کہ اس فتویٰ کے بعد متحدہ ہندوستان کے کئی کروڑ مسلمان
کس طرح مسلمان کہلائے مستحق رہ جاتے ہیں۔

۱۱۔ حسن نظامی دہلوی بھی کافر ہیں (تجانب اہل سنتہ ص ۱۳۲)

۱۲۔ شبلی نعمانی اور الطاف حسین حالی بھی کافر ہیں (تجانب اہل سنتہ ص ۲۸۵)
شاعر اسلام علامہ اقبال بھی کافر ہیں اور بریلوی مصنف نے ان کو
کافر کہنے پر ص ۳۳۲ مؤرخ ۳ بیت نو۔ دیا ہے چنداں نے ملاحظہ ہوئے۔
۱۳۔ ڈاکٹر اقبال صاحب نے دہلیت و اجماع کا زمزمہ کرتے ہوئے پگینڈہ کیا ہے ص ۳۳
۱۴۔ ڈاکٹر صاحب کی زبان پر شیطان ہواں رہا ہے ص ۳۴
۱۵۔ مسلمان اہل اہل سنت خود ہی انصاف کریں کہ ڈاکٹر صاحب کے باب
کو سچے دین اسلام سے کیا تعلق ہے؟ ص ۲۳

۱۶۔ اگر ان افتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو مسلم
ہو تباہی کے انہوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے ص ۲۲۵

۱۷۔ حضرت مولانا عبدالمجید دریابادی مفسر قرآن و مدیر صدق جدیدہ کے
مضامین اخبار نوائے وقت میں بھی باقیں کے عنوان سے شائع ہوتے
رہتے ہیں بریلوی مصنف کی نظر میں متردد عبدالمجید یا متردد بی۔ اے
ہیں اور یہ بہبودہ لفظ اس کتاب میں کئی بار استعمال ہو چکا ہے ص ۳۳
۱۸۔ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو جابجا متردد ابو الکلام کہا ہے دیکھو
واضح رہے کہ تجانب اہل سنتہ مولوی محمد طیب دانا پوری برکاتی کی تصنیف

ہے جو بریلوی علماء کی صف اول میں شمار ہوتے ہیں۔ سید ابوالبرکات لاہوری
کے مختلف رسائل پر اس مولوی محمد طیب کی تصدیق موجود ہے بریلوی جماعت
کے بڑے بڑے ہندوستانی پیر شاہ اولاد رسول اور شاہ آل مصطفیٰ مجدد
نشین مارہرہ مہرہ ضلع ایرٹ کی تصدیق موجود ہے بریلوی جماعت میں اس کتاب
کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اس کتاب پر مولوی حشمت علی رضوی کی تصدیق
موجود ہے دیکھو ص ۲۴ جو سنگ بارگاہ رضوی ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب

کے بعد دوسرا درجہ کا ہے اس بنا پر ہم اس کتاب کو ثبوت علی خاں کی
تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس سے کہ بریلوی حضرات سے زمانہ شیعہ کنگوچا

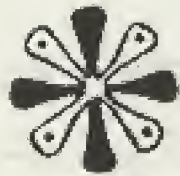
پر کفر کا فتویٰ اس سے دیا کہ براہین قاطعہ پر ان کی تصدیق ہو جو دسے دور
 قلمی فتویٰ جو جلسہ از می سے تیار کیا گیا ہے اور جس کے فرضی نوٹوں و غولوں
 شائع کرتا ہے بریلوی مذہب میں بھی معتبر نہیں ہے کیونکہ سوہی احمد رضا
 خاں صاحب نے احکام شریعت میں فقرہ حنفی کا یہ قلم تسلیم کر لیا ہے
 الْحُطُّ بِشِبْهِ الْحُطِّ یعنی ایک آدمی کا خط دوسرے خط سے مل جاتا ہے
 مگر نہ م ملتا ہے۔ اقبال پر کفر کا فتویٰ سید دیدار علی شاہ صاحب لاہوری
 بانی حزب الاحناف نے بھی دیا تھا۔ رسالہ رضوان ہی بتائے کہ وہ فتویٰ کب
 واپس ہوا یا باقی ہے۔ اگر باقی ہے تو بریلوی و اعظم اقبال کے کلام سے باریکاٹ
 نہیں کرتے؟ یہ زائد تنگ نظر نے مجھے کانہر جانا
 اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

ناظرین! کافر کافر کا یہ رویہ شور آپ نے دیکھ لیا۔ لیکن پھر سنت کی شہادت
 کے بعد ان لوگوں کو اس فتویٰ بازی میں نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوتی چنانچہ
 دیداری خاندان کا بریلوی اگر گن دیوبندیوں کو کافر کہنے سے تائب نظر آئے۔
 ”اسی طرح ہم مطلقاً تمام دیوبندیوں کو ہرگز ہرگز کافر نہیں سمجھتے
 بلکہ..... الخ (رسالہ رضوان، ۱۴ ستمبر ۱۹۵۷ء)

وقت کا شدید تقاضا ہے کہ اس جماعت کی بنے درجہ فتویٰ بازی پر
 سخت نغز کی جائے ورنہ ملک کا امن و امان بحال رکھنا ناممکن ہو جائے گا۔
 مسلمان قوم کی اخلاقی گراؤٹ مذہب سے بیگانگی اور سیاسی ماحول کا
 تقاضا تو یہی ہے کہ مسلمان فرقہ بندی اور اندرونی اختلافات کو بلائے طاق
 رکھتے ہوئے تعظیم، تعمیر اخلاق اور نصرت اسلام کی طرف ہمت من متوجہ رہیں
 مگر افسوس کہ مسلمانوں میں ایک چھوٹی سی جماعت دہم پرست جاہلوں کی ایسی
 پیدا ہو چکی ہے جو حالاتِ ماحزرہ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ ان کا مبلغ علم کچھ
 ایسا محدود اور زلوا ہے نظر ایسا تنگ ہے کہ اہل علم کو پریشان اور بدنام کرنے کے

مسلمان کا کوئی مقصد ہی نہیں۔ یہ لوگ اسی فساد فی الارض کو اصلاح سمجھتے
 ہیں۔ افاست دین کی فکر تو ان کی تاریخ میں سے ہی نہیں۔ منکرین حدیث
 ہیں دندانہ سے ہیں، باطل کی تمام قوتیں ان کی حمایت و نصرت کو بہترین موقع
 دے رہی ہیں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔
 قوم کا معاشرہ ہر لحاظ سے قابل اصلاح ہے اپوائی بیٹیاں پردہ کے خلاف
 غار بنا رہی ہیں قرآن کو حدیث سے کاٹ کر مفلوج کیا جا رہا ہے غرض
 اسلام پر ہزاروں خطرات ہیں مگر یہ سب سمجھ گیا رکھیں اور زندہ ادیار کے
 سوا دین کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

(مؤلف)



بریلویوں کے عقائد

ان کے عقائد جن کی اشاعت کو خدا مست اسلام سمجھتے ہیں یہ ہیں۔
۱۔ گن اولیاء اللہ کی شان ہے۔ اولیاء اللہ میں تیز کو کُن کہیں فوراً ہو جاتی ہے۔ اپنے اختیار اور ارادہ سے، اپنی مرضی اور پسند سے تمام جہان میں جس طرح چاہیں تصرف کرتے ہیں۔ جسے چاہیں دیں، مادی۔ یہ عقیدہ بریلویوں کی معتبر کتاب مشرح احمد اور مطبوعہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب کے مشہور ان لفظوں میں مذکور ہے۔
”انہ کر ام فرماتے ہیں: اولیاء میں ایک مرتبہ اصحاب تکوین کہتے جو چیز جس وقت چاہتے ہیں فوراً موجود ہو جاتی ہے جسے کُن کہاوی ہو گیا۔“

اسی کتاب کے ص ۲ پر یوں لکھتے ہیں:

”آسمان سے زمین تک ابدال کی ملک (ملکیت) ہے۔ اور عارف کی ملک (ملکیت) فرشتہ عرش تک۔“

دراصل یہ ہے کہ مشرح احمد اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کے صاحبزادے مصطفیٰ رضا کی تصنیف ہے۔ نیز مولوی احمد رضا خاں صاحب نے الامن والاعل مطبوعہ نظامی پریس بدایوں یو۔ پی کے ص ۲ پر یوں لکھا ہے: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ہوا پر چلتے اور یوں فرماتے تھے: آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرے۔ نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا ہے۔ اور مجھے خبر دیتا

ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے اسی طرح نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن مجھ پر سلام کرتے، اور مجھے ہر ہونے والی بات کی خبر دیتے ہیں۔“ الخ

قرآن مجید میں خداوند تعالیٰ نے مکن ہی کو کُن کو اپنی قدرت کا اعلان قرار دیا ہے جو مافوق الاسباب طور پر کائنات کی تخلیق وغیرہ تمام اعمال الہیہ کا مظہر ہے۔ بریلوی حضرات غور فرما دیں کہ خلق یعنی پیدا کرنا اور ابدال کُن کا مفہوم ہے اور عرش سے فرشتہ تک ہر چیز کی ملکیت اگر اولیاء اللہ کو حاصل ہے تو پھر خداوند تعالیٰ کے اختیار میں کیا چیز باقی رہ گئی۔ خلق اور ملک اولیاء اللہ کے سپرد ہونے کے بعد خداوند تعالیٰ محض برکار فلسفی خدا نہ ہو گا تو کیا ہو گا؟ اور ذرا یہ بھی بتائیں کہ اولیاء اللہ نے کُن کہہ کر جو زمین آسمان بنائے جو مخلوق تیار کی وہ کہاں ہے؟ اُرُوقِی مَاذَا خَلَقْتُ مِنَ الْأَرْضِ (الایۃ) حضرت فیض عبدالقادر جیلانی کو سلام کہے بغیر اگر سورج نہیں نکلتا تو اُن کی پیدائش سے پہلے کس کو سلام کر کے نکلتا تھا اور یہ سلسلہ اگر اب تک جاری ہے، اور ان کے ہاتھ میں مکن ہی کو کُن کی باگ ڈور اب تک موجود ہے، تو ان کے فوت ہونے کے بعد کچھ لوگوں کو غوث، قطب، ابدال کا منصب ملنا بے شود ہو گا اور یہ بھی فرمائیے کہ ایسی عبارتوں کو اگر صحیح ہوں تو زیادہ سے زیادہ ایڈیٹنگ کا کشف کہا جاسکتا ہے۔ لیکن ولی کے کشف پر عقیدہ کی بنیاد قائم کرنا اور ان باتوں کو خدائی اختیارات حاصل ہونے پر دلیل اور ثبوت ٹھہرانا اہل سنت کے نزدیک کیسا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام خدائی کے مالک ہیں۔ اللہ نے سب نعمتوں کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں دے دی ہیں جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے آرام، تکلیف، رنج و راحت پیدا کرنا، ماننا، رزق دنیا، مرض و تندرستی، دولت و عسیری، انحطاط و بارش، کفر و اسلام، ایجاد و اعدام، ہدایت و گمراہی، غرض عرش

سے کر فرشتے تک سب کچھ آپ کے اختیار میں دے دیا گیا ہے۔ گویا
کہ ابو جہل کا کفر اور حضرت صدیق اکبر کا اسلام، دونوں آپ کے پیدا کردہ
ہیں۔ بطور واسطہ فی الثبوت تمام اختیارات خداوندی سے متصف اور
مختار بالذات ہیں۔ اللہ کے خزانوں سے جو چیز بھی مخلوق کو پہنچتی ہے سب
حضور کی عطا ہے یعنی خدا بے کار محض فلسفی خدا ہے۔

شعر:- اللہ کے پلہ میں وحدت کے سوا کیا ہے؟
جو کچھ ہمیں لینا ہے لے لیں گے محمد سے،

بریلویوں کا رسالہ رضوان لاہور بڑی جرأت سے لکھا ہے کہ:-
”متصف چراغ سنت نے سخت بے ایمانی اور دغا بازی سے کام
لیا ہے ہمارے عقائد نہیں ہیں اعلیٰ بریلی کی کتابوں سے اگر یہ
عقائد ثابت ہو جائیں تو ہم ایک ہزار روپیہ انعام دینے کا اعلان
کرتے ہیں۔“

جو انباء عرض ہے کہ گویا اور یعنی کے بعد کافرہ اور کلام ہمیشہ متصف کا اپنا
ہوتا ہے۔ شاید آپ لوگ بھی اتنا تو جانتے ہوں گے۔ باقی عبارت کا خلاصہ
آخری فقرہ میں موجود ہے۔ یعنی:-

”بریلویوں کے عقیدہ میں حضور علیہ السلام بطور واسطہ فی الثبوت تمام اختیار
خداوندی سے متصف اور مختار بالذات ہیں۔“

ناظرین! بریلوی حضرات نصف صدی سے پورے جوش و خروش اور
بڑی دلیری سے یہ عقیدہ تحریر تقریر میں ثابت کرتے ہیں لیکن یہ معلوم کن جوہر
کی بنا پر چودھویں صدی کے بدلے ہوئے یہ تو دیکھ کر رسالہ رضوان نے اس
عقیدہ سے توبہ کا اعلان کیا ہے اس جھوٹی توبہ کی حقیقت ابھی انشاء اللہ
کھل جاتی ہے۔

واضح رہے کہ مختار بالذات یعنی مختار حقیقی کا لفظ ہم کے مطلقاً تو نہیں

اس کے پہلے بطور واسطہ فی الثبوت کا لفظ موجود ہے۔ اس لئے
اس میں کریں گے کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات
تمام الثبوتات بطور واسطہ فی الثبوت مانتے ہیں۔ یہی دعویٰ ”چراغ سنت“
کا ہے۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:-

۱۔ امیر احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے ”الامن والاعلیٰ“ مطبوعہ بدایوں
میں بار دوم ص ۵۸ پر ایک قاعدہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

”نسبت واسناد و قسم ہے حقیقی کہ مسند الیہ حقیقتاً اس سے متصف
ہو، اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کریں
ہر حقیقی بھی دو قسم ہے، ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطا و غیر ہوا و عطائی
ہے اسے اسے حقیقتاً متصف کر دیا ہو خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف
متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں
مثلاً انسان کہ عالم کہتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی نسبت لفظ علیم
ہے یہ حقیقت عطا ئیہ ہے یعنی یہ عطا ہے الہی وہ حقیقتاً متصف بہ
..... الخ

محمود علیہ السلام کو دافع البلاء کہتا بھی بمعنی حقیقی عطائی ہے ص ۱۱
ناظرین! اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی
حقیقی کی قسمیں ہیں، فرق صرف ذاتی اور عطائی کا ہے حقیقی دونوں میں خدا
بے عطا بھی حقیقی طور پر مصیبتیں اور بلائیں دافع کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم بھی حقیقی طور پر دافع البلاء یعنی بلائیں دور کر کے دے لے ہیں، ذاتی اور عطائی
ملاوہ دونوں میں اور کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ بس فرق آنا ہے کہ خداوند تعالیٰ
اپنی صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر دی ہو صفت جس طرح
خدا تعالیٰ کو حاصل تھی بالکل ہو ہو آپ کو عطا ہو گئی اور عطا کے بعد تو بالکل
ن طور پر آپ اس سے متصف ہو چکے ہیں۔ اس بات کو زیادہ واضح کرنے

کے لئے مولوی صاحب بریلوی نے واسطہ فی الثبوت کا لفظ استعمال کیا ہے۔
واسطہ فی الثبوت کی واضح مثال آگ اور لہو ہے کڑی کی ہے۔
وغیرہ آگ کی وساطت سے حقیقتاً آگ بن جاتے ہیں اور آگ آگ بن جاتی ہے۔
کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ ہوا ہی کیونکہ کل

اواسطتہ و ذی اواسطتہ معدوماً حقیقتاً
واسطہ فی الثبوت کی مثال سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ بریلوی

خداوند تعالیٰ کے صفات کو حقیقی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے
موجود سمجھتے ہیں کیونکہ آگ میں لوہا کڑی ڈالنے کے بعد لوہا کڑی بھی حقیقتاً
بن جاتے ہیں اور آگ کی پوری طاقت، پوری کیفیت، پوری قوت ان میں
میں پیدا ہو جاتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہ چیزیں ذاتی طور پر آگ

اب حقیقتاً آگ کی پوری قوت ان میں موجود ہے حقیقی عطائی کا یہ مطلب
ہو چکا تو اب یہ بات صاف ہو گئی کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
کی ذات میں حقیقی ذاتی اور حقیقی عطائی کا فرق کرنے کے بعد پوری خدا کی ذات سے
ہیں۔ جہاں کہیں عطا کا لفظ بولتے ہیں ان کی مراد یہی بات ہوتی ہے جس کے بعد حکومت الہیہ بھی آپ کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

احمد رضا خاں صاحب نے انصاف حقیقی اور عطائی حقیقی کہا ہے اور یہ
واضح شرک ہے اب یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ

بریلویوں کے عقیدہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بطور واسطہ فی الثبوت
تمام اختیارات خداوندی سے متصف اور ممتاز بالذات ہیں۔

کیونکہ ذات و حقیقت، ماہیت، صوبت، چاروں لفظ متعلق کی
میں ایک ہی معنی رکھتے ہیں جب ممتاز حقیقی مان لیا اگرچہ عطائی طور پر

بالذات خود بخود مان لیا۔ یہ عقیدہ جسے ثابت کرنے پر بریلوی علماء نے نصیحت
کی مدت برآمد کی آج رسالہ رضوان کے گے میں پھنس گیا ہے۔ اور جسے مخلوق

صاحبزادہ دوم مصطفیٰ رضا صاحب فرماتے ہیں:-

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عز و جل کے نائب مطلق

میں زمین و آسمان اور دونوں جہان میں حضور کا تصرف جاری
ہر نعمت حضور ہی کے ہاتھ سے ملتی ہے۔ (شرح التلخیص)

ہر شخص جانتا ہے کہ قدرت والے کا نائب کام کرے
کا اس کی طاقت اسے دی جائے گی۔ (شرح التلخیص)

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی خاص کام یا خاص صفت میں خداوند
نائب نہیں ہیں بلکہ خداوند تعالیٰ کے تمام کاموں کو آپ نائب کے

اب یہ بات تو ہر شخص جانتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی مقصد
اور اس کے کام کیا کیا ہیں، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدائی کاموں

خداوند تعالیٰ طاقت درکار ہے اور بندہ میں وہ طاقت کہاں ہے اس
میں صاف صاف کہہ دیا کہ قدرت والے کی طاقت یعنی خدائی طاقت

نائب مطلق کے لفظ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بریلوی حضرات
نائب مطلق کے لئے خداوند تعالیٰ کی تمام صفات ثابت کرتے ہیں

خداوند تعالیٰ کی خصوصیت نہیں ہے۔ خدائی کا مقام اور خدائی قوت ان
ہیں۔ جہاں کہیں عطا کا لفظ بولتے ہیں ان کی مراد یہی بات ہوتی ہے جس کے بعد حکومت الہیہ بھی آپ کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے اور کوئی
نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے۔

شرح التلخیص ص ۲۷ الامن والاعلیٰ ص ۱۹
اولیاء ہمارے مالک ہیں ہم ان کے مملوک ہیں (الامن والاعلیٰ ص ۱۹)

نعمت
میرا ہے وہ کامگار آقا (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے

بریلوی عقیدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ممکن الوجود یعنی
اور جسے مخلوق

مکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں (حدائق)
حوالہ نمبر ۱۲ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مخلوق ہوں تو یہ خدائی
 میں کیسے ہو سکتی ہے اور اگر واجب الوجود یعنی خالق ہو تو عبد نہ ہوں۔
 عبدالقادر جیلانی قادیانی ہیں۔

”بندہ قادر کا بھی ہے قادر بھی ہے عبدالقادر“
 (حدائق ص ۳۶۰) حضرت بڑی

ذی تصرف بھی ہے مازوں بھی مختار بھی ہے، کار عالم کا
حوالہ نمبر ۱۳ بھی ہے عبدالقادر

”غرض کہ ہر عرشی فرشی اس قابہ حکومت کا بندہ ہے اور
 (سلطنت مصطفیٰ ص ۱۸۷) حضرت بڑی

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی دین کا اصلی اصول ہے اور
 (سلطنت مصطفیٰ ص ۱۸۷)

”سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم حکم پر دروگاہ کو زمین (دروغہ)
حوالہ نمبر ۱۴ ملک و مختار ہیں زمین کے ملک، آسمان کے ملک، اپنے
 عطا سے حجیم (دوزخ) کے ملک، جنت کے ملک، رب کے احکام
 انعام کے ملک۔ (سلطنت ص ۱۸۷)

”حضور علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لئے چاہیں
حوالہ نمبر ۱۵ اس کی زندگی ہی میں توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ
 کرے اور قبول نہ ہو جس کے لئے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھلا
 دیں اور اس کو زندہ فرما کر مسلمان کر دیں“ (سلطنت مصطفیٰ ص ۱۸۷)

”حضرت امام حسین میں طاقت تھی کہ کربلا میں حوض کوثر
 (رجاء الحق ص ۲۳۳) نوری کتب خانہ

حوالہ نمبر ۱۶ ”خداوند تعالیٰ نے خزانوں کی کنجیاں زمین کی کنجیاں دنیا کا

کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، دوزخ کی کنجیاں،
 برکت کی کنجیاں آپ کو دے دیں“ (الامن والعلی ص ۶۵)
 ”احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد ہیں“
حوالہ نمبر ۱۷ جو بات چاہیں واجب کر دیں، چاہیں ناجائز فرمادیں جس چیز
 یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مشتتہ کر دیں“ (الامن والعلی ص ۶۵)
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کے شارع ہیں“
 (الامن والعلی عنوان ص ۱۹۹)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں کے مالک
حوالہ نمبر ۱۸ ہیں“ (الامن والعلی عنوان ص ۱۲۵)

ماطل ہیں، چند شالوں سے آپ کو نہ سمجھ چکے ہیں کہ بریلوی حضرات کے
 نزدیک لفظ عطا کا مفہوم کیا ہے۔ تمام صفات الہی علم، حکم، قدرت، شریعت
 بنانا اور تمام جہان کے انتظامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور واسطہ
 فی الثبوت عطا ہو چکے ہیں، اور جیسا کہ بیان ہو چکا ہے عطائی کے لفظ سے
 ان کی مراد ہمیشہ کے لئے حقیقی عطائی ہوتی ہے ان کے ہاں توحید اور شرک کی
 حقیقت بالکل نرالی ہے۔

توحید و شرک کی تعریف

بریلویت کی خشت اول کا سہارہ کی نظر پہلی اینٹ یوں رکھتا ہے :-
 ”احکام البیہ دو قسم ہیں تکوینیہ مثل احیاء و اماتت و قنات
حوالہ نمبر ۱۹ حاجت و دفع مصیبت و عطاے دولت و برزق و
 نعمت و دفع و شکست و غیرہ عالم کے بند و بست۔ دوسرے
 تشبیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب

بامباح کر دینا۔ مسلمانوں کے پتے دین میں ان دو نو حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی طرف ہر وجہ ذاتی احکام تشریفی کی اسناد بھی شرک اور ہر وجہ عطائی امور یہ یقین کی اسناد بھی شرک نہیں، "والامن والعلیٰ مصنف مولوی احمد رضا خاں صاحب دُنیا کی تمام موجودات اور کائنات کو پیدا کرنا ممکن کہلاتا ہے۔ مثلاً زندہ کرنا، مارنا، لوگوں کی حاجتیں پورا کرنا، مصیبتیں دور کرنا، لوگوں کو دولت دینا، بزرگ اور ہر قسم کی نعمت، اولاد وغیرہ، فتح شکست وغیرہ دُنیا کے تمام معاملات جو اللہ کے حکم سے چل رہے ہیں، غیر خدا کی طرف ان تمام معاملات کو عطائی طور پر منسوب کرنا بریلوی مذہب میں شرک نہیں ہے یعنی جو چیزیں کئی سے پیدا ہوتی ہیں ان کو نبیوں، ولیوں کی طرف منسوب کرنا تو حید ہے مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عطائی یعنی حقیقی عطائی طور پر بطور واسطہ فی الثبوت زمین آسمان کے خالق ہیں سب کے مالک رازق ہیں، ہواؤں کا چلانا، بارشوں کا برسانا، اناج کا اگانا، زندگی موت، اولاد، دولت، نعمت، فتح شکست اور تمام دُنیا کے چھوٹے بڑے انتظامات، آپ کرتے ہیں تو بریلوی مذہب میں یہ توحید شرک نہیں ہے، اس واسطے کہ عطائی کا لفظ جہاں آگیا شرک اڑ گیا۔

لفظ عطائی کی اوٹ میں یہ طوفان بد تمیزی اور یہ پہوہ کھیل بریلوی حضرات ایک مدت سے کھیل رہے تھے اور دراصل ہمارے بزرگوں کے ساتھ ان کا جھگڑا شروع شروع سے بس اتنا ہی تھا کہ معجزات کرامات وغیرہ امور میں واسطہ فی الثبوت ہے یا فی العروض دیکھئے چراغ سنت طبع اول صلا اس بحث میں بریلوی پہوچو نہ سمجھتے کہ وہ تھا اس لئے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو اس پرچہ سے ہسٹ کر تکفیر کا محاذ قائم کرنا پڑا۔ یہ مسئلہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اسی مسئلہ میں بریلوی حضرات کی سخت بے احتیاطی دیکھ کر بعض علماء نے ان پر کفر

و لعل علی کا فتویٰ دیا ہے اور انصاف یہ ہے کہ بریلوی علماء نے اگر الفاظ انہی پر ہی اور لفظی بھول بھلیوں میں کچھ باریک تاویلیں کر کے ایسے الفاظ کی تفسیر بھی سمجھی ہے تو ان کی عبارتوں کا صاف صریح مطلب جو عوام ان میں سمجھا جاتا ہے وہ یقیناً خالص اور قطعی شرک ہے، اور عوام کو اس سے ناک راہ پر ڈالنے کے ذمہ دار وہ لوگ ضرور ہیں۔ بریلوی علماء ان طوائف کے بزرگ ہیں اور جتنی یہ ہے کہ جس شہر میں یہ جنگلی گھاس اُگی ہوئی ہو وہاں کے علماء سے جانتے ہیں کہ جاہل عوام بزرگوں کے حق میں روزمرہ ایسے الفاظ بول کر استعمال کرتے ہیں جن سے عرب کا جنت پرست بھی گریز کرتا۔ ان کے علماء میں ان شرمنگ عبارتوں کو عطائی اور نسبت مجازی کی اوٹ میں چھپاتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کا مجددانہ کام بس اتنا ہی ہے۔ لیکن واسطہ فی الثبوت والافلا مجاز کی نفی کرتا ہے اور حقیقی عطائی کی اصطلاح مستقل قوت مستقبل تاثیر اور ہر کرتی ہے۔ ایسے حالات میں یہ نسبتیں مجازی نہیں رہتیں، مجاز مرسل کے واسطے سببیت لزوم وغیرہ ان عبارتوں میں ناپید ہیں اور مجاز عقلی میں تو علماء دعائی نے ضد قدح من الموحید کی شرط لگا دی ہے یعنی مجاز عقلی میں یہ ضروری ہے کہ وہ کلام کسی توحید پرست کا ہو، ورنہ شرک تو اسے حقیقت پر بھی محمول کر سکتا ہے۔ اور بریلوی حضرات کا موجد ہونا یہ بحث ہے مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مزید تفصیل درکار ہے۔ بندہ عاجز کے خیال میں توحید اور شرک کا امتیازی نشان یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے سوا کسی اور میں مستقل طور پر نفع نقصان کی قوت یا مستقل علم مستقل قدرت وغیرہ تسلیم کرنا شرک ہے اور استقلال کی نفی توحید ہے۔ اس لئے کہ آج تک کسی شرک قوم نے اپنے چھوٹے خداؤں کے لئے ذاتی علم یا ذاتی قدرت وغیرہ کا عقیدہ رکھا ہی نہیں۔ تمام مشرکین اپنے چھوٹے معبودوں کو عطائی اختیارات کا مالک سمجھتے تھے قرآن وحدیث میں اس کے ہزاروں دلائل موجود ہیں۔ اس لئے صرف عطائی کا لفظ توحید اور

شُرک کا فرق کرنے کے لئے کافی نہیں ہے ورنہ تمام مشرکین موحّد بن جائیں گے۔ بعض مشرک تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے فلاں مقرب بندے کو مستقل طاقت نفع نقصان کی اس طرح عطا فرمادی ہے کہ بندہ جب چاہے اپنے دوست دشمن کو نفع پہنچانے میں مختار ہو سکتا ہے۔ ہر معاملہ میں اپنی مرضی سے جو چاہے کرے، اذن الہی اور شیت الہی کا پابند نہیں ہے۔ ہاں بڑی طاقت خداوند تعالیٰ کی ہے اور خداوند تعالیٰ اسے روکنا چاہیں تو روک بھی سکتے ہیں۔ جیسے کسی صوبہ کا گورنر اپنی حدود میں مختار بھی ہے اور مرکزی حکومت اسے معزول کرنے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔ ایسا عقیدہ یقیناً بلاشبہ شرک جلی ہے، مشرکین عرب ستاروں، بتوں، جنوں، فرشتوں کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے تھے اور قرآن مجید نے اس کی سخت تردید فرمائی ہے۔ اور بعض مشرک یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے مستقل طاقت تو کسی کو نہیں دی لیکن بعض مقرب بندے عبادت اور نیکی کی وجہ سے اللہ کی جناب میں قرب و قبول کا ایسا درجہ حاصل کر لیتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مریدوں اور محبت کرنے والوں کے لئے سفارش کریں تو ضرور منظور ہو جاتی ہے۔ یہ عقیدہ غلط تو ہے لیکن مشرک کی حد تک نہیں پہنچتا۔ مگر آگے چل کر یہی عقیدہ مشرک کی صورت اختیار کر لیتا ہے کیونکہ وہ لوگ ان بزرگوں کی سفارش حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ عبادت سے مشابہ اور ملت جلتا معاملہ کرنے لگتے ہیں۔ یہ بے جا تعظیم، الفاظ کی سخاوت، اور ان بزرگوں کی ناجائز خوشامد، براعتقاد اور بڑا عمل ہے۔ گو وہ لوگ اپنے عقیدہ میں ان کی عبادت نہیں کرتے، لیکن اس مشابہت کی وجہ سے بعض اوقات ان کو بھی مشرک کہہ دیا جاتا ہے۔ مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ:-

”اگر کسی کی توجہ بزرگوں کی طرف ہو اور یہ سمجھے کہ وہ میرا مطلب پورا کر سکتے ہیں جو چاہیں خداوند تعالیٰ سے منوالیتے ہیں، اور عوام کا اتہام کرنے کا طریقہ یہی ہے تو یہ خالص شرک ہے اور بت پرستی

کا عقیدہ یہی تھا۔“ دیکھو چارہ سنت طبع اول صندہ
ناظرین! شرک اور توحید کی پہچان میں یہ قاعدہ کلیہ بہت مفید ہو گا۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:-

قرآن مجید پارہ ۱۵، رکوع ۶ میں خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:-
قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ نَزَعْتُمْ

ترجمہ:- اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کا زور کو فرما دیجئے کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا نفع نقصان کے مالک سمجھے بیٹھے ہو ذرا ان کو تکلیف دہ کر کے کہہ دیجئے کہ تو بھی پس وہ لوگ نہ تو تکلیف دہ کر کے کا اختیار رکھتے ہیں نہ بدل ڈالنے کا۔ یہ لوگ جن کو مشرک نفع نقصان کہتے ہیں پکارتے ہیں تو خود ہی اپنے رب کی طرف پہنچنے کا ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ کون زیادہ قرب حاصل کرے اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔ اس کے غلاب سے ڈرتے ہیں، بے شک آپ کے رب کا غلاب ڈرنے کے قابل ہے۔ (سورۃ نبی اسرائیل)

اس آیت شریف کے الفاظ شہادت دے رہے ہیں کہ یہاں بتوں اور بے جان پتھروں کا ذکر نہیں ہے۔ یہاں انبیاء اولیاء یعنی مقبول بندوں کی پکار ہے منع کیا جا رہا ہے۔ اور منع اس بنا پر کیا جا رہا ہے کہ وہ لوگ نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ نیک اعمال کے وسیلہ سے قرب الہی ڈھونڈتے ہیں یعنی عبادت گزار بندے ہیں، رحمت کی امید کرتے ہیں یعنی اپنی جان کو نفع پہنچانے کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ غلاب سے ڈرتے ہیں یعنی اپنی جان سے تکلیف دہ کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ مفسرین نے سلف کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ اس جماعت سے مراد ملائکہ ہیں، یا انبیاء جیسے مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام۔ جب معلوم ہوا کہ ان نفع نقصان بھی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو دوسرے کا نفع نقصان کجا؟ ترمذی شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا آج کل تو کتنے خداؤں کی عبادت کرتا ہے؟ اس نے کہا سات

خداؤں کی، چھ زمین پر ہیں اور ایک آسمان پر فرمایا تجھ کو محبت اور خوف کس کا ہے؟ اسے جواب دیا صرف اس کا جو آسمان والا ہے..... الخ
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرب کا بت پرست ہمارے بریلوی بھائیوں سے زیادہ عارف اور خدا شناس تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی عظیم الشان مقبول و معروف کتاب حجۃ اللہ ابالغ میں تو حید و شرک کے متعلق یوں لکھتے ہیں:-
”توحید کے چار درجے ہیں۔

۱۔ خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں۔

۲۔ زمین آسمان ساری کائنات کا خالق صرف وہی ہے۔ یہ دونوں تو بیہودہ نصاریٰ اور بت پرست بھی مانتے ہیں۔

۳۔ زمین آسمان کے اندر تدبیر اور انتظام صرف اسی کا ہے۔

۴۔ اُس کے بغیر کوئی شخص عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

یہ تیسرا درجہ تھا نمبر آپس میں لازم ملزوم ہیں، اور ان دونوں قسموں میں لوگ مختلف عقائد رکھتے ہیں۔ سستارہ پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ سارے عبادت کے حق دار ہیں۔ ان کی عبادت دنیا میں فائدہ دیتی ہے اور ستاروں سے حاجت مانگنا برحق ہے۔ کیونکہ انسان کی تندرستی، بیماری، نیک نیتی بد نیتی اور روزانہ حوادث میں ان کا دخل ہے۔ بت پرستوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بڑے بڑے کام تو خداوند تعالیٰ خود کرتے ہیں اور جن کاموں کا خدا تعالیٰ قطعی فیصلہ کر دیں، اور مخلوق کے لیے گنجائش اختیار کی نہ چھوڑیں، ان کاموں میں تو کسی کو دخل دینے کی مجال نہیں ہے لیکن نیک بندوں نے جب خداوند تعالیٰ کی عبادت کی اور قُرب حاصل کر لیا تو اللہ نے ان کو خدائی عطا کر دی ہے اس لیے وہ عبادت کے حق دار ہو چکے ہیں جیسے کوئی شہنشاہ، غلام کو خدمت کے سلسلہ میں شاہانہ خلعت یعنی جوڑا پہنا کر کسی شہر کی حکومت اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ اس شہر والوں پر وہ با اختیار حکمران

ہو جاتا ہے اور اس بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس نائب کی نڈاری ضروری ہو جاتی ہے اس اصول کے تحت میں شرک کہتے ہیں کہ جن کی عبادت ضروری ہے تاکہ قرب الہی نصیب ہو مشرکوں کا عقیدہ ہے کہ وہ بزرگ سب کچھ سنتے ہیں دیکھتے ہیں، اپنے بندوں کی سفارش کرتے ہیں ان کے کام بناتے اور مدد کرتے ہیں، اپنی توجہ درست کرنے کے لیے انہوں نے رُوحوں کے نام پر پتھر کے بت بنائے لیکن پچھلے لوگوں نے خاص ان تپڑوں کو مقبوض بنالیا، عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قُرب الہی اور عام مخلوق پر بلندی حاصل ہے اس لیے ان کو بندہ یعنی انسان نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ ان کی بے ادبی ہے اور ان کی شان سے بے خبری اور بے پروائی ہے۔ اس وہم کی وجہ سے بعض نے ان کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور بعض نے اس وہم پر کہ خداوند تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں اُتر آیا ہے خود خدا کہنا شروع کر دیا۔ کیونکہ ان کے معجزات عجیب و غریب تھے پھر یہ تینوں فرقے لمبے چوڑے دعوے کرتے اور تراغات کہتے ہیں:-

..... الخ (حجۃ اللہ ابالغ ص ۵)

”علم تدبیر یعنی دنیا کا انتظام چلانا، عظمت، شرف، قوت بر ایک کے دو درجے ہیں۔ ایک نہایت بلند درجہ ہے جو اسباب کی دلیل سے بالاتر ہے، یہ خداوند تعالیٰ کے لائق ہے۔ دوسرا درجہ اسباب ذرائع اور وسائل سے تعلق رکھتا ہے یہ انسان کو حاصل ہے۔ لیکن ان دونوں درجوں کو بیان کرنے کے لیے بعض اوقات ایسے الفاظ استعمال ہو جاتے ہیں جو قریب قریب اور شہر پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ برہنہ نے اپنی قوم کو شرک کی حقیقت اور دونوں

درجوں کا فرق سکھایا اور یہ بتانا کہ بلند اور مقدس درجہ فقط خداوند تعالیٰ کے لئے ہے اور دوسرا درجہ مخلوق کے لئے ہے اگرچہ الفاظ شبہ پیدا کرنے والے اور قریب قریب ہوں انبیاء علیہم السلام جب دنیا سے چلے جاتے ہیں تو ان کے صحابہ اور دین کے حاملین اس دونوں درجوں کے فرق کو قائم رکھتے ہیں، لیکن ان کے بعد نالائق جانشین آتے ہیں جو نماز کو ضائع کرتے اور خواہشات پرست ہوتے ہیں۔ وہ لوگ گول مول ملتے جلتے لفظ کے دوسرے معنی کر لیتے ہیں، جیسا کہ بریلویوں نے (محبوبیت اور شفاعت کا دوسرا مطلب لے لیا یعنی محبوب کا معنی معشوق کر لیا) اور شفاعت کو دنیاوی سفارش جیسا سمجھ لیا۔ اور جیسا کہ ان بریلویوں نے لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور آیات اللہ کی کرامات اور علمی انکشافات کا یہ مطلب سمجھ لیا کہ اللہ کا علم اور اللہ کی طاقت انبیاء اور ان میں منتقل ہو کر آگئی ہے (اب یہ کمال ان کے ارادہ اور اختیار سے ظاہر ہو رہے ہیں) اس مرض کے بیلہ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ بعض تو وہ ہیں جو خداوند تعالیٰ کے جلال اور بزرگی کو بالکل تجھول گئے ہیں، اب وہ عبادت بھی غیر اللہ کی کرتے ہیں اور اپنی حاجتیں بھی ان سے مانگتے ہیں۔ اگرچہ عقیدہ کے طور پر وہ جانتے ہیں کہ کائنات کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔

۲۔ بعض کا عقیدہ یہ ہے کہ ساری مخلوق کا سردار اور مالک تو اللہ ہی ہے اور انتظام بھی اسی کے ہاتھ میں ہے لیکن وہ کبھی کبھی بعض بندوں کو شرف اور خدائی کا لباس پہنا دیتا ہے اور بعض خاص اپنے کاموں پر ان کو تصرف بخش دیتا ہے پھر ان کی سفارش

منظور کر لیتا ہے جیسا کہ کوئی بڑا بادشاہ اپنی رعایا پر بڑے بڑے افسر مقرر کرتا ہے تو تمام چھوٹے چھوٹے معاملات ان کے سپرد کر دیتا ہے اور بڑے بڑے اہم کام اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اس عقیدہ کے بعد اس شرک کی زبان ان بزرگوں کو بندہ کہنے سے جھجکتی اور رکتی ہے۔ اس کے دل میں یہ دوسرا آئینہ اتنی بڑی شان اور طاقت والوں کو بندہ کہہ کر سب لوگوں کے ساتھ برابر کیسے کھڑوں اس لئے وہ شخص اللہ کا بندہ اور انسان کہنے کی بجائے اللہ کے بیٹے اور اللہ کے لادے کہتا ہے اور اپنے آپ کو ان بزرگوں کا بندہ کہنے لگتا ہے، جیسے عبدالمسیح، عبدالعزیز، عبدالقریم، وغیرہ تمام یہود و نصاریٰ، مشرکین اور ہمارے زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے منافقین میں سے بعض غالی اسی مرض کے مریض ہیں (حجۃ اللہ بالہ صلاۃ بیان حقیقت شرک)

نیز حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اقسام شرک کے بیان میں فرماتے ہیں:-

”شرک کی حقیقت یہ ہے کہ انسان بعض بزرگوں کے متعلق یا اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزات، کرامات، اور عجائبات ان کے ہاتھ میں اس لئے ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ کسی صفت کمال کے ساتھ متصف ہو چکے ہیں جو انسانوں میں نہیں بلکہ صرف خداوند تعالیٰ میں پائی جاتی ہے۔ ہاں اگر خداوند تعالیٰ کسی بندہ کو خدائی لباس پہنا دے، یا انسان فنا اور بقا کے درجہ میں پہنچ جائے یا اس قسم کے اور خرافات..... پس ہم چاہتے ہیں کہ تجھے چند ایسی باتیں بتا دیں جن کو شریعت محمدیہ میں شرک کی علامات قرار دی گئی ہے ۱۔ شرک لوگ بتوں اور ستاروں کو سجدہ کرتے ہیں تجھے اس لئے غیر اللہ کو سجدہ کرنا ہماری شریعت میں حرام ہو گیا

لَا تَجْعَلُوا لِلشَّمْسِ (الایہ)

۱۔ مشرک لوگ بیماری کی شفایابی اور دولت وغیرہ حاجات میں غیر اللہ سے مدد مانگتے تھے، ان کے نام کی سنت مانتے تھے، اور ان سنتوں کی برکت سے اپنی مرادیں پوری ہونے کی توقع رکھتے تھے اور برکت کی خاطر ان کے ناموں کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے نازل میں آیاتِ نَعْبُدُكَ يَا إِلَهَ السَّمْعٰیْنِ کہا، ضروری کو دیا اور فرمایا فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا۔ پکارنے کا مطلب عبادت نہیں بلکہ استعانت ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا اِنَّا تَدْعُونَنَا فَنَسْتَدِينُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْنَا (الایہ)

۲۔ شرک کا ایک موقع وہ ہے کہ یہودی نصاریٰ اپنے علماء اور پیروں کو رب مانتے تھے اس اعتبار سے کہ ان کی حرام حلال کی ہوئی چیز کو حقیقتاً حرام حلال سمجھتے تھے اور یہ درجہ صرف خداوند تعالیٰ کا ہے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حلال حرام کی نسبت کرنا اس اعتبار سے ہے کہ آپ کا فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے، اور مجتہدین کی طرف نسبت کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن حدیث سے یہ مسئلہ معلوم کیا۔ یہ تینوں غیر شرک کے ٹکڑے ہیں اور سانچے ہیں۔

حجۃ اللہ ابانہ ص ۳۲

فناظرین! آپ سمجھ چکے ہیں کہ آج تک دنیا میں جتنا شرک مٹوا ہے۔ عطا کی آڑ میں ہوا ہے۔ بریلوی حضرات بس اتنی بات پر غور فرمائیں کہ مساوی درجہ کا دوسرا خدا جو ذاتی طور پر قدرت، علم وغیرہ صفات رکھتا ہو دنیا میں آج تک کسی بے وقوف نے مانا بھی ہے؟ اور کیا مکہ کے مشرک، بتوں کو یا بزرگوں کی مودوں کو یا نبیوں و دیوں کو ذاتی قدرت کے مالک سمجھتے تھے؟ اگر ایسا نہیں

ہے تو آپ کے اور ان کے عقیدہ میں اُھولی فرق کیا ہے؟

الرحمن! حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ارشادات سے آپ کو مشرکین کے طور اطوار اور رنگ ڈھنگ سب معلوم ہو چکے ہیں۔ ایک بار پھر تحقیق سے پڑھ لیجئے اور پھر ذرا پیچھے ہٹ کر بریلوی معتبر کتابوں کے بیس حوالے بھی پڑھ لیجئے۔ پھر یہ فیصلہ کرنا آپ کے ذمہ ہے کہ بریلوی فرقہ میں تمام گزری ہوئی مشرک قوموں کے عقاید اور خیالات کی کتنی بھرمار ہے۔ اور جب ذمہ دار علماء کی یہ حالت ہے تو دعا غلط طبقہ نے جو اندھیری چھائی ہے اُس کا کیا ٹھکانا؟ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے کم تھی ہر شخص نے اس پر اضافہ کیا تو آج یہ حالت ہو گئی پھر عوام کی سطح ذہن کا تو خدا حافظ جو مٹی بھر کر کے لئے رات بھر اُڈنگتے رہتے ہیں۔

تنقیح مسئلہ

سب مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جسمانی اور روحانی قوتیں تمام انسانوں، جنوں، اور فرشتوں سے اعلیٰ افضل اور اکمل ہوتی ہیں، البتہ امام غزالیؒ اور بعض قدس علماء کا یہ خیال ہے کہ ملائکہ مقربین کا علم انبیاء سے بہت زیادہ ہے۔

(دیکھو کمیائے سعادت بیان توکل سے ذرا پہلے)

۲۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کے کرامات ان کے اختیار میں نہیں ہیں انبیاء علیہم السلام بھی اس دنیا کی زندگی میں اسباب کے ماتحت کام کرتے تھے۔ موقوف الاسابیع میں اسباب سے بے نیاز ہو کر کام صرف اللہ کی شان سے کیونکہ وہ کچھ کا مالک ہے۔ جب خداوند تعالیٰ چاہیں اسباب کا سلسلہ توڑ کر نبی کے ہاتھ پر معجزہ، اور ولی کے ہاتھ سے کرامت ظاہر فرما دیتے ہیں۔ شیخ

عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں :-

”معجزہ فعل اللہ ہی کا ہے نہ رسول کا۔ اس واسطے کہ خداوند

تعالیٰ کے بنائے ہوئے دستور کو توڑنا بندہ سے ممکن نہیں (۱۵)

یہی وجہ ہے کہ کئی دفعہ انبیاء علیہم السلام کی خواہش کے باوجود معجزہ نہیں ظاہر ہوتا چنانچہ کافروں نے جب معجزات کا مطالبہ تیز کر دیا اور ان معجزات کا ظاہر کرنا خداوند تعالیٰ کو منظور نہ ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گھبرائے۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو صبر کی تلقین کے طور پر فرمایا **وَإِنْ كَانَتْ كِبَرًا عَلَىٰ ذَاكَ** **وَأَعْرَضْتُمْ تَعْلَمُ الْغَاهِلِينَ** ترجمہ :- اے میرے پیارے رسول اگر آپ پر کافروں کا اعراض دانکار گراں گزرتا ہے اس لئے دل چاہتا ہے کہ جو معجزے وہ مانگتے ہیں مل ہی جائیں تو اگر آپ کو یہ طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سڑنگ لگا کر یا آسمان پر سیر بھی لگا کر معجزہ لا سکتے ہو تو لاؤ۔ خداوند تعالیٰ چاہے تو سب کو ہدایت دے سکتا ہے۔ آپ جاہلوں سے رہنما یعنی میری حکمت پہنچاؤ۔ قرآن مجید (پیشا)

قرآن کریم کی آیت صاف تبارہی ہے کہ معجزہ اور کرامت دکھانے کی کوئی مستقل قوت انبیاء اولیاء کے پاس نہیں ہے۔

۳۔ مشرکین کا عقیدہ شفاعت معجزہ وغیرہ کے متعلق یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو شفاعت اور معجزہ وغیرہ ہر قسم سے تصرفات کی طاقت اور اجازت دے رکھی ہے۔ جب شفاعت یا کسی قسم کا تصرف کرنا چاہیں اس وقت خصوصی اذن اور خصوصی اجازت کی ان کو ضرورت نہیں ہے۔ قرآن مجید نے اس عقیدہ کو بار بار رد کیا۔ ارشاد ہوتا ہے **قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ رَحِمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ** ترجمہ :- آپ فرمادو کہ (اے یہودیو! اے عیسائیو! اے بزرگوں کے بہت بنا کر پوجنے والے عرب کے جاہلو! اے دنیا بھر کے مشرکوا! پکارو ان لوگوں

ان کو تم نے خدائی کا حصہ دار سمجھ رکھا ہے وہ ذرہ برابر کسی چیز کا مالک اور اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں میں نہ زمین میں نہ ان کی کوئی ات ہے نہ ان سے اللہ کا کوئی مددگار ہے۔ اور خدا کے سامنے شفاعت کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے واسطے جس کے متعلق وہ اجازت دیوے۔ (پارہ ۲۲ رکو ۹)

بریلوی حضرات عوام کو یہ دھوکا دیتے ہیں کہ یہ آیات ثبت پرستوں کے متعلق ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ قرآن مجید یہود و نصاریٰ اور تمام مشرکین کی تردید کے درپے ہے۔ قرآن مجید کہ بتوں کی خدائی کا منکر ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کو مالک اور مختار ماننے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس آیت نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جہاں ملکیت اور اختیار ہوتا ہے وہاں اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو شخص مالک نہیں ہوتا وہ ہر وقت اجازت کا محتاج ہے۔ اسلام کے متفقہ اصول ہیں۔ لیکن بریلوی علم سراسر ان کے خلاف ہے۔

بریلوی احمد رضا خاں الامین والعلی ص ۲۱ طبع نظامی میں فرماتے ہیں :-

”رب عزوجل نے انہیں یعنی انبیاء علیہم السلام کو ظاہری جوارح یعنی اعضاء اور سمیع بصیر یعنی کان اور آنکھ کی طرح باطنی صفات وہ عطا فرمائی ہیں کہ حسب چاہیں غرق عادات فرمادیں یعنی معجزہ دکھائیں منیبات (یعنی غائب چیزوں) کو معلوم فرمائیں چاہیں نہ فرمائیں“

ناظرین! یہ عبارت پڑھ کر ایک مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے بریلوی صاحب نے غضب کر دیا۔ آج تک علماء اہل سنت، بلکہ مسلمانوں کے کسی مستمرد کے عالم نے یہ کو فان نہیں گھڑا تھا۔ رسالہ رضوان اینڈ کمپنی متوجہ ہوں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے بدعت کی بدھنی کا کتنا سخت ذکر کیا ہے جس کی بدولت بے فضا ہے عالم متعفن نظر آتی ہے۔ آج تک علماء اسلام میں اتنی تجرات کسی نے نہ کی۔ بریلوی جنت کا رضوان جواب دے کہ کیا آپ کے یہی عقائد ہیں یا کچھ اور؟ اور اس

عقیدہ کی کوئی صریح دلیل بھی آپ پیش کر سکتے ہیں، اور پھر یہ بھی بتائیں کہ معجزہ دکھانا اگر انبیاء کے اختیار میں ہے تو یہ انبیاء کا فعل ہوا اور انبیاء اس کے حقیقی فاعل ہوں گے۔ کیونکہ جو کام ہم اپنے اختیار سے کرتے ہیں، ہم ان کے کاسب اور فاعل حقیقی ہیں۔ مگر آپ کی چراغ ہدایت "تو یہ کہتی ہے کہ مسیح نامی علیہ السلام کے ذریعہ جو مرد سزا دیئے، اور مریض صحت یاب ہوئے وہ حقیقت میں صرف اللہ ہی کا فعل تھا" ص ۱۲ ایسی بے شمار عبارتیں دیکھنے کے بعد بریلوی علامہ کے متعلق بندہ کی رائے بدل رہی ہے۔ اس جماعت میں خیالات کی پریشانی اور انتشار بہت ہے۔ رسالہ "رضوان" کہتا ہے کہ ہم اگر کسی فعل کی نسبت انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی طرف کرتے ہیں تو محض مجازی عطائی ہوتی ہے چراغ ہدایت ص ۱۳۔ اور مولوی احمد رضا صاحب حقیقی عطائی کے قائل ہیں جیسا کہ آپ حوالوں میں پڑھ چکے ہیں۔ "رضوان" تو چراغ سنت کی ملامت اور "النیر" کے عتاب سے بہت کچھ سیدھا ہو چلا ہے۔ چنانچہ مولوی احمد رضا خاں تو ہر دین بندی کو جو مولانا محمد قاسم وغیرہ کو کافر نہ کہے کافر کہتے ہیں لیکن رسالہ "رضوان" ان عقائد سے بیزار ہے۔ یہ بے چارہ لکھتا ہے:-

"اسی طرح ہم مطلقاً تمام دہائیوں اور دیوبندیوں کو ہرگز ہرگز کافر نہیں کہتے، البتہ ان میں سے ان کو ڈکے کی چوٹ کا فرد مرتد دائرۃ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور ان کے عقائد حد کفر تک پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے اپنے عقائد کفریہ سے توبہ بھی نہیں کی ہے کیونکہ حضور کی توبہ میں کرنے والے کو کافر سمجھنا ضروریات دین سے ہے۔ در سالہ رضوان حزب الاختلاف لاہور جلد ۲ شمارہ ۲۳، ۲۴ ص ۴۴

معلوم ہوا کہ رسالہ "رضوان" کی نظر میں حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو کافر نہ کہنے والے تمام دیوبندی اور دہائی مسلمان ہیں۔ گویا کہ "رضوان" کی

نظر میں حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کرنے والا خود تو کافر ہے اور دوسرے لوگوں کو چاہیے کہ اسے مسلمان سمجھیں، کافر نہ سمجھیں کیونکہ اگر گستاخ کو کافر کہنا ضروریات دین میں سے ہوتا تو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہوتا اور وہ "رضوان" کی نظر میں یہ کام مسلمان ہے رضوان کی عقل پر حیرت آتی ہے کہ ایک طرف تو توبہ کرنے والوں کو کافر کہنا ضروریات دین میں شمار کرتا ہے۔ دوسری طرف ضروریات دین کے منکر کو مسلمان کہتا ہے۔ ہم سے پوچھو تو واقعی گستاخ اور بھی کافر ہے اور اس کو کافر نہ کہنے والا بھی کافر ہے رسالہ "رضوان" کو حالات رسالت کی نادر چٹھاڑنے ایسا مبہوت کر دیا کہ بالکل احمد رضا بن گیا اور وہ بات لڑی مشہور ہے کہ مولوی احمد رضا صاحب نے اپنی کتاب کو کہہ شہابیہ میں مولانا اسماعیل شہید کو شتر و جوہ سے کافر قرار دیا ہے اور اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی شان میں معاذ اللہ بہت گستاخیاں کی ہیں لیکن آخر میں لکھتے ہیں:-

"یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر یعنی مولانا شہید کے پیرو اپنے تمام کفریات ملتونہ سے بالتقریح توبہ اور رجوع، اور انہیں سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض واجب ہے"

اس زور لگانے کے بعد مولوی احمد رضا صاحب کے حواس بیکار ہو جاتے ہیں اور آخر میں دوسط میں لکھ کر ساری محنت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں کافر کہنے سے زبان روکنا مناسب مختار پسندیدہ اور بہتر ہے (بالعین) دیکھو کہ کتبہ شہابیہ لڑی کو چٹھاڑو مطلب یہ نکلا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں معاذ اللہ شتر بار گستاخی کرے اس کو کافر نہ کہنا بریلوی عقیدہ میں بہت بہتر ہے دیکھا تو اسلام بریلوی جماعت کے متعلق سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ کیا یہ بانی مذہب کی واضح عبارتیں ہمارے سامنے ہیں۔ اجماع دنیا کے سب معاملات

موت زندگی اور ہر قسم کے واقعات حجابات ضروریات الغرض کن سے پیدا ہونے والی تمام چیزوں عطائی یعنی حقیقی عطائی طور پر غیر خدا کا نعل قرار دینا ان کی توحید ہے جیسا کہ حوالہ نمبر ۱۹ سے ظاہر ہے۔ سبجائے لیکن نرود و شریفانے بھی تو اتنا ہی کہا تھا انا ارحم الراحمین میں بھی زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اس لیے نرود صاحب تو بڑے عالی درجہ عارف معلوم ہوتے ہیں کاش کہ ان کی قبر پر جھنڈا لگا کر قرس شریف کیا جاتا۔ یاد رہے کہ غیر خدا میں ساری مخلوق آجاتی ہے۔

۲۔ حوالہ نمبر ۲ سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند تعالیٰ کے نائب مطلق قرار دیتے ہیں۔ نائب مطلق کا مطلب جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یہ ہے کہ آپ کی ذات میں خداوند تعالیٰ کی تمام قوتیں اور صفات موجود ہیں خداوند تعالیٰ کے سب کام نائب کے طور پر آپ کرتے ہیں۔ رسالہ رضوان اس عقیدہ کی مشکلات کو محسوس کرتا ہوا اہل حدیث کے پیشوا امام ابن تیمیہ کی گود میں لکھا جاتا ہے۔ لکھتا ہے:-

”متخارِ کل کے مشق کو اپنا قائم مقام بنایا ہے، امر و نہی اخبار بیان
یعنی اللہ کے حضور کو اپنا قائم مقام بنایا ہے، امر و نہی اخبار بیان
میں مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ کے حکم اور منع کی ہوتی چیزیں، اللہ
کی تباہی ہوتی خبریں، اور قرآن کے بیان میں آپ خداوند تعالیٰ کے
نائب ہیں۔“ چراغِ ہدایت ص ۱۷۰ (بالمنیٰ)

یہ سوال دیکھ کر ہماری حیرانی کی انتہا ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنی تحریر و تقریر پر
مختار کل کا کیا معنی بیان کرتے ہیں اور آج معمولی گرفت پر کدھر بھاگے جا
ہیں؟ خدا کے بندو! اگر مختار کل کا عقیدہ آپ کا اتنا ہی ہے جتنا شیخ الاسلام
امام ابن تیمیہ کا، تو پھر جھگڑا کس بات کا؟ اور ایک ہو جائیں اور قوم کی تعظیم
سے واضح رہے کہ شیخ الاسلام کا لفظ فتاویٰ شامی نے استعمال کیا ہے۔ - راجد

۳۔ مالک قادر وغیرہ الفاظ مستقل قوتیں اور طاقتیں عطا ہو چکی ہیں، یہی وجہ ہے کہ معجزہ ظاہر کرنا بھی انبیاء کے اختیار میں سمجھتے ہیں مالک وہی ہوتا ہے جس کو اذن کی ضرورت نہ ہو، جو چاہتے اپنی مرضی سے کر کے ملکیت اگرچہ عطائی ہو اذن اور اجازت کو ختم کرتی ہے۔

۴۰۔ حوالہ دلائے ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵ سے ظاہر ہے کہ بریلوی حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کے شارح سمجھتے ہیں، حالانکہ شارح قطعی طور پر خداوند تعالیٰ ہے۔ ”رضوان“ تو اس معاملہ میں کافی محتاط نظر آتا ہے لیکن باقی مذہب کے صریح الفاظ موجود ہیں اس لئے ہم کو بریلویت کا مرکزی نقطہ نظر معلوم کرنے کے لئے بریلی شریف جاننا پڑتا ہے۔

۵۔ بعض جگہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اِذنِ الہی کی قید بھی لگائی ہے۔ مگر واسطہ فی الثبوت اور حقیقی عطائی اتنا صاف حقیقی کے الفاظ لکھنے کے بعد انہوں نے بڑی وضاحت سے لکھ دئے ہیں اِذن کا لفظ فضول اور بے معنی ہو جاتا ہے حقیقی عطا کے معنی ہی یہی ہیں کہ ایک دفعہ ہی قوت دے کر اِذن دے دیا کہ جو چاہیں کریں۔ یہ اِذن تو تمام مشرکین اور یکتو و نصاریٰ بھی مانتے ہیں۔ اس کا توحید سے کیا تعلق؟ بہر حال یہ مسئلہ غور طلب ہے، حضرات علماء دیوبند اس حقیقت کے انکشاف کے بعد بریلوی جماعت کے معاملہ میں مزید غور فرمایا تو اب سوال یہ ہے کہ بریلوی حضرات اس تشبیہ تعطیل، شرک اور تحریف کے خطرناک جنگل میں کیوں بھٹک رہے ہیں؟ جہاں تک بندہ مؤلف کی تحقیق کا تعلق ہے بریلوی علمِ کلام تمام کا تمام استفراذ ناقص کی پیداوار ہے کسی ایک

امام ابن تیمیہؒ کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اسمع اللہات میں لکھا ہے "اُوں کبار محدثین است" یعنی وہ بہت بڑے محدث ہیں۔ (ریز دانی)

جزئی واقعہ کی بنا پر یہ لوگ ایک قاعدہ کلیہ بنانے میں قیاس مع الفارق بھی ان کا ایک ہتھیار ہے۔ صوفیائے کرام کے کثوف اور شطیحات یعنی حالت سکر کا کلام بھی ان کے ہاں سند ہے۔ ضعیف روایات ان کی دال روٹی ہے۔ کسی صاف اور سیدھی بات کو اپنے موقع اور سیاق سے اٹھا کر بہت زیادہ پھیلا لیتے ہیں، بہت زیادہ کھینچتے ہیں کہ تحریف اور بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کھانا کھلایا تو بریلوی علم کلام اس سے یہ مطلب نکالتا ہے کہ آپ ساری کائنات کے رازق ہیں، اول سے آخر تک ساری مخلوق کو روزی آپ دیتے ہیں، اگر پانی پلایا تھا تو اس کا مطلب اگلے گا کہ دنیا کے تمام پانی آپ کی ملکیت ہیں، تمام مخلوق کو آپ پانی پلاتے ہیں، سمندروں کے، مک آپ ہیں، بادل برسانا آپ کا کام ہے سمندروں کی تمام پیداوار آپ کی ملک ہے۔ بندہ مؤلف نے ہر چند غور کیا ان کے دلائل میں تقریب تو کچھ محض ایک شاعرانہ تخیل ہوتا ہے جو گل و بلبل اور شمع پردانے کے افسانہ کی طرح عوامی جذبات کی تسکین کا باعث ہو سکتا ہے۔ جبریل علیہ السلام کی بچھونک سے حضرت مریم کا بیٹا پیدا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ پیر پڑش کو بیٹا دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ اس بات کا اس سے کیا تعلق حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے اس واسطے گیارہویں شریف قرآن سے ثابت ہے۔ مولوی محمد عرصا حبیب نے اس علم کو اور بڑھا دیا ہے وہ فرمایا کرتے ہیں وَالْفَجِي وَكَيْالٍ عَشِيٍّ وَاسْتَفْعِرُوا لَوْ كُنْتُمْ دَس رَاتُونَ کے بعد دواور ہوئیں تو بارہویں شریف ثابت ہو گئی اور دس پر ایک گیارہویں شریف ثابت ہو گئی۔ لیکن یہ معلوم مولوی صاحب کو تیرہویں شریف سے کیا عداوت ہے اور زَوَالِیْلٍ اِذَا یَسَّرَ لَی رَاتٍ ملا کر تیرہویں شریف بھی بن سکتی ہے اور وَالْفَجِي کو ملائیں تو چودھویں شریف بھی تیار ہے۔ چوتھے درجہ کے محدثین جن کا ذکر چراغ سنت طبع اول صفحہ پر آچکا ہے اس مذہب کا سہارا ہیں تاخرین فقہا حنفیہ

بعض نے ان کو سہارا دیا ہے لیکن یہ وہی دور ہے جب عالم اسلام میں پھوٹ رہی تھی۔

ان حدیث کے الفاظ اور مضامین کو کھینچنے کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ حدیث کی کتابوں میں حضرت عقبہ بن عامر کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب کی حالت میں زمین کے خزانوں کی چابیاں لا کر میرے ہاتھ میں لیں۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ کبھ کو زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں، اور مجھے اُسے صحابہ! تمہارے متعلق شریک کا ڈر تو نہیں ہے، البتہ ان بات کا ڈر ہے تم ان خزانوں میں ایک تو دوسرے کی ریس کرو گے۔

(باب علامات النبوت بخاری شریف)

اس کا صاف اور سیدھا مطلب خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صحابہؓ کے زعماء کے زمانہ میں بیان کر دیا۔ قد خضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانتم تنسئونہا۔ حضرت ابو ہریرہؓ صحابہؓ کو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دنیا سے تشریف لے گئے اور تم لوگ اب ان خزانوں کو نکال رہے ہو، یعنی فتوحات کا مال غنیمت جو آپ کی امت کو ملنے والا تھا اس کی کھجوری آپ کو سنائی گئی، اور یہ بھی آپ نے بتا دیا کہ خزانوں سے مراد ہی مال ہے جب مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے گا تو زمین، آرائش یا مال جمع کرنے کا مرض لگ جائے گا۔

حدیث کے الفاظ خود حدیث کی تشریح کر رہے ہیں کہ خزانوں سے مراد دنیا کا مال ہے جو آپ کے بعد آپ کی امت کو ملنے والا ہے۔ علامہ سندھی حاشیہ بخاری پر فرماتے ہیں: خواب میں خزانوں کی چابیاں ملنے کی تعبیر یہ ہے کہ آپ کو مال عزت حکومت، علم اور حکمت ملنے والی ہے۔ (صفحہ ۱۵۱ مصری)

صحیح مسلم کی شرح میں امام نووی نے فرمایا ہے:

قَالَ الْعُلَمَاءُ هَذَا كَحَمُولٍ عَلَى سُلْطَانِهَا وَمَلِكِهَا وَفَتْحِ

بِلَا دِهَا وَ اخَذَ خَزَائِنَ اَمْوَالِهَا

ترجمہ: علمائے کہا ہے کہ خزانوں کا مطلب زمین کی حکومت، بادشاہی، اور شہروں کا فتح ہونا اور ان مفتوحہ شہروں کے خزانے حاصل ہونا ہے (نوری ص ۲۵۵)

نیز فرماتے ہیں:-

”اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ آپ کی اُمت زمین کے خزانوں کی مالک ہو جائے گی۔ الحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا (نوری ص ۲۵۵) شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

”اس حدیث میں اشارہ ہے کہ آپ کا دین اور ملت ساری زمین پر پھیلے گی“ (اشعۃ التلعات کتاب الرد یا ص ۶۹) نیز فرماتے ہیں:-

”مراد فتوحات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر کھولیں مشرق مغرب کے خزانوں سے“ (رد ص ۳۹۹)

لیکن بریلوی حضرات اس حدیث کی تشریح یہ کرتے ہیں کہ تمام زمین کی دولت جو آدم علیہ السلام کے زمانہ سے تاقیامت تقسیم ہو رہی ہے آپ ہی سب کو بانٹ رہے ہیں کیونکہ خزانہ سے مراد ہر قسم کے خزانے ہیں پھر اعطائے ہوئے میں اس مضمون کو جودھر جائیں لے جاتے ہیں۔

اسی طرح قاسم کا لفظ ہے۔ قاسم بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معنی نام ہے۔ اس کے معنی ہیں تقسیم کرنے والا جس قدر فیوض و برکات آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم فرمائے ہیں ان کا خلاصہ و چیزیں ہیں علم اور مال۔ اس لیے یہ لفظ حدیث کے باب العلم میں یا باب الصدقہ میں آتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف باب العلم میں حضرت مسند پیر کی حدیث ہے:-

”جس شخص کے ساتھ خداوند تعالیٰ کو بہتری منظور ہوا ہے دین

لکھ دے دیتا ہے اور میں تو تقسیم کرنے والا ہوں دینے والا اللہ ہے۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ترجمہ اس طرح کیا ہے:-
”میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں، دین کی سمجھ جتنی اور جس کو چاہے خداوند تعالیٰ دینے والا ہے۔“

حضرت علامہ علی قاری نے مرقاۃ میں یوں فرمایا ہے:-
”یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کی سمجھ درجہ بدرجہ کم و بیش تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین کی تبلیغ میں سب کو مساوی رکھتے تھے، اور بعض نے یہ کہا ہے کہ تقسیم سے مراد مال کی تقسیم ہے یعنی میں مال تقسیم کرتا ہوں لیکن دینے والا اللہ ہے۔ اس لیے اگر کسی کو کم ملے تو ناراضگی نہ کرنا کیونکہ اللہ کے حکم سے دیتا ہوں اور ظاہر یہی ہے کہ علم کی تقسیم کا ذکر ہے۔ دونوں باتیں جمع بھی ہو سکتی ہیں۔ (مرقاۃ ص ۲۲)

مرقاۃ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ تقسیم کا مطلب یا دین کی تبلیغ ہے یا صدقات اور مال غنیمت کی تقسیم یہی وجہ ہے کہ صحیح مسلم میں قاسم کا لفظ سوال سے منع کرنے کے باب میں آیا ہے۔ اور امام نووی نے اس کی شرح میں فرمایا:-
”دینے والا تو حقیقت میں اللہ ہے۔ میں دینے والا نہیں ہوں میں تو خواجہ ہوں اس مال کا جو میرے پاس ہے۔ پھر میں تقسیم کرتا ہوں جس طرح مجھے حکم ملا ہے۔ پس سب کام اللہ کے شیت اور تقدیر سے ہیں۔“ (نوری ص ۳۳۳)

اس مضمون کو بخاری شریف کی حدیث زیادہ صاف کر رہی ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَا اَعْطِيْكُمْ وَّلَا اَمْنَعُكُمْ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ اَخْبَرْتُمْ لَمْ تَحْزَنْ
ترجمہ: میں نہ دے دینے والا ہوں نہ ہی رکھنے والا ہوں میں تو صرف تقسیم کرنے

والا ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے وہاں خرچ کرتا ہوں۔ (بخاری شریف باب الغنائم ص ۳۱)
اس حدیث میں بریلوی کا عطائی اصول جڑ سے اکھاڑ دیا گیا۔ مال کا تقسیم کرنا
ایسا کام ہے جو حقیقتاً آپ کے سپرد تھا۔ بے شک آپ اپنے ہاتھ مبارک
سے دیتے اور آپ اس کام کے حقیقی فاعل تھے۔ لیکن اسلام کی توحید
اتنی نازک ہے کہ حقیقت کو بھی مجاز بنایا جا رہا ہے۔ فرماتے ہیں دینے
والائیں نہیں ہوں اللہ تعالیٰ ہے، میں صرف تقسیم کرنے والا اور بانٹنے والا
ہوں جتنا جتنا اللہ کا حکم ہوتا ہے اسناد تیا ہوں اپنی مرضی کا مالک مال
بانٹنے میں بھی نہیں ہوں۔ اس قدر سمجھایا کہ عطائی بشرک کی جڑ کاٹ دی،
لیکن افسوس کہ جاہل بریلوی اسی قاسم کے لفظ کا یہ منہ لپٹے ہیں کہ حضور تقسیم
کرنے والے ہیں تقسیم کرنے والے کو اختیار ہوتا ہے بخوڑا دے یا بہت۔
اس لیے ہم کو تقسیم کرنے والے سے مانگنا چاہیے۔ دینے والے نے تو بانٹنے والے
کے سپرد کر دیا۔ اب بانٹنے والے کی مرضی پر ہے۔

بریلوی حضرات نے صرف اس حدیث کو کتنا کھینچا ہے دیکھو۔

۱۔ حدیث میں صرف مال یا علم کا ذکر ہے، یہ لوگ تمام دنیا کی نعمتیں مراد
لیتے ہیں۔

۲۔ مال یا علم کی تقسیم بھی اس وقت تھی جب اس دنیا میں تشریف رکھتے
تھے۔ کیا اب بھی حضور مال غنیمت تقسیم کرتے ہیں، لیکن بریلوی حضرات ایک
وقتی بات کو دائمی بنا رہے ہیں سب کام جو آپ دنیا کی زندگی میں کرتے
تھے اگر اب بھی جاری ہیں تو جہاد وغیرہ کہاں ہے، یوں کہنا چاہیے کہ آپ کے
فیوض و برکات جاری ہیں آپ کے آداب باقی ہیں، آپ کا دین اور سنت
آپ کے قائم مقام ہے۔

۳۔ آپ نے تو فرمایا بانٹنے میں میرا کوئی اختیار نہیں بلکہ
حکم کا پابند ہوں، جہاں حکم ہوتا ہے وہاں دتیا ہوں اور یہ لوگ کلی اختیار کا عقیدہ

نام کے ساتھ خازن کا لفظ بھی آیا ہے۔ یہ لوگ خازن کا مطلب سمجھتے
ہیں کہ خزانوں کا مالک لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ خازن کی
معنا حدت فرمادی ہے بشکوۃ شریف کتاب الزکوٰۃ میں خازن مسلم امین
الصلوات بیان فرماتی ہے کہ جہاں اسے حکم دیا جائے وہیں خرچ کرے۔ اس
میں اختیار اور عطائی نفی ہوتی ہے کیونکہ خزانچی کو ایک پیسہ خرچ کرنے کا بھی
اختیار نہیں ہوتا۔

مجاز کی بحث

خداوند تعالیٰ کی توحید بیان کرتے وقت یہ بات تو کہی جاتی ہے کہ اس
کی صفات بھی نرالی اور بے مثال ہیں اس کی ذات جیسی ذات، صفات جیسی
صفات، افعال جیسے افعال کسی کے نہیں ہیں۔ اور سمندر اتفاق سے جاہل قوموں
نے چونکہ خدائی صفات انبیاء اور پیار کے لئے ثابت کی ہیں اس لئے مجبوراً یہ
انسان ہی پڑتا ہے کہ خدا کے پیار سے خدائی صفات سے خالی ہیں لیکن یہ مقام
نازک ضرور ہے بعض توحید کے مدعی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جب تک رسولوں
کی بلند شان میں گستاخانہ اور بے باک کلمات نہ کہے جائیں خداوند تعالیٰ کی توحید
بیان ہی نہیں ہو سکتی یہ بھی مراسر غلطی ہے۔ اور محبت رسول کے دعویدار یہ سمجھتے
ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی توحید بیان کرنا، اس کی صفات کو غیروں سے نفی کرنا رسولوں
کی جناب میں گستاخی ہے، یہ بھی مراسر جہالت ہے، افراط و تفریط کے علمبردار
اس کشمکش میں ایک پہلو کو زیادہ روشن کرتے تو دوسرے پہلو کو دبا دیتے ہیں
اس لئے ادب اور بے ادبی کا کچھ معیار بھی ہونا چاہیے۔

۱۔ سب سے پہلا معیار نیت اور ارادہ ہے اور نیت کا اس معاملہ میں اتنا

دخل ہے کہ بے ادبی کے الفاظ نیت نیک ہو تو بے ادبی میں نہیں شمار ہوتا۔ مثلاً داجنا کا لفظ یہود کے حق میں ہے ادبی تھا کہ کیونکہ ان کی نیت خراب تھی۔ مسلمان بھی یہی لفظ کہتے تھے ان کو کچھ گناہ نہ تھا، اور خداوند تعالیٰ نے یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا اس لئے فرمایا کہ مسلمان کہنا چھوڑ دیں تو یہودی بھی رکھنا۔ ۴۔ جہاں توحید کا بیان چل رہا ہو وہاں خدائی صفات بیان کرتے وقت یہ کہہ پڑتا ہے کہ گناہ بخشنا، دعا قبول کرنا، پیدا کرنا، موت، زندگی، رزق، روزی، مصیبتوں کا دور کرنا، مشکلات کو آسان کرنا، اور دنیا کے تمام معاملات اللہ کے ہوا کسی کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ نہ ذاتی و عطا کی طرح نہ کیونکہ ذاتی کا تو کچھ جھگڑا ہی نہیں، البتہ یہود نصاریٰ اور دنیا بھر کے مشرکین اپنے جھوٹے معبودوں کے متعلق محفل کے قائل ہیں۔ اور مسلمانوں کے دین میں ایسی عطا کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ انبیاء کے لئے نواہیہ کے لئے واضح رہے کہ عطا کی کے ارکار کا مطلب یہ ہے کہ قدرت کے پیدا کئے ہوئے اسباب اور ذرائع سے مستغنی اور بے نیاز ہو کر مافوق الاسباب طور پر کوئی کام کرنا جیسا کہ خداوند تعالیٰ کائنات کے حکم سے کرتے ہیں کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ ورنہ عطا کا وجود تو مسلم ہے۔ اسباب کے دائرہ میں اختیار اور عطا تو تمام انسانوں کو حاصل ہے انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کے متعلق جو لوگ عطا کی قوتیں مانتے ہیں ان کا عقیدہ یہی ہوتا ہے۔ اسباب کے دائرہ میں دنیا والے جو خدا کی دی ہوئی قوتوں کو استعمال کر کے کام کرتے ہیں یہ ہماری بحث سے خارج ہے۔ اس تمہید کے بعد یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اہل سنت والجماعت جب انبیاء اور اولیاء سے خدائی صفات کی ذاتی و عطا کی دونوں قسموں کا انکار کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ سمجھنا چاہئے کہ اہل سنت والجماعت انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو معاذ اللہ بالکل عام لوگوں کے برابر سمجھتے ہیں اعدان میں کسی قسم کی بزرگی کے قائل نہیں ہیں حاشا دکلا ہرگز ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین میں ایسے عجیب و غریب اور عالی شان کمالات ہوتے ہیں جو ان کی کائنات

علیہم السلام کے کمالات اگر بیان کئے جائیں تو ظاہر میں عقلیں حیران رہ جائیں گی۔ حقیقت والوں کی عقیدت سرور پڑ جائے گی۔ وہ کمالات اس قسم

کمالات انبیاء

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم، ان کی عقل، ان کی کمالات، ان کا دیکھنا ہم سے بہت بہت بلند ہے جو کچھ وہ جانتے، دیکھتے سنتے ہیں، اگر ایک عامی آدمی کو یہ کیفیت نصیب ہو تو اس کی خیر، آرام، بھوک، اس نام نہانی نظام محفل ہو جائے۔ ان کا کمال یہ ہے کہ اس قدر بلند حقائق کا مشاہدہ کرنے کے باوجود جسمانی نظام کو قائم رکھنے کی ایسی بہترین مثال پیش کرتے ہیں جو ماقیامت ظاہری باطنی تسبیح کی حنا میں ہے۔ بھائی مسلمانو! ان کے کمالات میں صبر، دین پر مضبوطی اور بہت سے چلنا۔ نیت کا اخلاص۔ برائیاں میں خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ ارادہ کی پختگی اور العزمی۔ وقار، معانت، سخاوت، یقین، کمال، شرح صدر، امانت، یسوع بولنا۔ مخلوق پر رحمت اور مہربانی فرمانا پاک دانی قبول حق، غلبی، ادا، ساری دنیا کی محبت سے دل کا انقطاع، ہمیشہ اللہ کی حمد ثنا اور ذکر کرنا، شکر میں مشغول رہنا، مال کے بجائے علم عمل کا ورثہ چھوڑنا۔ بے نام نہ بانوں کا ترک، دنیا کی لذات میں کمی کرنا، دنیا کی آرائش اور زریب و زینت سے اعراض اور نفرت دین کی نشر و اشاعت اور اقامت دین جہاد فی سبیل اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ ظاہر باطن کی یک رنگی، توکل، تسلیم، رضایہ طبع ہونا وغیرہ وغیرہ۔ بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَسَارِمَ الْأَخْلَاقِ - ان تمام کمالات میں انبیاء علیہم السلام اپنی مثال ہوتے ہیں اولیاء امت کو یہ کمالات ان کے فیض و برکت سے درجہ بدرجہ نصیب ہوئے لیکن انہوں نے کہ بریلوی حضرات ان کا کمال

ہستیوں میں خدائی اختیارات کی کمی محسوس کرتے ہوئے اس قدر سبب لکھتے ہیں کہ سچی حقیقتوں کو بے حقیقت بنا چھوڑتے ہیں اور جب ہم منع کرتے ہیں کہ کو خدائی مقام دینا اس کی توہین اور بے ادبی ہے تو چلا آٹھتے ہیں کہ دیکھو بزرگ کی بے ادبی ہو گئی۔

اس تفصیل کے بعد مجاز کی بحث پر آئیے۔ ہر شخص کو خداوند تعالیٰ نے اپنے درجہ میں کچھ اختیارات عطا فرماتے ہیں مثلاً آنکھوں سے دیکھنا، کانوں سے سنا، دماغ سے سوچنا۔ پاؤں سے چلنا، ہاتھ سے پکڑنا وغیرہ۔ ان اعضاء کے ساتھ ہم جو کام کرتے ہیں وہ حقیقتاً ہمارا فعل ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں جو کام اس قسم کے کرتے تھے مثلاً کسی کو مال دیا۔ کسی کو نصیحت فرمال دین سکھایا وغیرہ وغیرہ وہ آپ کے حقیقی افعال تھے یہ قوتیں ہر شخص کو عطا کی گئی ہیں۔ ان قوتوں کی مدد سے ہم سب انسان جو کام بھی کرتے ہیں وہ ہمارے افعال کا درجہ ہے۔ لیکن اذن الہی یہاں بھی شرط ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ نہ چاہے تو اسباب فرائع اور وسائل بے کار ثابت ہیں۔ بندہ کے اختیار کا درجہ یہی ہے یہ بندگی کا درجہ اور دستور ہی معمول ہے۔ اس درجہ میں نہ بندہ پر خدائی کاشیہ پڑتا ہے نہ شک و شبہ پیدا ہو سکتا ہے دوسرا درجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ پر معجزات اور اوایاد اللہ کے ہاتھ پر کرامات ظاہر ہوتے ہیں یہ چیزیں ان کی صداقت اور اسلام کی صداقت کے دلائل اور ثبوت ہیں اس لیے ان کو آیات کہا جاتا ہے ان کو ظاہر کرنا یا نہ کرنا فقط ارادۃ الہیہ پر موقوف ہے۔ انسانی کوشش اور قوت کا اس میں ذرہ برابر دخل نہیں ہے چنانچہ رسالہ رضوان بھی لکھا ہے۔

ریحی علیہ السلام کے ذریعے جو مردے زندہ ہوئے اور مریض صحت یاب ہوئے وہ حقیقت میں صرف اللہ ہی کا فعل تھا اور حقیقی طور پر اس فعل میں حضرت عیسیٰ کا کوئی دخل بھی نہ تھا، (چراغ ہدایت ص ۱۱) یہاں تک تو ربیوی ہمارے ساتھ چلتے ہیں لیکن تنازع اس بات میں ہے کہ:

اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اوایاد کے کرامات کو ان کی طرف منسوب کرنا ان کا فعل ہے انہوں نے ایسا کر دکھایا وغیرہ کہنا جائز ہے یا نہ اور جائز ہے کہ نہیں؟

مفسر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ میں صدقات اور فتوحات کا مال تقسیم فرماتے تھے ان میں سے اس کے متعلق فرمایا کہ اللہ کے رسول نے مال دے کر فلاں شخص کو مال دیا اس کو مال دیا وغیرہ قرآن آیات سے یہ دلیل نکال کر تیا مت ساری رسول کو مال دولت اولاد وغیرہ وغیرہ سب چیزیں آپ دیتے ہیں اس عقیدہ کی صداقت کیا ہے؟

معجزہ دکھانے اور غیبی علوم کو دریافت کرنے کی انبیاء کے پاس مستقل قوت یا خداوند تعالیٰ جب چاہیں اس چیز کو ظاہر فرماتے ہیں؟

مجازی نسبت قائم کرنے کا حق ہر شخص کو پہنچتا ہے، یا اس میں کچھ شرائط ہیں؟ پہلی بات یعنی معجزات کو مجازی طور پر انبیاء کا فعل قرار دینا اس کی حقیقت

یہ ہے کہ مجاز عقلی کے طور پر خاص خاص حالات میں مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے ہمارا عقل یہ ہے کہ کسی کام کو اس کے حقیقی فاعل وغیرہ کے سوا کسی دوسرے شخص

کو منسوب کر دیں جو حقیقی طور پر اس کام کو کرنے والا تو نہیں ہے لیکن سبب وقوعہ کے درجہ میں ہے جیسے فلاں بادشاہ نے فلاں شہر یا پل بنایا۔ بنانے والے

تقدیرت میں مژدہ دار اور محارہ ہوتے ہیں لیکن اس کے بننے میں بادشاہ کا بھی تعلق ہے اس لیے نبویا کی بجائے مجازی طور پر بنایا کہہ دیا جاتا ہے یا جیسے آدھ لکڑی

چیر رہا ہے، لکڑی چیرنا انسان کا کام ہے آدھ ایک ہتھیار ہے اس واسطے یہ اول اس کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس میں ایک شرط یہ ہے کہ ایسے موقع پر کوئی قریب

اور علامت اس بات کی ضرور موجود ہوئی چاہے کہ یہاں مجاز ہے۔ کیونکہ لکڑی چیرنا کا قول اس کے عقیدہ کے مطابق حقیقی فاعل کی طرف منسوب ہے۔ اگر مسلمان

یہی لفظ کہے تو مجاز سمجھا جائے گا دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی طرف مجازی

نسبت کی جاتی ہے اس فعل میں اس کی علامت یعنی عمل دخل ضرور ہوتا ہے جیسا کہ ری اور بادشاہ کی مثال میں گزرا اور نہ نسبت مجازی کی گنجائش نہیں ہے اس قاعدہ کو معلوم کرنے کے بعد بریلوی حضرات کی وہ بیس عبارتیں پھر پڑھیں جو کو بندہ نے نمونہ لکھا ہے۔ ان عقائد میں تمام صفات خداوندی اور ساری طاقتیں اعیانہ ادویا کے لیے تسلیم کی گئی ہیں، سینکڑوں کتابیں اور ہزاروں وعظرات و عوام الناس کو یہی تلقین کر رہے ہیں کہ سب کچھ انبیاء و پیام کو دے دیا گیا ہے مال عوام کو انبیاء و ادویا کے حقیقی اور سچے کمالات کے اعتبار سے محروم کرنے کی یہ اچھی سکیم ہے کہ ان بزرگوں کے پاس خدائی اختیارات ہیں، ان سے مانگو، مانگو سب کچھ مانگو۔ گویا کہ وہ دین سکھانے نہیں آئے تھے تو کیا بانٹنے آئے تھے ناظرین! آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے ارشادات میں پڑھیں کہ ہیں کہ یہود نصاریٰ اور مشرکین سب کے سب بزرگوں میں عطائی اختیارات مانتے تھے۔ بریلوی حضرات ان سے ایک قدم آگے ہیں۔ ان لوگوں نے مجازاً لفظ ایک نامشی درجہ میں رکھا ہوا ہے کہ اس کی آڑ میں حضرات علماء و یونہی گرفت سے بچنا چاہتے ہیں۔ لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب نے عطا کو حقیقت کی قسم بنا کر بات کو صاف کر دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ ہر غیر خدا کے متعلق خواہ شیطان ہو تمام دنیا کے انتظامات مارنا جلانا وغیرہ وغیرہ کو منسوب کرنا شرک نہیں ہے۔ یعنی توحید ہے۔ دیکھو حوالہ ۱۹ یا درج ہے کہ آسمان زمین اور ساری کائنات کو پیدا کرنا بھی مگر میں میں داخل ہے اور کوئی شخص اگر یہ کہہ دے کہ فلاں جا تو رہا فلاں کہتے ساری دنیا پیدا کی، اور سب جہان کو رزق روزی مال اولاد و زندگی موت دی تو بریلوی علم کلام میں یہ شرک نہیں ہوگا توحید ہوگی۔ سمجھو مگر کویتی انور کو غیر خدا کی طرف منسوب کرنا ہے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ انور بریلوی توحید بھی تودہ درودہ کا تالاب ہے۔ چھو واسطی الثبوت اور

بریلوی مستقل قوت ضرور ہو تو توازن کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے فرمایا اِنْ يَكُنْ اَلْفٌ يَعْلَمُوْنَ اَلْعَلَمِیْنَ بِاِذْنِ اللّٰهِ بآ۔ ۵۰ ہزار آدمی میں سے ایک ہزار، دو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے اللہ کے اذن سے یعنی حکم سے۔ اگر مسلمانوں کے پاس کوئی حقیقی عطائی قوت ہوتی تو حوصلہ اور دل اپنے کی ضرورت کیا تھی؟ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات یکساں تھے اللہ کا لفظ بکثرت آیا ہے یعنی قوانین فطرت اور دستور قدرت کو توڑنے کی ان میں کوئی مستقل قوت نہ تھی، بلکہ اللہ کے حکم اور ارادہ سے ان کے ہاتھ پر یہ سب ظاہر ہوئے۔ اس پلے وہ خدا نہیں ہیں۔ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عطائی قوت کے ساتھ توازن الہی کا لفظ آتا ہے اور آسکتا ہے لیکن حقیقی کے بعد خواہ عطائی توازن اللہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس بحث کے بعد ہم مقصد پر آتے ہیں۔

بریلوی حضرات انبیاء کرام و ادویا عظام کے لیے حقیقی عطائی قوتوں کے قائل ہیں اس لیے رسالہ رضوان کا یہ کہنا کہ ہم مجازی عطائی کے قائل ہیں اپنی علامت کے بزرگوں کے سراسر مخالف ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے۔ اور جب حقیقی عطائی مانتے ہیں تو مانگ قادر وغیرہ تمام الفاظ ان کے اسی درجہ میں شمار ہوں گے۔ اور یہ الفاظ تو ہمارے مشرکانہ ماحول میں عطائی طور پر ہی شرک کا وہم پیدا کرتے ہیں اس لیے مقرر ہیں بہر حال حقیقت کا اعتقاد رکھنے کی وجہ سے ان کے تمام عقائد تمام نظم و نشر اور تمام کتابوں میں جہاں کہیں ایسے الفاظ ملیں گے مجاز پر محمول نہیں ہو سکتے یہی وجہ ہے کہ سلطان عبدی چونکہ جاہلی شاعر تھا اس لیے اس کے قول اَشَابُ الصُّفَیِّیْنَ وَ اَفْنٰی الْکَلْبِیِّیْنَ... الخ کو مجاز پر محمول نہیں کیا گیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے خیال میں یہ بستی حقیقی ہوں، یا حقیقی عطائی دیکھو تلخیص مختصر عطائی مطبول وغیرہ بحث اسناد مجاز عقلی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہاں کوئی صاف علامت اس بات کی موجود ہو کہ کہنے والا مجازی طور پر کہہ رہا ہے۔ اگر کہنے والا خود کہہ دے کہ میں

عطائی کے ساتھ حقیقی کا لفظ ملا کر اسے آنا بھاری کر دیا کہ اب اس لفظ کا اٹھنا محال ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ ایسی عطائی دلیل بھی قرآن حدیث میں نہیں ہے اور اس کے خلاف بے شمار لائق صریح قرآن حدیث میں ظاہر موجود ہیں۔ لیکن مجازی عطائی کا لفظ تو پھر بھی بعض مواد میں قابل برداشت خطاب حقیقی عطائی کا ثبوت کہاں سے لائیں گے۔ اب ان کے پاس بھاگنے کی گلی صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ بزرگ جو خدائی کام کرتے ہیں، تو اذن الہیٰ کرتے ہیں۔ اور یہ کہ اذن الہیٰ کے سوا ایک پتہ بھی نہیں مل سکتا۔ اور مشرکین عطائی کے ساتھ اذن کے قائل نہ تھے۔ ہم اذن الہیٰ کے قائل ہیں، جو ابامریض ہے کہ لوہا آگ میں پڑ کر آگ بن جاتا ہے تو حقیقی آگ بنتا ہے اور اس میں جلانے کی طاقت خود بخود اپنی ذات میں موجود ہوتی ہے اُس کو جلانے وقت آگ سے اذن اور اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور واسطی الثبوت کا مطلب یہی ہے۔ جب آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاء ادبیاء کو بطور واسطی فی الثبوت خداوند تعالیٰ نے تو میں عطائے مائی ہیں تو پھر اذن اور اجازت کا کیا سوال باقی رہ گیا اگر اذن باقی ہے تو حقیقی عطائی کیا؟ اور حقیقی عطائی ہے تو اذن کیا؟ مولوی احمد رضا صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ معجزہ دکھانے کی قوت انبیاء میں موجود ہے جب چاہیں دکھائیں تو اس کے بعد اذن پر متوقف کوئی چیز رہ جاتی ہے۔ اذن کا لفظ تو حقیقی اور مستقل قوت کی نفی کرتا ہے۔ عطائی قوتوں کے ساتھ تو اذن کا لفظ کچھ معنی رکھتا ہے لیکن جب عطائی حقیقی ہو اور اتنا صاف حقیقی ہو اور بطور واسطی فی الثبوت ہو تو پھر بھی اذن کی گنجائش کیا باقی رہتی ہے؟ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَهَزَمُوهُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ یعنی طاقت کے لشکر نے طاقت کے لشکر کو شکست دی اللہ کے حکم اور ارادہ سے یہاں اذن کا لفظ اسی لئے ہے کہ نبی اسرائیل میں دشمن کو شکست دینے کی کوئی مستقل قوت موجود نہ تھی یہی وجہ ہے کہ کئی دفعہ شکست بھی کھائی۔ یہودیہاؤں کو

طاقت کے ارادہ سے کہہ رہا ہوں تو پھر مجاز کے کیا معنی؟ معلوم ہوا کہ بریلوی نے اس پند نشین اس معاملہ میں سخت مخلوک ہے اور اس جماعت کے عوام کے لئے ان افعال قبر پرستی سجدہ سجود وغیرہ بھی اس بات کی تائید کرتے ہیں اور بریلوی دراصل بریلوی ملازم کی پیدا کردہ ہے ان عوام کی بیٹھ ٹھونکنے والے ملازم ہیں جو خدائی اختیارات بزرگوں میں ثابت کرتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ ہر شخص کلام میں مجاز عقلی، کنیہ تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور تمام لفظی معنوی مقامات استعمال ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ مجاز کو حقیقت اور حقیقت کو حقیقت قرار دے رہے ہوں ان کا معاملہ اور ہے، سلیم بطح مرتبہ شناس حضرات کی بات ہے حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند کے کلام میں اصطلاحات علم معانی و لغت اور صنائع بدائع کا استعمال کیوں نہ ہوتا جب کہ ہم لوگ مجاز کو مجاز کہتے ہیں اور حقیقت کو حقیقت۔ اس تفسیر سے رسالہ رضوان کی اس تمام ہرزہ الی کا جواب نکل آیا جو پیرایہ ہدایت میں ص ۱۸۷ تک درج ہے۔

ثانیاً عرض ہے کہ جو شخص انبیاء کرام کے معجزات کو ان کے اختیار میں سمجھتا ہے وہ شخص جب کہے گا حضرت جبریلؑ نے حضرت مریم کو بیٹا دیا اور عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے تو اس غلط اعتقاد کی بنا پر کہے گا اس لیے اس کا معاملہ حقیقت ہے کیونکہ مجاز میں یہ شرط ہے کہ کہنے والا مسلمان ہو۔ وَصَلُّوْهُ مِنَ الْمَوْتِ اور جو شخص معجزات کو اختیارات الہی میں سمجھتا ہو وہ بڑے احتیاط سے قرآن اور تفسیر کی روشنی میں بات کرے اس کو گنجائش ہے دیکھو اِنْ هَبْ نَفْخَ هَاجَاتٍ كَیْفَا (سورہ مریم) سے پہلے رُسُوْلٍ رِبْلَکَ موجود ہے۔ یعنی حضرت جبریلؑ حضرت مریم کو فرماتے ہیں مجھ کو تیرے رب نے اس کام کے لئے بھیجا ہے کہ تجھ کو پاکیزہ لڑکا بخش دوں یعنی بیٹا دینا میرے اختیار کی بات نہیں ہے۔ میں ہر کسی کو بیٹا نہیں دیتا پھر تا بلکہ صرف تجھ کو اللہ کے حکم سے بخشے آیا ہوں۔ حضرت جبریلؑ خداوند تعالیٰ کی شخصیت سے کہ آئے تھے، اس لئے

بخشش کا لفظ استعمال کیا۔ دیکھو یہاں پہلے رسول کا لفظ قرینہ اور علامت ہے اس بات کی کہ بخشش مجازی طور پر ہے۔ اسی لیے معلوم ہوا کہ ایسا ظاہر آزادی سے استعمال کرنا جہاں شرک کا احتمال ہو خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں ہے مگر یہ یلوی حضرات ان باریکیوں کو چھوڑ گئے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ مجازی طور پر کوئی کام اس شخص کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جس کا اس کام میں کچھ عمل و فعل ہو جیسا کہ آپ آدمی اور بادشاہ کی مثال میں پڑھ چکے ہیں۔ بخشش حضرت جبریل کی طرف اس لیے منسوب ہوا کہ انہوں نے خدا کے حکم سے چھونک ماری تھی اور وہی چھونک عیسے علیہ السلام کی پیدائش کا سبب بنی اور آج جو یہ یلوی حضرات پیر بخش نبی بخش وغیرہ نام رکھتے ہیں تو یہاں چھونک کا کیا تعلق؟ پھر یہ قیاس کس قدر غلط ہے۔ پھر یہ بھی دیکھو کہ حضرت جبریل کے متعلق بھی کوئی شخص یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ سب لوگوں کو بیٹا دہی دیتے ہیں۔ آپ لوگ غیر خدا کی طرف تمام تکوینی امور کو منسوب کرنے کی کیا دلیل رکھتے ہیں؟

بقایا بریلوی عقائد

۱۔ احکام خداوندی بھی حضور کے قبضہ میں ہیں جو چاہیں جس پر چاہیں حرام حلال کر دیں، جو چاہیں معاف کر دیں۔ (بہار شریعت حصہ اول)
تیسرا عقیدہ :- حضور علیا الصلوٰۃ والسلام ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔
شرح استدلال میں یہ عقیدہ یوں بیان کیا گیا ہے :-
”روز اول سے روز آخر تک کے ذرے ذرے کا علم حضور کو عطا ہوا تمام جہان حضور کے پیش نظر ہے، دونوں کے خطروں یعنی خیالات سے آگاہ ہیں۔“ (صفحہ ۱۰۵ نوری کتب خانہ)
اس مسئلہ کی قدر سے تفصیل بندہ کے رسالہ حیات النبیؐ میں موجود ہے

۱۔ عقیدہ :- خود خدا نے حکم دیا اے محمدؐ سب کو اپنا بندہ کہو۔
(شرح استدلال ص ۱۰۵ نوری کتب خانہ)

۲۔ عقیدہ :- جبریل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا ہے۔
یہ عقیدہ شرح استدلال ص ۱۰۲ پر مذکور ہے عنان اس کا یہ ہے کہ جبریل امین نے حضرت مریم کو بیٹا دیا۔ قرآن مجید نے مسیح علیہ السلام کو رسول بخش کہا ہے۔

۳۔ عقیدہ :- خدا بھی حضور علیہ السلام کا حکم ماننا ہے اطاعت کرتا ہے۔
شرح استدلال ص ۱۰۱، ص ۱۰۲ بے شک حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم میں تمہا حاکم ہیں۔
۴۔ عقیدہ :- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری خدائی قوت دی گئی ہے۔
سب ہی تر خدا کی طرح ممتاز رکھے ہیں۔ اور نائب کل (شرح استدلال)
(اس کا بیان کچھ بیس سوالوں میں گزر چکا ہے)

۵۔ عقیدہ ۱۔ بزرگوں کی قبروں کا طواف جائز ہے۔ قبر پر رخصت رکھنا۔
بزرگوں کو پوجنا، اپنے آپ کو پیر پرست کہلوانا، الکو کہ ص ۱۰۴ ان کی پرستش جائز ہے کیونکہ اصل میں اللہ کی پرستش ہے۔

۶۔ یہ روضہ اقدس کا طواف کرنے والے تابعین یا اول درجہ تابعین تو ضرور تھے۔ (کو کہ شہابریہ ص ۱۰۵ نوری کتب خانہ)
حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کو مسلمان پیروں کی طرح پوجتے ہیں۔
(الامن والاعلیٰ ص ۱۰۲)

یہ قول شاہ عبدالعزیزؒ کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر حوالہ ندارد بہر حال بطور سند بیان کیا ہے۔

۷۔ عقیدہ :- بزرگوں کے نام کی نذر، سنت چڑھنا، چڑھانا جائز ہے۔
(شرح استدلال ص ۱۰۴، ص ۱۰۵)

دسواں عقیدہ: حضور کو رب کہنا شرک نہیں جب کہ مجاز مراد ہو۔

(الامن والعلی ص ۳۹)

گیارہواں عقیدہ: حضور ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔

(الامن والعلی ص ۸۵)

بارہواں عقیدہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گناہ بخشے ہیں (الامن والعلی ص ۸۴)

تیرہواں عقیدہ: قرآن و حدیث کے خلاف بزرگوں کے قول کی سند پر

جائز ہے۔ مطبوعہ نظامی پریس بدایوں شرح استدلال ص ۱۲۹ پر لکھا ہے۔

”بہرندہب میں بعض قول ایسے ہیں کہ ظواہر کتاب و سنت سے ان

کے خلاف استدلال ہوتا ہے اور اس کے علماء باتباع امام

مذہب کے ان میں تاویل کرتے ہیں۔“

اولیاء اللہ عالم الغیب نہیں غیب دانی ان کے اختیار میں دے دی گئی

ہے جب چاہیں غیب کی بات معلوم کر سکتے ہیں۔ (الامن والعلی ص ۲۰)

بنالیتا ہے سگھلاں آپ ساجس پچنات ہو

خدا سے کم نہیں عز و جلال اس دید کے سگھلاں کا (مدح غوث الاعظم)

اولیاء اللہ کی قبروں کا حج کرنا جائز ہے جنت و دوزخ کی کنجیاں حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے ہاتھ مبارک میں دے دی گئی ہیں جس کو چاہیں اپنے اختیارات

سے جنت عطا فرمائیں یا جہنم۔ یہ عقیدہ مولانا احمد رضا صاحب نے الامن والعلی

اور سلطنت المصطفیٰ میں مفصل لکھا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ پھر شفاعت کی کیا

ضرورت رہی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی شل پیدا کرنے سے عاجز ہے۔ مگر اہل سنت کے عقیدہ میں قادر ہے۔ عام

اور مجبور نہیں ہے مگر اپنے اختیار سے ہرگز ہرگز پیدا نہیں کرے گا، مکتوبات

حضرت یحییٰ سینری کی عبارت ملاحظہ ہو۔

”اگر خداوند تعالیٰ چاہیں تو ایک لحظہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے لاکھوں

پیدا کر سکتا ہے یہ مکتوب نمبر ۳۵

پیر پرست ایسے عقائد پر قرآن حدیث اور بزرگوں کے اقوال سے دلیل

میں لاتے ہیں۔ مگر الفاظ کو اپنے معنی پہناتے ہیں۔ مجاز اور عرف کی اثر میں حقیقی

سبب قائم کرتے ہیں۔ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے فتاویٰ عزیزی

میں ایسے لوگوں کو مشرک مسلمان فرمایا ہے۔

ان عقائد کا تجزیہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ الفنون الکبیر فی اصول التفسیر ص ۵

میں فرماتے ہیں:

”اگر تجھے مشرکین (عرب) کی صورت حال اور ان کے عقائد کے

مشغول توفیق ہے تو اس زمانہ کے پیشہ ور مولویوں اور پیروں

کے حالات دیکھ سے کہ ولایت کو کیا سمجھے بیٹھے ہیں۔ پہلے زمانہ کے

اولیاء کی ولایت کو مانتے ہیں اور اس زمانہ میں اولیاء کا پیدا ہونا

ناممکن سمجھتے ہیں وہی وجہ ہے کہ بزرگوں کی تلاش اور اتباع کو چھوڑ

کر، قرار آستانوں پر جاتے ہیں۔ کئی طرح کے شرک کرتے ہیں۔

تشبیہ اور تحریف ان میں آچکی ہے۔“

تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات میں انسانوں جیسی صفات ثابت

کی جائیں مشرکین کہتے تھے کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کی سفارش قبول کر لیتا ہے

اگرچہ اس کام پر خوش نہ ہو جس طرح بادشاہ اپنے درباریوں کی بات مجبوراً

مان لیتے ہیں، کہ سلطنت کا انتظام خراب نہ ہو۔

ناظرین: اس جگہ غور فرمائیں کہ ہماری قوم اس مرض میں کس قدر مبتلا ہے؟ پیر

پرستوں کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب دنیا کے بادشاہوں کے پاس

وسید اور سفارتش کے بغیر کام نہیں جتا تو خدا کے ہاں وسیلہ کے بغیر ہماری درخواست کس طرح پہنچ سکتی ہے؟ دیکھو خداوند تعالیٰ کو دنیا کے بادشاہوں سے ملا دیا۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ - وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ -

شاہ صاحب اس عقیدہ کو تشبیہ کفار کا عقیدہ قرار دیتے ہیں۔

تحریف - یعنی کفر و شرک کی رسوم سے اسلام کا حلیہ بدلنا۔ ہمارے
رضائے بھائیوں میں یہ بیماری بھی کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ اور حدیث رقم
منور پہلی قوموں میں یہ دو فحاشی و مشرکین کی راہوں پر چلو گئے ان کے مطابق ان
شرک کی آفتوں کو اختیار کرنے والے کچھ لوگ آج بھی موجود ہیں حضرت مولانا شاہ
عبد العزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیزی میں زیر آیت اِنَّا كُنَّا لَعَبْدُ
اِنَّا كُنَّا لَعَبْدُ - قوائے ثلاثہ کی افراد و تصریط کے بیان میں فرماتے ہیں :-

”یا اماموں اور ادیانوں کا رتبہ انبیاء کے برابر قرار دے۔ اور پیغمبروں کے لئے خدائی کے لوازمات مثلاً علم غیب بالا استقلال۔ اور ہر جگہ ہر شخص کی فریاد سننا۔ اور سب کاموں کی قدرت ماننا، اور روحانیوں، ولیوں کی تصویروں، مجسموں، قبروں، تحزیروں کے پرے میں عبادت کرنا، برزق اولاد، نوکری، عہدہ کی ترقی ان سے مانگنا، اور ان کی درخواست، یا سفارش کو خدا کی جناب میں جواب قبول سمجھنا، اگرچہ خدا تعالیٰ کو وہ کام پسند نہ ہو، یہ سب حد سے بڑھنے والے کام ہیں۔“

انبیاء کے برابر قرار دینا تو کجا، ہمارے زمانہ میں ہر سدا اپنے پیر کو نہیں سے بڑھا رہا ہے۔ دیکھئے :-

شعر :- غنور و ملک ملک پر فرشتے زمیں پر تیرے

خادم ہیں دست بستہ حیاروں کتاب والے

شعرا کا مطلب یہ ہے، کہ آسمان پر چوریں اور فرشتے، اوز زمین پر چاروں کتاب والے

حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور
 کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جماعت علی شاہ صاحب کے خادم ہیں۔ اور
 ان کے کتاب والے کا مطلب اگر اُرتی لئے جائیں تو صحابہؓ اور تابعین سب
 شاہ صاحب کے خادم ہوں گے۔ یہ شعر اور ایسے کئی اشعار رسالہ انوار النورانیہ
 علی پور شریف میں شائع ہوئے رہے ہیں اور لطف یہ ہے کہ ایسے اشعار
 مستند الوں کو تقریبی تمغا اور دستار شریف کا انعام ملا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ
 اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نیز شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فلا تجعلوا اللہ انداداً کی تفسیر میں مشرکوں کے بیان میں فرماتے ہیں :-

جو تھو فرقہ پیر پرست لوگ ہیں کہ جب کوئی بزرگ زیادہ عبادت اور ریاضت کی وجہ سے مقبول استجاب الدعوات اور مقبول شفا ہو جاتے ہیں تو اس جہان سے جانے کے بعد ان کی رُوح میں بڑی قوت اور وسعت پیدا ہو جاتی ہے جو شخص اس کی صورت رکھے، یا اس کے بیٹھنے اُٹھنے کی جگہ میں، یا اس کی قبر پر عاجزی کرے تو اس بزرگ کی رُوح کو آزادی اور فراخی کی وجہ سے اطلاع مل جاتی ہے اور وہ رُوح دنیا اور آخرت میں اس کی سفارش کرتی ہے نیز ایک فرقہ مشرکوں کا وہ ہے جو فرج ہند اور قربانی میں بڑے کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں، اور ایک فرقہ مشرکوں کا وہ ہے جو علم اور قدرت کی وسعت کو بیان کرتے ہوئے دوسروں کو اللہ سے جا ملاتے ہیں۔ چنانچہ نسائی شریف اور ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی جو خدا چاہے اور آپ چاہیں آپ نے ارشاد فرمایا جَلَلْتُہُ ذِیْنَدَا تو نے مجھے اللہ کا شریک

تھہرا بَلَىٰ مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ بَلْكَ يُولُو كَبُوجُو چاہے
 اللہ وحدہ لا شریک۔ نیز مسند امام احمد ابو داؤد شریف نسائی
 شریف اور ابن ماجہ شریف میں خلیفہ بن یحییٰ سے روایت ہے
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایسا نہ کہو جو چاہے اللہ
 اور فلاں بلکہ یوں کہو، اللہ بھیر فلاں
 نیز آیت لَا يَقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ کے تحت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث
 دہلوی فرماتے ہیں:-

”یہ کلام اہل کتاب، اور ان کے ہم خیال لوگوں، یعنی انبیاء اولیاء کی
 اولاد، اور بزرگان دین سے توسل کرنے والوں کی تردید کے لئے
 ہے۔ جو آپ کو بزرگوں کے توسل اور تعلق کی وجہ سے خدا کی پکار
 سے بے خوف سمجھتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ کفر، شرک اور دوسری تجاہل
 بدیوں کے باوجود بزرگ ہمیں چھڑالیں گے، فرمایا جس شفاعت
 پر تم مغرور ہوؤ وہ نہیں ہوگی، کیونکہ شفاعت ہر شفاعت کرنے
 والے کی اذن الہی پر موقوف ہے۔“
 نیز مَنْ يَتَّخِذْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا کے ماتحت فرماتے ہیں:-

”بعض لوگ ان میں سے اردو، مدبرہ، مخلوق پر موقوف فرشتوں سے
 یا میروں، ولیوں، عبادت گزاروں، راہبوں اور علماء سے خداوند
 تعالیٰ کے اصلی اور حقیقی معبود ہونے کا خیال نظر انداز کرتے ہوئے
 خدا کے برابر محبت کرتے ہیں، اور زمین پر بنائیاں ان کے نام کی
 کرتے ہیں، اور ان کے قول کو قرآن حدیث میں غور کے بغیر وحی
 الہی کے برابر سمجھتے ہیں، بلکہ بعض ان میں سے بزرگوں کی تصویریں
 قبروں، عبادت خانوں، مکانوں اور بیٹھنے کی جگہوں سے وہی
 جگہوں کرتے ہیں جو مسجد اور کعبہ میں خداوند تعالیٰ کے متعلق کیا

جاتا ہے مثلاً زمین پر سر رکھنا، طواف کرنا، ہاتھ پر ہاتھ رکھنا، کھڑے
 ہو کر شکل میں کھڑا ہونا، وغیرہ۔ حالانکہ یہ محبت ان کی خدا پر ایمان
 لانے کے تقاضا سے نہیں ہے تاکہ خدا کے نزدیک مفید ہو اور
 اس کی رضامندی حاصل ہو۔ کیونکہ یہ حد سے گزری ہوئی محبت
 ہے۔ ایمان میں یہ ضروری ہے کہ خالق اور مخلوق کی محبت میں فرق
 کیا جائے۔“

محبت

یہاں پہنچ کر یہ بات بھی ضروری ہے کہ محبت کیا چیز ہے؟ کس طرح
 پیدا ہوتی ہے؟ کیونکہ اہل بدعت ہمیشہ بدعات کا ارتکاب محبت کی آڑ میں
 کرتے ہیں، اور جو شخص شور و غل اور خیرہ بازی میں ان کا ساتھ نہ دے اس کو
 بے ادب اور محبت سے خالی سمجھتے ہیں مگر ان کی محبت ہمیشہ الفاظ تک محدود
 ہوتی ہے۔ اتباع سنت کے جذبہ سے محروم ہونا ان کی بہت بڑی علامت
 ہے۔ ان کا عقیدہ ہے اور اصل الاصول ہے کہ بزرگوں کی محبت سے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ملتی ہے اور حضور کی محبت سے خدا کی محبت ملتی
 ہے۔ حالانکہ یہ مفروضہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے ملاحظہ ہو حدیث ترمذی شریف:-
 عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 احْبَبُوا اللَّهَ لِمَا يُحَدِّثُكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَاحْبَبُونِي رَحِبَ اللَّهُ وَاحْبَبُوا
 أَهْلَ بَيْتِي الْحَبِيبِي۔

ترجمہ:- اللہ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں طرح طرح کی نعمتیں عطا فرمائے
 ہے اور مجھ سے محبت کرو خدا کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت سے
 محبت کرو میری وجہ سے۔

سو من جب نظام عالم پر ایک نظر ڈالتا ہے تو کائنات کا ایک ایک ذرہ اسے انسان کی خدمت کے لئے مستحضر نظر آتا ہے۔ پتھروں سے لے کر ہوتے درخت۔ اناج اگلنے والی زمین۔ درودھادو گھی کے خزانے (مواشی جلتی ہوئی ہوائیں ہواؤں میں بھٹکتے ہوئے بادل، بادل میں بھرے ہوئے پانی کے دریائیں آسمان زمین کی ہر ایک چیز کو دیکھ کر مالک کا ثنوی احسان ہوتا ہے۔ اسی احسان سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا انداز بیان یہی ہے۔ یعنی نعمت سے شکر کی طرف توجہ۔ قرآن کریم کی نظریں اللہ کی معرفت، محبت، اطاعت، سب چیزیں نعمت شناسی سے حاصل ہوتی ہیں کیونکہ نعمت شناسی سے نعم شناسی حاصل ہوتی ہے۔ نعمت کی دو قسمیں ہیں، ظاہری اور باطنی، ان سب نعمتوں سے اعلیٰ اور ارفع نعمت ذاتِ بابرکات اَل سُرُورِ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی ہے، کیونکہ یہ حساب نعمتوں کے ہوتے ہوئے خداوند تعالیٰ کے فقط ایک نعمت کا احسان قبلا یا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا اَلَا يَرٰ جِبْرٰیْلُ سے محبت پیدا ہوگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا پیدا ہونا لازمی ہے یہاں رسول بارگاہِ محبت کے پیغامبر بھی ہیں اور صحرائے شریعت و معرفت کے راہبر بھی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسلام کی نظر میں محبت کا اصل اور حقیقی مرکز فقط خداوند تعالیٰ کی ذات ہے یہی اسلام کی امتیازی توحید ہے کہ انسان کے دل کی گہرائیاں خدا کی محبت کے سوا کہیں بھی تقسیم نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اذان اور اقامت میں اللہ کے نام کے بعد رسول اللہ کا رگایا ہے تاکہ اللہ اکبر کے بعد رسول اللہ کی عظمت دل پر اثر ڈالے۔ اسی لئے قرآن کریم میں

ارسٹاد فرمایا ہے۔ یعنی اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو میری تابعداری کرو گویا اصل مرکز خدا ہی کی محبت ہے اور اس کا صحیح معیار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ہے، نعرہ بازی نہیں۔ اب جو شخص خدا سے تعالیٰ کی محبت کا مدعی ہے

مگر اتباع رسول سے محروم ہے، یا رسول کی محبت کا دم بھرتا ہے۔ مگر خداوند تعالیٰ کی عظمت و محبت سے خالی ہے وہ سر اسرارِ حق کے ہیں ہے۔ رسول کی محبت ذاتی نہیں بلکہ اس لئے ہے کہ وہ بارگاہِ عزت کا رسول ہے۔ اپنے دہی اور من گھڑت قیاسات سے رسول کی محبت کو غلط ہے۔ عیسائی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں مگر خدا کا رسول سمجھ کر نہیں کرتے، بلکہ خدا کا ایسا سمجھ کر کیا یہ محبت صحیح ہے؟ اور یہودی جو عیسیٰ علیہ السلام سے دشمنی کرتے ہیں تو کیا دشمنی ٹھیک ہے؟ پس صحیح محبت اور صحیح عداوت وہی ہے جو رضائے الہی کے لئے ہو باقی محبتیں اور عداوتیں سب جہالت اور وہم پرستی کے مسئلہ کو پیدا کرتی ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سامنے آتے ہیں ان کی محبت اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا تعلق ہے۔ یعنی ان سے محبت رسول کے لئے کی جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت خداوند تعالیٰ کے لئے ہو، اسی طرح تعلق و تعلق میں محبت کا سلسلہ اور بھی وسیع ہوتا جائے گا، مگر اصلی محبت فقط خداوند تعالیٰ سے ہے، باقی محبتیں اس کے لئے ہیں۔

دینے والا کون ہے؟ مانگنا کس سے چاہیے؟

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھا آپ نے ارشاد فرمایا، اسے لڑکے اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو اللہ تجھ کو دنیا آخرت کی مصیبتوں سے بچائے گا، اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو اسے اپنے روبرو پلئے گا ان حقوق میں وہ حقوق ہیں اور

جب بھی تجھے مانگنا ہو تو اللہ سے مانگ اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ اور اس بات کو سمجھ لے کہ اگر سب لوگ تجھ کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو ہرگز ذرہ بھر نفع نہیں پہنچا سکتے مگر وہی چیز جو اللہ نے تیرے لیے مقدر کر رکھی ہے، اور اگر سب لوگ کچھ تکلیف دینے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو کچھ ضرر نہیں دے سکتے۔ سو اس چیز کے جو اللہ نے تجھ پر لکھ دی ہے، قلم اٹھانے لگا اور کاغذ سوکھ چکے۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ سند امام احمد بن حنبل و ترمذی شریف)

اس حدیث شریف کی وضاحت ہم علامہ علی قاری مشہور و معروف حنفی عالم کی زبان سے لکھتے ہیں جن کو بریلوی حضرات بہت مانتے ہیں۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵، ص ۹۱ :-

قَالَ الطَّبِيبُ اَسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَتَحَرَّرَ رِضَاهُ تَجْدُدًا تَجَاهَلَكَ اِيْ مَا بِكَ وَحْدًا اَعْلَىٰ اِيْ اِحْفَظْ حَقَّ اللَّهِ حَتَّىٰ يَحْفَظَكَ مِنْ مَّكَارِهِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - اس حصہ کا ترجمہ تقریباً گزر چکا ہے فَاسْئَلِ اللَّهَ اِيْ فَاَسْئَلِ اللَّهَ وَحْدًا اِيْ

یعنی صرف اللہ سے مانگ، کیونکہ عطاؤں کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔ ولا تَسْئَلْ غَيْرَهُ لِأَنَّ غَيْرَهُ غَيْرُ قَادِرٍ عَلَى الْعَطَاءِ وَالْمَنْعِ وَدَفْعِ الضَّرَرِ وَجَلِبِ النِّفْعَ فَإِنَّهُمْ لَا يَمْلِكُونَ لِنَفْسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيٰوةً وَلَا شَوْءًا۔

ترجمہ :- اور اس اللہ کے سوا کسی سے بھی نہ مانگ، کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی دینے، نہ دینے، مصیبت دہور کرنے، نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ مخلوقات اپنی جان کے لیے نفع نقصان کے مالک نہیں ہیں، نہ کسی کو مرنے کا اختیار ہے نہ جینے کا، نہ خوش ترس کر کا۔

اُس کے فرماتے ہیں :- ”ہر حال میں زبانِ حال یا قال سے مانگتا رہے۔ کیونکہ

ہر حال میں ہے جو اللہ سے نہیں مانگتا اللہ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔ اَلْعَلَمُ اَنَّ الْاُمَّةَ اِيْ جَمِيعَ الْخَلْقِ مِنَ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ وَالْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ وَمَا سِوَا الْاُمَّةِ لَوْ اَجْتَمَعَتْ عَلَى شَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اَوْ دُنْيَاكَ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِيْ لَمْ يَقْدِرْ اَوْ اِنَّ يَنْفَعُوْكَ تَرْجُوْهُ سِوَايَ خَلْقٍ، خواص اور عوام اور سارے نبی اور سب اولیاء اللہ اور ساری اُمت اگر مل کر تجھے دین یا دنیا کا تھوڑا سا فائدہ پہنچانا چاہیں تو فائدہ پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

یہ حدیث شریف ایک اصولی نکتہ بیان کرتی ہے کہ جس طرح اللہ کے حقوق کی حمایت اور اس کی رضا کو تلاش کرنا ہر مسلمان کے واسطے ضروری ہے اسی طرح اللہ کے سوا سب کو غیر قادر ماننا بھی ضروری ہے۔ یعنی کسی میں ذرہ بھر قدرت اور طاقت بھی نہیں ہے خدائی سے سب خالی ہیں، نفع نقصان کی امید کسی سے بھی نہ رکھو۔ یہ توحید ہے۔

رسالہ نذر اولیاء کی حقیقت

حال ہی میں ہمارے تصور میں مولوی محمد عبداللہ صاحب نے ایک رسالہ شائع کیا ہے جو علامہ تصور کو خاص طور پر بھیجا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہ چیزیں تحریر میں آئیں۔ مگر کیا کیا جائے یہ چند سطور محبوبہ را تحریر کی جا رہی ہیں ناظرین معاف فرمائیں،

(نوٹ) : استغاثہ عادی بنی روزمرہ کاموں میں مدد لینا دینا، اس کا بیان آگے آئے گا یہاں اس سवाल کی ممانعت ہے جو مشرک مسلمان انبیاء و اولیاء سے کرتے ہیں دیکھئے علامہ علی قاری نے خاص طور پر انبیاء و اولیاء کا ذکر کیا ہے۔

رسالہ نذر اولیاء کی ابتدا ہی جھوٹ سے ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:-
 "فقیر کے پاس بذریعہ حافظ محمد دین، دین گروہی ایک کتاب بھیجی۔"

یہ سفید جھوٹ ہے جو حمد اور صلوات کے بعد فوراً بولا ہے۔ رسالہ کا نام رکھتے ہیں
 الذِّمُّرُ لِلَّهِ وَلِیَّاءُ جَائِزٌ لِلَّهِ عِنْدَ سَمْعَانَ اللّٰہِ کے معنی نام ہے
 ترجمہ صاف تو یہی بتاتا ہے کہ اولیاء کی منت ماننا دولت مندوں کے واسطے جائز
 مولوی صاحب! کیا غریبوں کے نذر و نیاز فقر تر نہیں ہوتے اس لئے ان
 کو اس سعادت سے محروم کیا جا رہا ہے؟ جائز کی بجائے حلال ہوتا تو آپ کی ملا
 ظاہر ہوتی، اب مخدوف کے سوا چارہ نہیں۔

رسالہ پر نظر ڈالنے سے اس نظریہ کی مزید تصدیق ہوتی کہ اہل بدعت حضرات
 اپنے خاص انوکھے مسائل کے ثابت کرنے میں قرآن کرم، حدیث شریف اور
 فقہ حنفی سے بہت گریز کرتے ہیں، ادھر ادھر کی باتوں سے اپنا مسلک ثابت
 کرتے ہیں۔

تمام رسالہ میں نذر عرنی ایک من گھڑت مفروضہ کھڑا کیا ہے اور اسے عدم
 کی اصطلاح قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خواہی چیز کے لیے دلائل بھی عوامی اور سطحی
 نہ ہوتے تو کیا ہوتے، بریلوی حضرات کا سارا مذہب عوامی اور ہنگامی چیزوں
 پر کھڑا ہے۔ اگر کوئی مصنف مزاج ان تمام اختلافی مسائل کو تحقیقی نظر سے دیکھے
 تو محسوس کرے گا کہ ایک طرف سنجیدگی اور متانت ہے، دوسری طرف شور و
 فعل اور ہنگامہ آرائی۔ ایک طرف سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش اور
 اتباع کی فکر ہے، دوسری طرف دین میں نئے نئے محاورات نئے مسائل اور نئی
 بدعات کو جاری کرنا خدمت اسلام بھی گئی ہے ایک طرف اہل حق ہیں جو بدعات
 کے خبیث درخت کو سر زمین اسلام سے اکھاڑ رہے ہیں، دوسری طرف یہ لوگ
 ہیں جو عرف اور مجاز کی آڑ میں اسلام کی فطرت کو مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت
 امام محمد دالغ ثنائی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب نمبر ۵ میں کیا

رسالہ بدعت کی گت بناتے ہیں:-

بدعت کے نام و نشان سے پرہیز یہاں تک کہ بدعت حسنہ
 سے بھی بدعتِ تیسرہ یعنی بری بدعت کی طرح بچے تب اس دولت
 یعنی قرب الہی کی خوشبو اس کی جان کی ناک تک پہنچے گی۔ اور یہ
 بات آج کل مشکل ہے، کیونکہ سارا جہان بدعت کے دریا میں غرق
 ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام کر رہا ہے، کس کی طاقت
 ہے کہ بدعت کو اٹھائے کادم مارے اور سنت زندہ کرنے کے
 لئے بولے۔ اس وقت کے اکثر علماء بدعت کو رواج دینے والے
 ہیں، اور سنت کو مٹانے والے جو بدعتیں پھیل چکی ہیں ان کو عام دعوے
 سمجھ کر ان کے جائز ہونے بلکہ اچھا ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور
 بدعت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں اگر گلابی
 پھیل جائے اور باطل مشہور ہو جائے تو یہ دستور بن جائے۔ کیا نہیں
 جانتے کہ کسی چیز کا رواج پانا اور مشہور ہو جانا خوبی کی دلیل نہیں،
 رواج وہی معتبر ہے جو پہلے مبارک زمانہ سے آ رہا ہو یا سبکافروں
 کے اتفاق سے حاصل ہوا ہو۔

اس کے بعد حضرت امام محمد دالغ ثنائی فتاویٰ غیاثیہ کی عبارت کا لہجہ
 دے کر فرماتے ہیں:-

"اگر جابلے بے دین شراب پیئے اور سود کھانے پر اتفاق کر لیں تو
 کیا یہ بھی حلال ہو جائے گا؟"

یہ رسالہ دیکھ کر ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ اس علم و عقل کے ہونے ہوئے اس
 انداز فکر کی موجودگی میں حقیقت کا دعویٰ کس منہ سے کرتے ہیں جنہی کہلنے کا حق
 دار تو وہ ہے جو امام اعظم ابوحنیفہؒ اور آپ کے مسلک، آپ کی فقہ کی مستند
 کتابوں سے سند پکڑے۔ مگر یہاں یہ آٹھی گنگا چل رہی ہے کہ نام کو حنفی ہیں،

بلکہ حقیقت کے ٹھیکیدار ہیں بات بات میں یہ دعویٰ ہے ہم میں حنفی اہل سنت والجماعت مگر مسئلہ نذر عری ثابت کرنے کے لیے کہیں شایفوں کا سہارا یا کہیں خبلیوں کا اور وہ بھی ادھر ادھر کی بے کمی باتیں ہیں دھوکا اور فریب ہے چنانچہ ناظرین دیکھ لیں گے انشاء اللہ تعالیٰ تمام رسالہ میں فتاویٰ عزیزی کے سوا کسی اور کتاب کا نام نہیں لیا۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ لوگ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان سے ابھی تک کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ بعض علماء بدعت تو ان سے کٹ چکے ہیں۔ لیکن ایہ بزرگ عزت کے قابل تو ہم آپ کو مسئلہ نذر عری کا جواب شاہ صاحب کے فتاویٰ عزیزی سے سنائیں گے۔ اس کے علاوہ نذر عری کا مسئلہ فتاویٰ عالمگیری بحر الرائق، در مختار اور فتاویٰ شامی سے عرض کریں گے۔

نذر کا بیان

نذر لغوی :۔ اپنے نفس پر غیر لازم چیز کو لازم کرنا۔ انذار کے معنی آگاہ کرنا عالم دنیا (قائوس) کو نا خطرہ کے موقع میں استعمال ہوتا ہے۔ نذر شرعی کسی نیک کام کو خداوند تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے یا اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ پر لازم کر لینا۔

پہلا نذر مطلق ہے، دوسرا متعلق بشرطیکہ جو منت مانی ہے وہ کام شریعت میں فرض واجب بھی ہو مثلاً نماز، روزہ، حج، خیرات، قربانی وغیرہ۔ کیونکہ نماز کی قسم میں پانچ نمازیں شریعت میں فرض موجود ہیں۔ اسی طرح روزہ بھی رمضان کا فرض ہے تو روزہ کی منت بھی صحیح ہوئی۔ خیرات حج قربانی وغیرہ سب کی منت صحیح ہے کیونکہ یہ سب چیزیں منت کے علاوہ بھی شریعت میں فرض یا واجب کا درجہ رکھتی ہیں۔ لیکن بیمار پرسی کی منت صحیح نہیں کیونکہ بیمار پرسی شریعت میں فرض واجب نہیں ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز کی منت مانی ہے وہ عبادت اللہ آپ نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو عزت کی نظر سے دیکھا ہے اور میں بھی

نذر کو وسیلہ نہ ہو، مثلاً وضو نماز کا وسیلہ ہے اس لئے اس کی منت لازم نہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ منت اس چیز کی ہو جو فی الحال یا آئندہ اس پر واجب ہو چوتھی شرط یہ ہے کہ جس بات کی منت کی ہے وہ گناہ کی بات نہ ہو نذر لازم نہ ہوگی رفتاری عالمگیری وغیرہ)

معلق :۔ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے حقوق سے اپنے آپ پر بشرط نذر کٹوہ کوئی بات لازم کرے مثلاً اتنے روزے رضا الہی کے لئے ضرور رکھوں گا، یا رخصت نماز، یا اتنی خیرات وغیرہ۔

معلق :۔ یہ ہے، یا اللہ! اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اتنی رکعت نماز کروں، یا اتنے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا، یا فلاں گلی محلہ، یا فلاں مزار پر رہنے والے مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا۔ اگر وہاں مسکین لوگ رہتے ہوں تو کھانا کھلانا لازم ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس میں شرط یہ ہے کہ اس بزرگ کو خوش کرنا، یا اس کا فائدہ حاصل کرنا مقصود نہ ہو، بلکہ بزرگ کا ذکر مسکینوں کی پہچان کے لئے ہو جیسے فلاں محلہ کے مسکین، فلاں مسجد کے درویش وغیرہ، اسی طرح فلاں مزار کے درویش کہو یا اگر بزرگ کو خوش کرنا اور اس سے تقرب مقصود ہو تو باطل، حرام اور شرک ہے۔

نذر مطلق :۔ یہ مولوی محمد عبداللہ صاحب کے لفظوں میں اس طرح ہے کہ :۔ "اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ دوں گا"۔ یہ حرام ہے اور ناجائز تفصیل آگے دیکھئے حنفی فقہ کی معتبر کتابوں کے حوالے غور سے پڑھئے۔

نذر کا فائدہ کیا ہے

عن ابی ہریرۃ وابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنذر ما وفان النذر لا یخفی من القدر شیئاً و انما یتخرج بہ من مال البخیل (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور ابن عمرؓ روایت ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: منت نہ مانا کرو کیونکہ منت تقدیر سے نہیں بچا سکتی لیکن کو بدل نہیں سکتی اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ منت کے ذریعہ سے کجغوس کا تھک سے کچھ مال نکل جاتا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ منت تقدیر کو بدل سکتی ہے، اس خیال کی تردید میں فرمایا: اس خیال سے منت نہ مانو کہ منت سے تقدیر ٹل جاتی ہے خدا کی تقدیر کو خدا کے نام کی منت بھی نہیں بدل سکتی۔ سخی تو ہر حال میں مال خرچ کرتا ہے اور کجغوس کی یہ حالت ہے کہ جب مصیبت نے اس کی گردن کو آگاہ تو لگا منت ماننے پھر اگر خدا کی تقدیر سے اس مصیبت کا ٹلنا مقدر ہے تو اسے جانے لگی اور کجغوس کو مال بھی دنیا پڑا۔ یہ فائدہ ہے اس منت کا جو اللہ رب العالمین کے نام کی مانی جائے۔ البتہ اللہ کی منت سے تقدیر ٹل جانے کا خدا ہے کیونکہ چودھویں صدی میں جاہلوں کے عقیدہ میں خداوند تعالیٰ اپنی خدائی بزرگوں کو دے چکا ہے، خدائی کا نظام بدل چکا ہے، انقلاب! انقلاب! یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کی منتیں ماننے والے ہر مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں، ان میں کوئی بے اولاد نہیں ہوتا، کوئی عزیز نادار نہیں ہوتا ہر مصیبت کا علاج ہر مرض کی دوا ڈھونڈ لگائی ہے، اور ہر بچارے خداوند تعالیٰ سے مانگنے والے خستہ حال ہیں بے اولاد ہیں غافلوں مرتے ہیں، کیونکہ خداوند تعالیٰ کو گرفت میں لانا انسانی طاقت سے باہر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نذر معلق اگرچہ خداوند تعالیٰ کے نام کی ہو ایک سودا بازی ہے۔ دراصل مشکلات اور مصائب کے وقت اسلام کی اصلی تعلیم رجوع الی اللہ، استغفار صبر، نماز اور دعا کے متعلق بھی بے نیازی سے فرما دیا: نَبِیْکُمْ مَّا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَاءَ۔ یعنی اگر خداوند تعالیٰ چاہیں تو تمہاری

سے مصیبت کھول دیں، نہ چاہیں تو نہ کھولیں۔ نیز ایسے موقع پر حدیث مفید چیز ہے۔ ایک شخص تو وہ ہے جو مصیبت کے وقت رضا کے لئے نقد صدقہ دیتا ہے، دوسرا وہ جو خداوند تعالیٰ سے سودا بازی کرتا ہے، یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو کام ہو جانے کے بعد تیرے نام پر صدقہ دے دوں گا۔ بندگی اور خدائی کے تعلق میں ناظرین غور کریں کہ کونسی صورت زیادہ بہتر ہے؟ پھر اگر منت بھی بزرگوں کے نام کی ہوتی تو مصیبت کے وقت اس میں پھنسا۔

اس مسئلہ نذر فقہاء حنفیہ کی کتابوں سے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔
واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ: اور وہ منت جو اکثر عوام انسان مانتے ہیں اس طرح کہ کسی نیک بندے کے مزار پر جا کر یہ کہتے ہوئے مزار کا غلاف پکڑ لیتے ہیں اسے میرے آقا! فلاں بزرگ! اگر میرا یہ کام ہو جائے تو تیرے نام پر مثلاً اتنا سونا دوں گا، یا کچھ اور یہ نذر باطل ہے اجتماعاً یعنی سب علماء کا اس بات پر اتفاق ہے، اس مسئلہ میں کچھ اختلاف نہیں۔ ہاں اگر یہ لفظ کہے، یا اللہ! میں نے تیری منت مانی ہے اگر تو میرے مرض کو شفا دیو، یا میرا فلاں کام کر دیو تو میں کھانا کھاؤں گا ان مسکینوں کو جو تیرے نفیس یا فلاں بزرگ کے دروازے میں رہتے ہیں، یا فلاں بزرگ کی مسجد میں چٹائیاں خرید کرے جاؤں گا مثلاً حضرت تبکشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد یا اس مسجد میں جلانے کے لئے تیل بھجوں گا۔ یا شعا را دا کرنے والوں کے لئے روپیہ بھجوں گا۔ ایسی چیز جس میں مسکینوں کا فائدہ ہو، اور منت اللہ کے لیے ہو اور مسکینوں کا ذکر حکم بیان کرنے کے لئے ہو تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے فلاں محلہ کے مسکین! اس نذر میں بزرگ

کا نام صرف پہچان کے لئے ہے، لیکن اس منت کا خرچ کرنا میسر نہ
کے سوا جائز نہیں۔ نہ تو کسی عالم پر بوجہ علم کے خرچ ہو سکتی ہے
نہ اس بزرگ کے مجاوروں پر لیکن اگر تنگ دست اور مسکین ہوں
تو جائز ہے۔ اور جب تو نے اس بات کو پہچان لیا تو جو چیزیں
روپے پیسے وغیرہ سے کرا دیا، اللہ کی قبروں پر پہنچائی جاتی ہیں
ان کو خوش کرنے اور تعلق بڑھانے کی غرض سے، پس یہ حرام ہے
بالاتفاق، یعنی سب علماء امت اس کو حرام فرماتے ہیں۔ کچھ اختلاف
نہیں۔ ہاں اگر بزرگوں کی قبروں پر کچھ چیزیں جلانے کا مقصد بزرگوں
سے تعلق بڑھانے ہو، بلکہ وہاں کے مسکین پر رحم کی وجہ سے کچھ لے
جا کر تقسیم کرے تو جائز ہے بالاتفاق۔

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت ختم ہوئی۔ اب دیکھئے بحر الرائق شرح کنز الدقائق
جلد دوم صفحہ ۲۹۸۔

وقد قلنا من ان النذر لا يصح بالمعصية فقال الشيخ
قاسم في شرح الدرر اما النذر الذي يقع للعوام على ما
هو مشاهد كان يكون لانسان غائب او مريض او له حاجة
ضرورية فيأتي بعض الصالحين فيجعل ستره على راسه فيقول
يا سيدي فلان ان ردة غائب او عوفي مريض او قضيت حاجتي
فلان من الذهب كذا او من الفضة كذا او من الطعام كذا
او من الماء كذا او من الشمع كذا او من الزيت كذا فهذا
النذر باطل بالاجماع لوجوه منها انه نذر مخلوق والنذر
للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق ومنها
ان المنذر له ميتة والميتة لا يعملك ومنها ان ظن الميت
يتصرف في الامور دون الله تعالى فاعتقاده ذلك كفر اللهم
الا ان قال يا الله اني نذرت لك ان شفيت مريضتي او

وقد غابتي او قضيت حاجتي ان اطعم الفقراء الذين
السيدة نفيسة او الفقراء الذين باب الامام الشافعي
الامام الليث او اشترى حصراً لمساكينهم او نيتاً لوقودها
او من اهتم لمن يقوم بشعائرها الى غير ذلك مما يكون فيه نفع
للناس والنداء لله عز وجل وذكر الشيخ انما هو محل
لصرف النذر المستحقه القاطنين برباطه او مسجد
او جامع فيجوز بهذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء
وقد وجد المصروف ولا يجوز ان يصرف ذلك لغنى
او محتاج ولا لشرايف منصب لانه لا اجل له الاخذ
بالممكن محتاجاً فقيراً ولا لذي نسب لاجل نسبه ما
لم يكن فقيراً ولا لذي علم لاجل علمه ما لم يكن فقيراً وله
الامت في الشراء من المصروف للاغنياء۔

ترجمہ: اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ گناہ کی منت صحیح نہیں ہوتی، شیخ قاسم
نے شرح درر میں فرمایا ہے لیکن وہ نذر جو عوام الناس ملتے ہیں جیسا کہ مثلاً یہ
ہے یعنی روزمرہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی شخص کا کوئی آدمی گم ہو یا بیمار ہو یا اس کو
کوئی ضروری حاجت درپیش ہو پس وہ کسی نیک آدمی کے گناہوں پر پاس جلتے اور
فلان کو سر پر پٹھائے، دھارے ہاں ہاتھ میں پکڑنے کا رواج ہے یا ویسے
ہی کہہ دیتے ہیں: اے میرے آقا! فلاں بزرگ! اگر میرا گم شدہ واپس آجائے،
یا میری ضرورت ہو جائے، یا میری حاجت پوری ہو جائے تو آپ کو اتنا
سونا یا اتنی چاندی یا اتنا کھانا یا اتنا پانی یا سبیل یعنی پھیل گھاؤں گا، یا اتنی موم
تہیاں قبر پر روشن کروں گا، یا اتنا تیل چراغی ڈالوں گا پس یہ منت باطل ہے یعنی
نا جائز ہے۔ سب علماء کے اتفاق سے۔ یعنی اس مسئلہ میں کسی عالم کا اختلاف

نہیں اور ناجائز ہونے کی کئی وجوہ ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر ناجائز ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی خالق کی ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کی نذر مافی ہے وہ میت ہے اور میت کسی چیز کی یعنی دنیا کی چیز کی مالک نہیں ہو سکتی اور ایک وجہ یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میت کام بناتی ہے نہ اللہ تعالیٰ تو یہ عقیدہ کفر ہے (جیسا کہ اکثر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بزرگوں کو اختیار دے دیا ہے جو چاہیں کریں یہ عقیدہ کفر ہے) ہاں اگر یہ کہے کہ یا اللہ! میں تیری منت مانتا ہوں، اگر تو میرے مریض کو شفا دیجیے، یا میرے گرم شدہ کو واپس لائے، یا میری حاجت پوری کرے تو میں کھانا کھلاؤں گا ان غریبوں کو جو سیدہ نفیسہ کے یا جو امام شافعی کے دروازہ میں رہتے ہیں یا امام لیث کے دروازہ میں، یا ان بزرگوں کی مسجد کے لئے چٹائیاں اور روٹی کے لئے تیل خرید کر بھیجوں گا، یا ان مسجدوں کے خدمت گزاروں کو اتنے روپے دوں گا جس میں نفع ہو سکے گا اور نذر ہو اللہ تعالیٰ کی، اور بزرگ کا ذکر صرف اس لئے کیا ہو، کہ مزار کے پاس جو مسجد یا مدرسہ، یا مسافر خانہ ہو اس میں رہنے والے مسکینوں پر منت خرچ کرنے کا نشان پہچان بیان کیا ہے پس اس اعتبار سے بزرگ کا نام لینا جائز ہے یعنی منت میں بزرگ کا لفظ صرف پہچان کے لئے آیا ہے۔ بزرگ کا منت سے کچھ تعلق نہیں، اگر بزرگ کے لحاظ سے اور بزرگ کو خوش کرنے کے لئے وہاں کے مسکینوں کو دے تو حرام ہے۔ کیونکہ نذر عبادت الہی ہے اس میں کسی کو شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نذر کا مصروف مسکین ہیں اور مسکین یہاں موجود ہیں۔ اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے دولت مند پر جو محتاج نہ ہو اور نہ کسی شریف منصب یعنی معزز عہدہ دار پر افسر وغیرہ پر، کیونکہ منت کا مال لینا حلال نہیں ہے جب تک محتاج اور بقر نہ ہو، اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے کسی قوم کے آدمی

کی ہونے کی وجہ سے مثلاً اپنی برادری یا کوئی خاص برادری جب تک غریب ہو اور جائز نہیں کہ منت خرچ کی جائے کسی علم والے پر علم کے لحاظ سے جب تک غریب نہ ہو رہا ہے ہاں لوگ منت کی چیز برادری میں بھی تقسیم کرتے ہیں، امام مسجدوں اور علماء کو بھی دیتے ہیں، منت ادا نہیں ہوتی اور نہ نذریت میں منت کا دولت مندوں پر خرچ کرنا ثابت نہیں۔

ناظرین! مقام غور ہے، منت میں بزرگ کا ذکر اس طرح تو آ سکتا ہے جس طرح مسجد مدرسہ، مسافر خانہ اور گلی محلہ کا پتہ دینا ہوتا ہے لیکن منت کی چیز سے بزرگ کو خوش کرنا حرام ہے۔ پہلے زمانہ میں رواج تھا کہ بادشاہان اسلام کسی بزرگ کی قبر کے پاس ایصالِ ثواب کے لئے مسجد، مدرسہ، مسافر خانہ بنا دیتے تھے، وہاں مسافر طالب علم رہتے تھے لوگ منت ماننے کے وقت پہچان کے طور پر بزرگ کی مسجد وغیرہ کہہ دیتے تھے۔ نام رکھنے میں اگر پہچان کی غرض ہو تو ہر ج نہیں ہے جیسے فلاں شخص کا مکان وغیرہ۔ آج کل بھی اولاد اللہ کی قبروں پر لوگ رہتے ہیں مگر بریلویوں کی شامت اعمال سے نذر مرنی لگاتے ہیں جس کی برکت سے بھگڑیں جلتے ہیں، کون سا شرعی گناہ ہے جو آج کل مزارات پر نہیں ہوتا۔ بد معاشی، شراب نوشی اور جراثیم کے اڈے بن چکے ہیں رات دن گانا بجانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے احکام شریعت میں اس کو حرام لکھا ہے، یہ ساری برکتیں مولوی محمد عبداللہ صاحب کی نذر مرنی و بزرگوں کی منت کی ہیں، درخت کو پھل سے پہچانو! اور خدا کا خوف کرو۔ تمہارے اس فتویٰ نے قوم کا ایک حصہ مفلوج کر دیا ہے مشرکانہ عقیدہ کی ناپاک چیز کو بزرگوں کا تبرک کہتے ہو کیا اولیاء اللہ کو شرک سے نفرت نہیں ہے؟ کیا وہ تمہاری پیش کش کے بھوکے ہیں؟ جو لوگ مزارات پر ہمیشہ رہتے ہیں اور دن رات ایسی نذریں کھاتے ہیں وہ گندگی کے ذخیرے بن چکے ہیں، بد اخلاقی کے سنٹر ہیں، شرعاً اور چیزوں کے ٹھیکیدار ہیں، محکمہ آبکاری کو اتنی فیصد

جرائم ان کے ہاں دستیاب ہوتے ہیں۔ ہر سال قوم کے ہزاروں لاکھوں پاکیزہ فطرت بچوں کو انیم پوس، چنڈو کی لاگ لگا رہے ہیں۔ جب کسی شریف خاندان کا نو بہال ان ظالم ٹاکوؤں کے ہاتھ چرٹھ جاتا ہے تو والدین اپنی امیدوں کا خون ہوتا دیکھ کر بے ساختہ پیٹتے ہیں، مگر یہ نہیں سمجھتے کہ شاید وہ پودے بھی ہیں ہم نے ہی لگایا ہو جس کا پھل ہمارے گھر میں آج پہنچا ہے

یہاں پہنچ کر ہم بریلوی دوستوں سے ایک بات پوری سنجیدگی سے پوچھتے ہیں کہ اولیاء اللہ جو آپ کے خیال میں کارخانہ قدرت کے مالک ہیں جن کے اشارے سے ہلکتی بدلتی ہیں، اولاد، رزق، مراثی جینا ان کے بس میں ہے تو کیا اپنے مزارات کو ان گندگیوں سے پاک نہیں کر سکتے؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یا تو یہ کہو کہ خدا کے مقبول بندے خداوند تعالیٰ کی منایات اور انوار و

برکات میں مستغرق ہیں، ہماری گندی دنیا سے ان کو کیا غرض۔ اور اگر نذر و نیاز وصول کرتے ہیں، پھر رشوت پر بھی کام کرتے ہیں تو ذرا اپنا گھر بھی صاف رکھا کریں یہ چراغ کے نیچے انورہا کیوں ہے؟ بریلویوں کے بابائے اعظم کے سامنے یہ سوال پیش ہوا ہے، اس کام شریعت میں ذکر آیا ہے، مگر جواب کیا دیتے خاک یہ باتیں درمیان میں آگئیں اب ذرا پیچھے چلیے بھرا لائق کا حال بھی جاری ہے فقیرانِ علامہ زین الدین ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نذر مخلوق کے متعلق فرماتے ہیں۔

للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق ولا یعتقد ولا تشتغل الذمۃ بہ ولا نذر حرام بل سحت ولا یجوز لخدام الشیخ اخذہ ولا اکلہ ولا التصرف فیہ بوجہ من الوجوۃ الا ان یکون فقیراً اولہ عیال فقراء عاجزون عن الکسب وھم مضطرون فلخذہ ایضاً مکروہاً ما لم یقصد بہ النادر الثقب الی اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ: کیونکہ مخلوق کی منت حرام ہونے پر سب علماء متفق ہیں کسی کو احتیاط

اور منت بھی لازم نہیں ہوتی ماننے والے کے ذمہ پر کچھ نہیں آتا، اور

منت کے معنی شرمناک کام، اور جڑ سے اکھاڑی ہوئی چیز اور رشوت دار اور مفادات راغب (یعنی شرمناک فعل ہے) موجب غلگ و غار ہے۔ شرم! ہم! اور اس بزرگ کے مزار سجدہ وغیرہ کے متوکی کو اس منت کا لینا بھی جائز نہیں ہے، اور اس میں کسی طرح کا تصرف یعنی لے کر کسی کو دنیا بھی جائز نہیں ہے، اگر محتاج ہو، اور اس کے ذمہ پر جن مساکین کا بوجھ ہے وہ کام کرنے کی طاقت رکھتے ہوں، اور بھوک سے مضطرب یعنی بے بس اور لاچار ہوں پھر بھی اس منت کا لینا ناپسند ہے جب تک منت ماننے والے نے قرب الہی کی نیت کی ہو۔

مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی منت میں جو شرک کی وجہ سے پلیدی اور حرمت پیدا ہوتی ہے وہ مردار وغیرہ سے زیادہ ہے۔ اضطراری حالت میں جب انسان بھوک سے جاں بلب ہو تو مردار وغیرہ کو بقدر ضرورت کھانے کی اجازت ہے، لیکن یہ غیر اللہ کی منت پھر بھی ناپسند اور قابل کراہت و نفرت ہے علماء اسلام اور فقہاء کرام کا دینی جذبہ، اور اسلامی غیرت قابل غور ہے کہ بزرگوں، امیوں و لیوں کی منت کو مردار سے بھی بڑھادیا خود ا بنیاء کرام اور اولیاء اللہ کی تعلیم بھی یہی ہے۔ اسلام کا خدا بھی عزت والا ہے اور رسول کریم بھی عزیز ہیں۔

و صرفہ للفقراء و یقطع یعنی مردار سے بھی بدتر ہے جیت تک رضا الی النظر عن نذر الشیخ کا حصول، اور کمینوں پر خرچ کا جذبہ، اور بزرگ کی نذر سے قطع نظر کرے۔

یعنی منت کو حلال کرنے کی تین شرطیں ہیں: خداوند تعالیٰ سے نزدیک اور اور قریب ہونے کا جذبہ، مسکینوں اور غریبوں پر رحم و کرم کا جذبہ، قسری شرط طبعی

ہے یعنی نذر ماننے والے کے دل میں بزرگ کی نذر کا خیال بالکل نہ ہو، ورنہ حرام ہو جائے گی۔ آگے دیکھئے۔

فاذا علمت هذا فمأخوذ من الدر اہم والشمع والرتب وخیرھا وینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا الیہم فحراما باجماع المسلمین مالم یقصد بصرفھا للفقراء والاحیاء قولاً واحداً۔
(بھراائق کی عبارت ختم ہوئی)۔
یعنی جب تو نے اس بات کو سمجھ لیا تو جو چاہی
روپیہ پیسہ، موم، تیل وغیرہ سے کر دیا ان
کے مزارات پر لیجاتے ہیں بزرگوں کو خوش
کرنے اور ان سے تعلق بڑھانے کے لئے،
تمام مسلمانوں کے اتفاق سے حرام ہے جب تک
کو خرچ کرنے کا مقصد زندہ مسکینوں پر
کرنا نہ ہو سارے علماء اسلام اس مسئلہ میں
ایک زبان ہیں۔

یعنی اگر یہ نیت ہو کہ وہاں کے مسکین تکلیف زدہ ہیں تو جائز ہے۔ اگر بزرگ
کی منت مانی تو ماننا بھی حرام، نہ جانا بھی حرام، وہاں کے لوگوں کے واسطے اسے
ہاتھ لگانا یعنی تعزیت بھی حرام، لے کر کسی کو دینا بھی حرام اور بھوک سے مرتے ہوئے
پھر بھی ان کے واسطے مردار سمجھ کر کھانا بھی ناپسندیدہ فعل ہے۔ ہمارے حنفی بلکہ
چکڑ حنفی بھائیوں کے لئے یہ مقام قابل غور ہے۔ بھراائق فقہ حنفیہ کی معتبر ترین
کتاب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری، درمختار فتاویٰ شامی اور بہت سی متبرکات ہیں
اس کے پیچھے چلتی ہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے احکام شریعت
اور دوسرے رسائل میں اس کتاب کا قدم قدم پر حوالہ دیا ہے۔ اس حوالہ میں
نذر کے متعلق کتنی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ اسے بزرگ اگر میرا کام ہو جائے تو تیرے نام کی یہ چیز دوں گا۔ علمائے
کے اتفاق سے باطل ہے، حرام ہے، نہ نیک ہے۔

مگر مولوی عبد اللہ صاحب رسالہ نذر و لیا کے صراحت پر لکھتے ہیں :-
”مثلاً یہ کہا اگر میرا فلان کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا۔ یہ بالکل

دیکھئے دین کے مالک بنے بیٹھے ہیں حنفی بلکہ شافعی، مالکی، حنبلی تمام علماء
میرا کام کہتے ہیں مگر مولوی عبد اللہ صاحب بالکل جائز کہتے ہیں۔ حضرت ابیہ
موتی نہیں؟ یہ باطل اور حرام وغیرہ وغیرہ کس چیز کو کہا جا رہا ہے؟ ایصال ثواب
کا دوسرے کیا تعلق ہے؟ اگر میرا کام ہو جائے تو ایسا کروں گا۔ یہ الفاظ کدھر
جاتے ہیں؟ کیا شریعت میں ایصال ثواب کے لئے یہ الفاظ کہیں آئے ہیں؟
ایصال ثواب کا حوالہ دیجئے۔ ایصال ثواب کے الفاظ کیا ہیں؟ اور یہ بھی واضح فرمائیے
لوگوں کی منت سے تقرب الہی کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ اس کے متعلق
ان حدیث اور فقہ کی دلیل کیا ہے؟

۱۔ یا اللہ اگر تو میرا کام کر دے تو میں عام مسکینوں کو یا کسی خاص گلی
کا مسجد مزار کے مسکینوں کو اتنا کھانا کھلاؤں گا۔ یہاں اس بزرگ کا نام
اس لئے نہیں ہے کہ اسے خوش کرنا ہے یا نذر کے ذریعے ان سے تعلق
بڑھانا کے طریقے اور یہیں نیکیاں کرو اور نیکیوں کے واسطے دعا کرو وغیرہ۔
ان فتاویٰ میں شریک ہونے کے وہ خواہش مند نہیں ہیں۔ بلکہ بزرگ اور ولی
کا راسخین کا ٹھکانا متروک کرنے کے لئے ہے جو کہ اس میں شرک کی ملاوٹ
ہے اس لئے جائز ہے۔

اس سے پہلے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت کا حوالہ گزر چکا ہے تقریباً یہی
مذہب فقہ حنفیہ کی معتبر ترین کتاب درمختار میں موجود ہے۔ فتاویٰ شامی جلد ۲
پر بھراائق کی یہ عبارت تمام کی تمام موجود ہے۔ اختصار کے لئے اندراج
ہیں کیا گیا۔ نیز یہی عبارت انہم الفقائے میں موجود ہے (بحوالہ بھرا) اب یہاں
ان چیزیں ہیں :-

۱۔ کسی مقبول بارگاہ کے توصل سے دعا مانگنا۔ اس کا بیان آگے آئے گا۔
۲۔ ایصال ثواب :- ثواب پہنچانا۔ اس کا طریقہ نذر سے الگ ہے۔ اس کا بیان آگے

۳۔ تیسری چیز نذر ہے۔ یہ خداوند تعالیٰ سے خواص ہے۔ اس میں ایصالِ ثواب کی گنجائش نہیں۔ ثواب بھیجنے کو نذر کرنا تو عرف میں کہہ سکتے ہیں نذر ماننا نہیں کہہ سکتے۔ آپ نے نذر ماننا کہا ہے۔ دیکھئے ص ۷

”لوگ حضرت پیران پیر کی منت مانتے تھے، اور اگر میرا کام ہو جائے تو میں غوث کے نام کی دیگ پکاؤں گا“

یہ ایصالِ ثواب نہیں ہے۔ یہ نذر حرام ہے قطعاً۔ ایصالِ ثواب کا پلاں کہاں سے سیکھا؟ ذرا بتائیے تو؟

آپ نے بلکہ آپ کی جماعت نے ان باریکیوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے چند چیزوں کو گڈ مڈ کر دیا۔ توحید کا مسئلہ سخت نازک ہے، سخت احتیاط چاہیے۔ اب ہم آپ کو فتاویٰ عزیزی کی سیر کریں گے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۹۷ زندہ ہوا کی منت الخ

”مستحانی وغیرہ جو بطور منت ہوں ان کا کھانا قریب حرام ہے۔ بشرطیکہ غیر اللہ کی نذر کی نیت ہو۔ جیسا شیخ سدو کے لکھتے ہیں اور شیخ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سہمی وغیرہ“

مصنف نذر اولیاء کی خدمت میں گزارش ہے کہ رسالہ نذر اولیاء کے بارے میں جتنی چیزیں آپ نے بیان کی ہیں، ان کو اس محکم میں کیوں نہ شامل کیا جائے۔ شیخ سدو کے لکھتے ہیں: بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی سہمی، غوث الاعظم کی گیارھویں حضرت امام جعفر صادق کا کوٹنڈا، حضرت سیدہ فاطمہؑ کی کھیر، میلاد شریف کی شیریں اصحاب کبف کا توشتہ وغیرہ وغیرہ۔

شاہ عبدالعزیزؒ نے جس اصول کے مطابق حضرت بوعلی قلندرؒ کی سہمی کو حرام کے قریب فرمایا ہے یعنی غیر اللہ کی نذر، اس اصول میں یہ سب چیزیں داخل ہیں نہیں

لفظ اس لئے کر گیا کہ جو جب منت کے طور پر ہو تو حیناً حرام ہے۔ افعالِ ثواب کے

۱۔ دہی ماحول ہے وہی شرک کے جذبات ہیں، بلکہ جہالت اور دین کے لئے بری کچھ زیادہ بھڑک رہی ہے، بھلا جس خدا کے ہاتھ میں کچھ اختیار نہ ہو، اسلام کے تاج کی طرح فرضی خدا ہو، اس کی عزت کون کرے؟ اس کی عزت ماننے؟ ایسے ماحول میں غیر اللہ کی نذر ماننے والے جب نفلوں میں اللہ کے نام کا نام لینا بزرگوں کی بے ادبی سمجھتے ہیں کیا نیت اور ارادہ میں یہ گوارا کریں گے۔

کس غیر گریب کی پوجا تو کا نہ جو پھڑکے بیٹا خدا کا تو کا نہ
کسے آگ پر ہر سجدہ تو کا نہ کو اکب میں ملے کر شہر تو کا نہ
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں!

پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
لی کو جو چاہیں خدا کو دکھائیں بزرگوں کا ترتیب نہی سے بڑھائیں
دلوں میں دن رات نذیں پڑھائیں شہیدوں سے جا ملے نگین عائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے، نہ ایمان جائے (حالی)
نہ فتاویٰ عزیزی جلد دوم ص ۵۱۔ مالگیری، در مختار، بحر الرائق شرح کوثر الرائق
نہ اہل الخلق کا حوالہ دیکھئے۔

اضافہ جدید ۷

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی، ولی، جن اور فرشتہ کی نذر تمام

علمائے اہل سنت باطل اور حرام فرماتے ہیں

بحر المختار الرائق کے بعد کسی حوالہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ ربیوی علماء اس

سکریں اندھیری لگیوں کے چور کی طرح سر جھپا کر بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مزید وضاحت کے لئے فتاویٰ درمختار اور فتاویٰ شامی کی تصدیق پڑھ لیجئے، حنفی مذہب کا مشہور فتاویٰ درمختار روزہ کے بیان کے اواخر میں لکھتا ہے:-

”اے مسلمان! تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے کہ اکثر عوام الناس جو مرنے والوں کی منت مانتے ہیں، اور جو روپے پیسے یا مومن بتیاں اور تیل وغیرہ لے کر لوگ ادیار کرام کے مزارات پر ان کا قرب حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ باطل اور حرام ہے۔ ہاں اگر ان کا مقصد یہ ہو کہ وہاں جو مسکین رہتے ہیں ان پر صدقہ کرنا ہے تو جائز ہے اور اگر بزرگوں سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو یہ باطل اور حرام فعل ہے، اور اس زمانہ میں لوگ اس مرض میں سخت مبتلا ہیں، علامہ قاسم نے اپنی کتاب شرح ذریعہ النجاء میں اس مسئلہ کو بہت کھول کر بیان کیا ہے۔ (رواضح رہے کہ علامہ قاسم کی عبارت وہی ہے جو آپ ابھی بحر الرائق کے حوالہ میں پڑھ چکے ہیں) اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ عوام الناس اگر میرے غلام ہوں تو میں ان کو غلام بنانا بھی پسند نہ کروں بلکہ آزاد کردوں اور اپنا حق وراثت بھی ان کو معاف کردوں یعنی ہر قسم کا تعلق ختم کر دوں، کیونکہ وہ ہدایت قبول نہیں کرتے، اور دوسرے لوگوں کو بھی بدنام کر دیتے ہیں“ اور مختار کی عبارت ختم ہوئی۔

علامہ شامی اس عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”مذمت ماننے کا مرض خاص طور پر سید احمد بدوی کے مزار پر بہت بڑھ گیا ہے“

نیز علامہ شامی حضرت امام محمد کے قول کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”حنفی فقہ کی مشہور و معروف کتاب النہر الفائق میں اس کی شرح یوں بیان کی گئی ہے:-

لَا يَخْفَى عَلَى ذَوِي الْأَفْهَامِ انا
عقل مندوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت امام محمدؒ کی مراد اس کلام سے کہ عوام الناس جاہلوں کی بہت سخت برائی بیان کر رہے ہیں اور یہ کہ ان سے ہر قسم کا تعلق ختم کر دیا جائے، چنانچہ غلام کو آزاد کرنے سے جو حق وراثت ثابت ہوتا ہے وہ بھی ختم کر دیا جاتے۔ یہ اس لئے کہ بزرگوں کی منت ماننے والے سخت جاہل ہوتے ہیں بہت سے شریعت کے احکام کو بگاڑ دیتے ہیں اور بزرگوں سے تعلق اور محبت ایسے طریقے سے کرتے ہیں جو باطل اور حرام طریقہ ہے پس یہ یعنی پیر پرست اور قبر پرست (لوگ جانوروں کی طرح ہیں۔ اہل علم ان کی دہر سے بدنام ہوتے ہیں اور ان کی شرماک حرکتوں سے بیزاری کرتے ہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے کہ وہ حضرات بھی ایسے رشتہ داروں اور بیگانوں سے بیزاری کا اعلان فرماتے ہیں جو اللہ کے دین کی مخالفت کرتے ہیں۔ پس اے مسلمان! تو ہماری بات کو سمجھ لے والسلام۔ فتاویٰ شامی ص ۵۱۱

ناظرین! حضرت امام محمدؒ فقہ حنفی کے بانیِ اول ہیں بریلوی حضرات پر ان کا مضبوط لہجہ اور سخت ترین بیزاری کے الفاظ، پھر اس کی شرح میں فتاویٰ شامی کی اس قدر بوجھل کے بعد بھی اگر بزرگوں کی منت ماننے والوں کو نصیحت نصیب نہ ہو تو ہم سمجھ لیں گے کہ جانور کو سکھانا بھی مشکل ہے۔ اور جانور کا لفظ تو فتاویٰ شامی کی عبارت میں آپ نے پڑھ لیا حنفی فقہ کی یہ عبارتیں اتنی صاف اور واضح ہیں کہ بریلوی علماء اس موقع پر سر پیٹتے رہ جاتے ہیں مولوی محمد عمر صاحب مقیاس حقیقت طبع اول ص ۱۲ پر اس بات کو زمان گئے کہ بزرگوں کی منت مساکین کا

حق ہے۔ دوسرا شخص نا اہل کھائے گا تو مساکین کی حق غنی ہوگی لیکن یہ نہ سوچا کہ
نذر نیا ز اگر مساکین کا حق مان لیا جائے تو بریلوی مذہب کی خوراک کیا ہوگی؟
بریلوی حضرات اس معاملہ میں ان کو احتجاج سے معاف فرمائیں۔ کیوں کہ مولوی
صاحب ان عوام کے نمائندہ ہیں جن کو علماء خفیہ نے جانوروں سے تشبیہ دی
ہے یہاں نذر کا مسئلہ بیان کرتے وقت مولوی صاحب فقہ حنفی کی عوام پر
خندید بوجھاؤ دیکھ کر بدحواس نظر آتے ہیں اور بچنے کی راہ یہ نکالی کر:-

فتاویٰ رملیہ سے معلوم ہوتا ہے علماء حنفیہ کی اس قدر سختی صرف
ان مجادروں پر ہے جو زبردستی سے منت کا مال وصول کرتے تھے:-

ناظرین! خدا کے لئے انصاف سے سوچیں بڑی معتبر کتابوں کے حوالے آپ
پڑھ چکے ہیں کہیں مجادروں کی سختی کا ذکر آیا ہے؟ حضرات علماء حنفیہ تو ان لوگوں
پر برس رہے ہیں جو تیل، سوم بتیاں، روپے پیسے ٹھکانے وغیرہ لے کر ادیار کرام
سے تعلق بڑھانے کے لئے ان کے مزارات پر جاتے ہیں۔ بہر حال فتاویٰ خیر الدین
رملی کی پوری عبارت بھی حاضر ہے، بریلوی حضرات نور فرمائیں کہ اللہ کے دین میں
ان کا مقام کیا ہے؟

سوال:- بعض لوگ انبیاء اور اولیاء کے نام کی منتیں وصول کر لیتے ہیں اور ان کا
یہ خیال ہے کہ یہ ہمارا حق ہے اس لئے کہ ہم درگاہ کے منتظم ہیں یا اولیاء اللہ کے
رشتہ دار ہیں کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ادیار کرام کی نذر دین کے وصول کرنے میں
ایسے لوگ جھگڑتے ہیں جو ان کی اولاد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں کئی دفعہ ایسے دلائل
پیش کرتے ہیں کہ جاہل قاضی اس دعویٰ کو صحیح سمجھ لیتے ہیں اور فیصلہ بزرگوں کی
اولاد کے حق میں دے دیتے ہیں۔ کئی دفعہ یہ منت کا مال ایسے دو شخصوں میں تقسیم
کر دیا جاتا ہے جو اولاد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں تو اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

جواب:- اس مسئلہ کے متعلق شیخ الاسلام شیخ محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل رسالہ
لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منت ماننا صحیح نہیں ہوتا جب تک اس کام کی جنس میں

واجب مقصود موجود نہ ہو کیونکہ بندہ کو احکام تجویز کرنے کا حق نہیں ہے ہاں
اس قسم کی چیزوں کو خداوند تعالیٰ نے واجب ٹھہرایا ہے ان کو منت کے ذریعہ سے
واجب ٹھہرا سکتا ہے اس لئے کہ صحیح منت کا ادا کرنا واجب ہے، تو جان
لے کہ منت کا ادا کرنا اس صورت میں ضروری ہو جاتا ہے جب کہ وہ کام جس کی
منت مانی ہے گناہ کا کام نہ ہو اور اس کی جنس میں واجب موجود ہو اور یہ
لواہ واجب مقصود ہو پس جو کام گناہ کا ہو اس کی منت ماننے سے لازم نہیں
ہوتا اور میرا پرسی کی منت بھی لازم نہیں ہوتی اس لیے کہ یہ چیز شریعت میں
واجب نہیں ہے کہ وضو کی منت بھی لازم نہیں ہوتی کیونکہ وضو مقصود عبادت
ہے بلکہ مقصود نماز ہے۔ اگر کسی شخص نے گناہ کے کام کی منت مانی تو اس کو کرنے
سے گناہ گار ہو گا اور نہ کرنے سے قسم کا کفارہ دینا پڑے گا، ناظرین! اس کے
بعد علامہ خیر الدین رملی نے در البھار کی وہ پوری عبارت لکھی ہے جو آپ بحر الائق
کے حوالہ میں پڑھ چکے ہیں اس لیے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں) آگے فرماتے
ہیں یہ سارا مضمون پڑھنے سے واضح ہو گیا کہ عوام اتناں جو شیخ مروان علی بن
میل شیخ زویل وغیرہ بزرگان دین کی منت مانتے ہیں یہ منت درست نہیں ہے
اور نہ ہی اس کو ادا کرنا لازم ہے اور نہ ہی کسی درگاہ کا مجاور اس کو صحیح منت سمجھ
کر لے سکتا ہے کیونکہ یہ منت ہی غلط ہے۔ لیکن اگر کوئی مسکین اس کو صدقہ خیرات
سمجھ کر لے لیوے تو درست ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مجاور کے سوا اگر دوسرا
ادبی صدقہ خیرات سمجھ کر لیوے تو مجبور اس کے چھیننے کا حق نہیں رکھتا، ہاں اگر
منت ماننے والے نے یہ منت مانی ہو کہ فلاں درویش کے مزار پر جو مسکین رہتے
ہیں ان کو کھلاؤں گا تو مجاور بھی غریب ہونے کی صورت میں کھا سکتا ہے کیونکہ
یہ منت صحیح ہے (یہاں تک علامہ خیر الدین رملی نے شیخ الاسلام کے رسالہ کا خلاصہ
لکھا ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس حرام چیز یعنی بزرگوں کی
منت جس کے حرام ہونے پر تمام علماء دین کا اتفاق ہے کو ایک جماعت نے سباج

وجہ سے شفا حاصل ہوئی اسی واسطے حدیث میں آیا کہ منت تقدیر کو
مال نہیں سکتی صرف کنجوس کی جیب سے مال نکالتی ہے۔ لیکن جو منت
سادہ اور بے غرض ہو مثلاً کوئی شخص بیکسی غرض کے یوں ہی کہے
کہ میں نے منت مان لی اور اپنے آپ پر بلا وجہ لازم کر لیا کہ اتنے
روزے رکھوں گا، یا اتنا صدقہ دوں گا، یا اتنے نفل پڑھوں گا،
تو یہ خاص ثواب کا کام ہے۔ حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا
دیکھو حاشیہ بھارالائق ص ۵

بھارالائق اور حاشیہ شامی کی عبارت سے ظاہر ہوا کہ مشروط منت جبکہ
ہاں رواج ہے بزرگوں کی تو کجا خداوند تعالیٰ کے نام کی بھی ماننا منع ہے
شیخ عبدالحی محدث دہلوی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

”چونکہ لوگوں کو نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے لئے منت
ماننے کی عادت ہو چکی ہے اس لئے آپ نے منع فرمایا مطلب
یہ ہے کہ منت کو تقدیر بدلنے والی نہ سمجھیں، درحقیقت ممانعت
اس وجہ سے ہے مطلق نذر ممنوع نہیں ہے (بلکہ معلق اور مشروط)
کیونکہ مشروط منت کنجوسوں کا کام ہے۔ سخی جب قرب الہی چاہتا
ہے تو فوراً خیرات کرتا ہے کنجوس کا نفس بلا غرض اور بلا معاوضہ
باتھتے سے کچھ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔“ اشعۃ اللمعات ص ۱۲

نماز ہو اگر منت خداوند تعالیٰ کی بھی ہو لیکن اگر کسی شرط سے وابستہ ہو مثلاً
فلان کام ہو جائے تو اتنا مال اللہ کے نام دوں گا۔ خود غرضی اور سوداگری ہے
شریعت میں ناپسندیدہ فعل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کبار میں اس کا رواج بالکل
ختم ہو گیا حدیث کی کتابوں میں نذر معلق کی مثالیں ڈھونڈنے سے نہیں ملتیں۔ بریلوی
عملوں کی عادت ہے کہ نذر معلق کو ثابت کرنے کے لئے ہمیشہ نذر مطلق کی حدیثیں پیش
کر دیتے ہیں بریلوی حضرات تمام حدیث کی کتابوں میں نذر معلق کی کوئی مشروط

مال پیش کریں جو ذاتی اغراض کے لئے ہو۔ ہاں یہ بات مسلم ہے کہ نذر معلق اگر کوئی
کنجوس مان لے تو منعقد ہو جاتی ہے کام ہو جانے کے بعد اس منت کو پورا
کرنا پڑے گا۔ لیکن ایسی منت ماننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا ہے۔
اب یہ سوچنا آپ کا کام ہے کہ بزرگوں کی منت کا درجہ کیا ہوگا؟

ایصال ثواب کا ایک ضروری اصول

فتاویٰ عزیزی صفحہ ۹۳

سوال: بدیع الاول کے مہینہ میں خداوند تعالیٰ کی رضا کے لئے کھانا پکانا اور
اس کا ثواب حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ترحم مبارک کو، یا ختم
میں امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے اہل بیت اطہار کو پہنچانا جائز ہے
یا نہیں؟

جواب:- انسان اپنے کام میں مختار ہے کہ اپنا ثواب بزرگوں کے لئے کر سکتا ہے
لیکن اس کام کے لئے وقت، دن اور مہینہ مقرر کر لینا بدعت ہے۔ ہاں اگر یہ کام
ایسے وقت میں کریں کہ اس میں ثواب زیادہ ملتا ہے مثلاً ماہ رمضان کہ اس میں مومن
کے عمل کا ثواب دوسرے مہینوں سے ستر گنا زیادہ ہو جاتا ہے تو ہرج نہیں ہے
کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے لوگوں کو اس کام پر رغبت دلائی ہے بقول حضرت علی رضی
کرم اللہ وجہہ اور جس چیز پر صاحب شریعت کی ترغیب اور وقت کی تعیین نہ ہو وہ
کام بے فائدہ ہے اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی مخالفت ہے سنت
کی مخالفت حرام ہے پس ہرگز یہ کام جائز نہ ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کا دل چاہے کہ
بدیع الاول یا ختم میں ثواب پہنچاؤں، تو پورا شیعہ خیرات کرے تاکہ نذر اور بخشش
نہ ہو، مطلب کہ رسم نہ بنے۔

اس حوالہ سے چند باتیں معلوم ہوئیں:-

۱۔ ایصالِ ثواب یعنی ثواب پہنچانا جس کو آپ نذر معرفی کہتے ہیں۔ اس کا جس کو
یہ ہے اللہ کے نام پر کھانا پکانا اور اس کا ثواب ہینہ دن وقت کی خصوصیت
سے الگ ہو کر حضور ﷺ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے اہل بیت وغیرہ متعلقین
کو بھیجنا۔ کسی شخص نے سوال کیا ہے کہ عوام الناس سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
عام طور پر ماہ ربیع الاول میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں اس خیال سے کہ اس ماہ
میں ولادت اور وفات شریف ہوتی ہے! اسی طرح حضرات اہل بیت رضوان علیہم
اجمعین پر محرم میں مصیبت گزری ہے اس خیال سے لوگ محرم میں ایصالِ ثواب
کرتے ہیں یہ کیسا ہے؟ شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ بدعت ہے اس کی بجائے
رمضان کی فضیلت چونکہ حدیث سے ثابت ہے اس لئے رمضان میں ربیع الاول
اور محرم سے مترگنا ثواب زیادہ ہوگا۔

۲۔ فضیلت قیاسی چیز نہیں روایتی چیز ہے۔

۳۔ جس کام کو صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والتیمتہ نے مقرر فرمایا ہو، اسے
مقرر کر لینا فضول ہے بے فائدہ ہے بلکہ خلافِ سنت ہے اور سنت کی نفی
حرام ہے۔ پس ناجائز ہے اسے کام مقرر نہ کئے جائیں، کرنے ہوں تو دل میں
نیت کر کے خاموشی سے کر دئے جائیں تاکہ رسم نہ پڑے۔ مگر یہ اعتقاد رکھنا غلط
ہے کہ اس ہینہ میں ضروری ہے یا بہتر ہے بہتر تو رمضان میں ہے۔ دن مقرر
کرنے کی بات چل پڑی تو سگے ہاتھوں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا حوالہ بھی
قبول فرمائیے۔ ماثبت بالسنۃ صفحہ ۱۶۹

۴۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے شیخ امام عبدالحق دہلوی سے مقررہ دنوں میں
عرس کے شعلے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ مناسخ کے
طریقہ اور عادات ہیں اور ان کی اس میں کچھ نیتیں ہیں۔ میں نے کہا باقی
دنوں کو چھوڑ کر اس دن کو مقرر کر لینا کیسا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ

۱۔ عام سنت ہے پس دن مقرر کرنے میں جو اعتراض ہوتا ہے اس
کا حال نہ کرو، اس کے نظائر بھی موجود ہیں۔ پس یہ عرس مطلقاً
کامیابان نوازی ہے اس لئے تو سنت ہے اور دن کی خصوصیت
کامیاب سے بدعت ہے۔ پھر فرمایا کہ بعض پچھلے لوگوں نے مناسخ
عرب سے کہا ہے کہ جس دن بزرگ جناب الہی میں پہنچتے ہیں اُس
دن خیر و برکت اور نورانیت کی توقع زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت دوسرے
دنوں کے۔ پھر شیخ نے تھوڑی دیر میں تھکا کر سوچا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا،
میں زمانہ میں تو ان چیزوں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔ صرف پچھلے لوگوں
نے ان چیزوں کو پسند کیا ہے۔

۲۔ عرس کے جواز کی یہی صورت بتائی کہ جہان نوازی عام سنت ہے وہ
کام کی خصوصیت سے بدعت بن سکتی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آج کل جو لوگ
عرس مناتے ہیں وہ تو دنوں میں سنت مراد اور شرک کے انبار لے کر جاتے
ہیں عام جہان میں؟

۳۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے استاد نے غور
کے بعد جو بات ارشاد فرمائی ہے وہ بہت فیصلہ کن ہے کہ پہلے مبارک نماز
ان دنوں میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی، یہ چیزیں پچھلے لوگوں نے پسند کی ہیں اور پچھلوں
کا ہوا ہے۔

اب ہم بریلوی حضرات سے عرض کرتے ہیں کہ تمہاری تاریخ پیدائش معلوم
ہو، جب سے یہ چیزیں پیدا ہوئی ہیں اسی وقت سے بریلوی پیدا ہوئے اور
ان صاحبین کے دوا میں یہ چیزیں نہ تھیں تو بریلوی کہاں تھے؟ پھر تم اہل سنت
میں اس منہ سے کہلاتے ہو؟ تمہارے پیر بزرگ تو تمہیں نئی پود بتلا رہے ہیں۔
میں کا سنتی بھی یہی ہے۔ اب یہ بات آپ ہی بتلائیں کہ یہ تاخرین کا دور کب
شروع ہوا؟ تمہاری عمر کتنی ہے؟ ہمارے خیال میں تو بریلوی پچہ تین چارھیں

کی پیداوار ہے۔ طر کے آمدی و کے پریشدی

شیخ جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں جو روایت قال محمد بن
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبوس الشہداء علی
کل حولی ۱۰۰۰۰ الخ بیان کی ہے۔ اس حدیث کو سلوی محمد شریف صاحب
نوری نے بھی مسئلہ گیارھویں میں تخصیص کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے
محدثین کے نزدیک متصل الاسناد اور مرفوع نہیں ہے اس لئے ایسا اختلافی
پر کار آمد نہیں ہے، طبقہ رابع یعنی چوتھے درجہ کی حدیث میں حضرت شاہ
محدث دہلوی "عجالتہ نافعہ" میں فرماتے ہیں:-

۱۔ طبقہ چہارم احادیث کے نام و نشان آہندہ در قرون سابقہ معلوم نہ ہوا
ترجمہ:- چوتھا درجہ وہ حدیثیں کہ ان کا نام و نشان بھی پہلے زمانوں میں
نہ تھا اور پہلے لوگوں نے ان کو روایت کیا ہے پس ان حدیثوں کا
حال دھوڑ توں سے باہر نہیں ہے، یا تو پہلے زمانہ کے محدثین نے
تلاش اور تفتیش کی مگر ان حدیثوں کا کچھ اصل نہ پایا تو ان کی روایت
میں مشغول نہ ہوئے، یا روایت کا کچھ اصل پایا اور اس میں خرابی اور
خلل دیکھا تو انہیں چھوڑ دیا ہر صورت یہ روایتیں قابل اعتماد نہیں ہیں
کہ کسی عقیدہ یا عمل کو ثابت کرنے کے لئے ان سے دلیل پٹری جائے
اس قسم کی ناقابل اعتماد حدیثوں میں بہت سی کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں
جہاں کچھ تھوڑی سی شمار کرتے ہیں کتاب الضعفاء لابن حبان۔ تصانیف حاکم۔
تصانیف ابن مردودہ۔ تصانیف خطیب۔

کتاب الضعفاء للحقیلی۔ کتاب الکامل لابن عدی
یہ خطیب وہی ہے جس کا حوالہ سلوی محمد عبداللہ صاحب نے رسالہ نذر
اولیاء کے صفحہ پر دیا ہے اور انہیں مصنف مشکوٰۃ کہل ہے
تصانیف ابن شاہین۔ تفسیر ابن جریر۔ تصانیف سلوی

تصانیف ابن عساکر۔ تصانیف جوہر قانی۔ تصانیف ابوالشیخ
تصانیف ابن نجاش وغیرہ سب کتابیں ضعیف ہیں،
سطر بعد لکھتے ہیں:-

شیخ جلال الدین سیوطی کی تمام تصانیف کا سرمایہ رسائل اور نوادر
میں خود بھی کتابیں ہیں، ان کتابوں کی حدیثوں سے مشغول ہونا اور
ان سے مسائل نکالنا بے فائدہ معلوم ہوتا ہے:-

پہلے چھٹی ہوئی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بریلوی مذہب کا گھر ذرا ہی اجاڑ
دیا ہے بانس نبی باری۔ ان بیچاروں نے کھانے پینے کے واسطے ختم درود
کا چہلم وغیرہ جو بہانے بنا رکھے ہیں وہ سب کے سب انہی کتابوں کے
پر قائل تھے، اگر یہ کتابیں دنیا میں نہ ہوتیں تو بریلوی مذہب پیدا ہی کہیں
نہ ہوتا اور زندہ رہتا کس بہار سے پرہیزاں تو سب فقہ کہانی سے مسک بن رہا
ایک قصوری واعظ بریلوی نے وعظ میں فرمایا تھا قیمتی موتی اگر گندی نالی
میں جائے تو اس کی قیمت کم نہیں ہوتی، ایک مثال ہے، اس سے مسئلہ نکلا کہ
ادان کو ہر قسم کے گناہوں کی کھلی گھٹی ہے، دیکھئے مصنف نذر اولیاء نے تمام
مال میں صرف ایک حدیث لکھی ہے وہ بھی ہماری دلیل ہے، باقی خیر نوری صاحب
دو حدیثیں لکھی ہیں، ایک تو یہی روایت جلال الدین سیوطی کی جس کا حشر آپ دیکھتے
ہے، دوسری اتنی بے بنیاد اور جھوٹی ہے کہ ملا علی کی تصنیف کتاب اور خدی زنیابھر
کی کتاب ہے ہی نہیں، اہل بدعت کی عادت ہے کہ ان کے بزرگ کوئی
کتاب یا سنہ بنا دیتے ہیں اور پچھلے بے سوچے کچھ لکھی پرکھی مارتے جاتے ہیں۔

خدا کے بند و ابو مسائل اتنے کمزور ہیں کہ ان کے واسطے رات دن جھوٹ
و جھوٹ بولنا پڑتا ہے ان کو دین میں کیوں داخل کرتے ہو؟
انوں کی خصوصیت کا مسئلہ چھوڑ کر نذر اولیاء کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
مناوی عنری ص ۵۵

» ماکولات و مشروبات را نیز از راه تقرب ... الخ
ترجمہ: کھانے پینے کی چیزوں کو، اور دوسرے مال کو غیر اللہ کی نزدیکی
کے خیال سے دنیا شرک ہے اور حرام ہے۔

تقرب کے معنی کیا ہیں؟ کسی کو خوش کرنا، کسی سے تعلق بڑھانا، نزدیکی حاصل
یہی خوش کرنا اگر ایصالِ ثواب کے طور پر ہو تو جائز ہے۔ اگر نذر کی شکل میں ہو تو حرام
انما العبرة بالمعنی لا للفظ۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب صفحہ ۱۰ پر فرماتے ہیں:-

» اگر کسی جانور کا خون خدا کے سوا کسی کو راضی کرنے کے لئے گرایا تو یہ
حرام ہے۔ کیونکہ یہ تقرب بغیر اللہ ہے۔ مگر خون خدا کے نام پر گرایا خدا
کے سوا کسی کو راضی کرنے کے لئے نہیں گرایا بلکہ گوشت و گوشت کو کھلا
کر، یا ایصالِ ثواب سے اویلا کرام کو خوش کیا تو حرام نہیں۔ ... الخ

مولوی صاحب! یہ تو فرمائیے کہ اویلا، اللہ کو ثواب پہنچانے کے لئے کیا ہمارے
کا خون ضرور گرا نا ہے؟ کیا گوشت بازار سے نہیں ملتا؟ بات یہ ہے کہ اویلا کو
پہنچانے والے معمولات و یہاں میں اور شہروں میں بھی ایک جانور بزرگ کے نام پر
منت کر دیتے ہیں۔ پھر جب منت پوری کرنا چاہتے تو اسی جانور کو اللہ کے نام پر
ذبح کر کے کھلا دیتے ہیں۔ کہتے بھی ہیں یہ چیز بزرگوں کی ہے۔ بزرگوں کی طرف سے
دعوت ہے شرک ہے۔ مصنفین اویلا نے بھی بزرگوں کو ثواب پہنچانے کے سلسلہ
میں ذبح جانور کا نام لے ہی لیا، انند کی بات باہر آہی جاتی ہے۔

ظہر تائید نے واسے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

اس کا جواب اگرچہ مسئلہ مشہور ہے۔ مگر چونکہ آپ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
سے بہت عقیدت ہے، اس لئے فتاویٰ عزیزی سے لیتے ہیں۔

فتاویٰ عزیزی ص ۱۰

سوال: اس صورت میں کہ کوئی شخص نیت کرے، اگر میرا کام حسب حاجت

بن جائے تو سید احمد کبیر رحمۃ اللہ کی گائے یا شیخ شمد کی بھیر بکری دودنکا
اور حاجت پوری ہونے پر گائے بکری کو خدا کے نام پر ذبح کرے اور
حال یہ ہے کہ نیت میں گائے بکری کو ان بزرگوں کی طرف نسبت کرنا
ہے۔ اس جانور کا کھانا کیسا ہے؟

جواب: ذبیحہ جانور کے حلال حرام ہونے کا دار و مدار ذبح کرنے والے
کی نیت اور قصد پر ہے۔ اگر تقرب الہی کی نیت پر یا گوشت بیچنے
کی نیت، یا دوسرے مباح امور کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ
حرام۔ تفسیر نیشاپوری میں ما اھل بہ لغیر اللہ کی بحث میں لکھا ہے
اگر مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے، اور ذبح سے اس کی نیت اللہ کے
سوا کسی سے تعلق بڑھانے کی ہو تو اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے اور
مرتد کا ذبیحہ حرام ہے۔

شاہ صاحب کی بات ختم ہوتی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جس شخص نے جانور کو زندگی
میں ہی کسی بزرگ کی منت کرنا مانا ہوا ہو، اور پھر تقدیر سے وہ کام بھی اُس کا ہو گیا
تو وہ شخص اس جانور کو کس نیت سے ذبح کرتا ہے؟ کیا خدا کی رضا کے واسطے؟
نہیں حضرات اگر توحید کا عقیدہ رکھنے والا ہوتا تو بزرگ کی منت ہی کیوں مانتا۔ اب
جب مانی ہے، اور کام بھی اس کا خدا کی تقدیر سے ہو گیا تو اب وہ جاہل توحید کا جذبہ
بہاں سے لائے گا، اگرچہ بظاہر تکبیر سے ذبح کرتے ہیں مگر دل کی حالت مکہ کے
کافروں سے بدتر ہوتی ہے۔ فوراً آگے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:-

» منکرین عرب کفر میں فلعس تھے جب کسی جانور کو غیر اللہ کے تقرب کے

لئے ذبح کرتے تو نام بھی اسی غیر کا لیتے لیکن مسلمان مشرک اس کے برعکس

دوسرے طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ کفر و اسلام کو غلط ملط اور

گڈ گڈ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ذبح کے وقت نیت تو ہوتی ہے غیر اللہ

سے تعلق بڑھانے کی لیکن زبان پر اللہ کا نام لیتے ہیں پس پہلی چیز یعنی

مکہ کے کافروں کا فعل تو صاف کفر ہے۔ اور دوسری چیز یعنی مشرک
مسلمان کا فعل یہ ایسا کفر ہے جس کی ظاہری صورت اسلام کی ہے اور

اندر کفر لپٹا ہوا ہے۔

سمجھئے آپ؛ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ آپ کو کیا کہہ رہے ہیں۔ اندر کفر ہے باہر
سے اسلام کا غلاف چڑھایا ہوا ہے۔ اب تک تو آپ لوگوں کا طریقہ ہمیشہ
یہ رہا ہے کہ بزرگان دین کے پاک ناموں پر جتنا بھی گندہ اور کفریہ فعل کو لیتے کسی
کو بولنے کی جرأت نہ تھی۔ کیونکہ بریلویؒ بزرگوں کا اگر بت بھی بنا کر کھڑا کر دیں تو اس
کی تعظیم بھی ضروری ہوتی ہے آخر بزرگوں کا بت ہے جو اس کے سامنے سر نہ
جھکائے وہابی ہے گستاخ ہے بے ادب ہے مگر یہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ
دہلویؒ کون بزرگ ہیں جو آپ کو ایسی کھری کھری سنار ہے ہیں سمجھ میں نہیں آتا یہ آپ کے
پر دہکندہ سے بھی نہیں ڈرتے۔ اب رہا آپ کا حوالہ ملا جیون صاحب والا۔ چاند
بھی لگے ہاتھوں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ سے ہی پوچھ لیں۔
فتاویٰ سنہری ص ۲۳ پر فرماتے ہیں:-

”انہیں دلائل سے معلوم ہو گیا کہ ملا جیون صاحب نے تفسیرات احمدیہ
میں جو کہہئے کہ اولیاء کی منت کی بروئی گائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں
رسم ہے، درسم کا لفظ خود ہی قباحت کے لئے کافی ہے، مگر مصنف
نذر اولیاء ترجمہ کرتے وقت رواج کا لفظ لکھتے ہیں، حلال طیب ہے۔
کیونکہ اس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہیں یا گیا، اگرچہ منت ہندو
کی کرتے ہیں، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ملا جیون کا یہ قول صاحب
ہدایہ کے قول سے غفلت اور بے خبری کی وجہ سے ہے یعنی صاحب
ہدایہ کی بات کو ملا جیون نہ سمجھے، ورنہ یہ تفریح نہ قائم کرتے۔“

صاحب ہدایہ کا ہمارے حنفی علماء میں جو فقہی زہر اور مقام ہے اس کو اہل علم
ہی جانتے ہیں کہ یہ بزرگ اصحاب التزیج میں سے ہیں اور ملا جیون تو ان کے سامنے

کتاب ہیں۔ یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ ملا جیون صاحب نے جب یہ کتاب
لکھی تو اس وقت ان کی عمر سو سال کی تھی گویا نارمیدہ اور نابالغ تھے۔ اسانڈہ
کے طریق جمع کر دی ہیں، شاہ صاحب دوسری جگہ اسی فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ:-
”ملا جیون کا حلال طیب کہنا کسی صورت میں بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مسئلہ
میں دلائل متعارض ہیں اس لئے گائے شہدہ والی تو ضرور ہے۔“
اس مسئلہ کی وضاحت بہت ہو چکی ہے مگر رکت حاصل کرنے کے لئے ہم حضرت
امام مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد لکھ دیتے ہیں۔

حضرت امام مجددؒ کا فیصلہ

روایات شریف نمبر ۴۱ جلد سوم صفحہ ۷۷

ترجمہ:- حیوانات کو جو مشائخ کے نام کی منت مانتے ہیں اور ان کی قبروں
پر جا کر ان حیوانات کو ذبح کرتے ہیں۔ فقہی روایات میں یہ چیز بھی
شرک میں داخل ہے اور فقہاء نے اس بات میں سختی سے منع کیا ہے۔
فقہاء کرام نے اس کو جنات کے نام کی ذبح کی قسم سے قرار دیا ہے
رواج رہے کہ مشرکین عرب جنات کے نام کی ذبح کرتے ہیں جو ممنوع شرعی
ہے اور شرک میں داخل ہے۔

یہاں مصنف نذر اولیاء منع اور مشروع کا لفظ لٹ کر لیں کیونکہ مولوی صاحب
کے معنی مکر وہ فقہی کرتے ہیں، کیا شرک بھی مکروہ فقہی ہے؟
حضرت امام مجددؒ فرماتے ہیں:-

”اور اسی مشرک کی قسم سے میں عورتوں کے روزے جو پیروں اور
سپیوں کے نام پر رکھتی ہیں۔ اکثر پیروں کے نام بھی بناوٹی ہوتے ہیں۔
یہ عورتیں ان بزرگوں کے نام پر روزے کی نیت کرتی ہیں اور اقطاعی
کے وقت ہر روزہ میں ایک خاص صورت اختیار کرتی ہیں (مثلاً فلاں

بزرگ یا فلاں بی بی کا روزہ اس چیز سے رکھنا ہے اور اس چیز سے چھوڑنا ہے اور دن بھی مقرر کرتی ہیں مثلاً فلاں بزرگ کا روزہ فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ کو رکھنا ہے اور اپنے مطلب اور غرضیں اس روزہ سے وابستہ کرتی ہیں یعنی فلاں کام کے لئے فلاں بزرگ کا روزہ رکھتی ہوں۔ اور اس روزہ کے وسیلہ سے ان بزرگوں سے حاجت مانگتی ہیں اور جب کام بن جائے تو حاجت روائی ان بزرگوں کی طرف سے سمجھتی ہیں یہ عبادت میں شرک ہے مطلب یہ کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور عبادت خداوند تعالیٰ کے سوا جس کی بھی کریں شرک ہے نہ تو یہ یاد رکھیں کہ شرک صرف روزہ ہی میں نہیں ہے بلکہ خداوند تعالیٰ نے اپنی عبادت کے جتنے طریقے بیان کئے ہیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات وغیرہ سب میں شرک ہوتا ہے، حضرت امام مجتہد فرماتے ہیں یہ شرک ہے اور غیر اللہ کی عبادت کے وسیلہ سے غیر سے حاجت مانگنا ہے (یہ اس سے بڑھ کر ہوا)۔

فرماتے ہیں :-

”بعض عورتوں کو جب اس کام کی برائی بتائی جائے تو وہ جواب میں کہتی ہیں کہ ہم یہ روزہ خداوند تعالیٰ کے لئے رکھتی ہیں اور ثواب ان بزرگوں کو بخشی ہیں یہ بہانہ ہے۔ اگر وہ اس بات میں سچی ہوں یعنی روزہ اللہ کے نام کے رکھتی ہوں اور ثواب بزرگوں کو بھیجتی ہوں تو خاص خاص دنوں کو مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے ہر کیا خداوند تعالیٰ کے دین میں یہ باتیں ہیں؟ کیا خداوند تعالیٰ نے حضرت امام جعفر صادقؑ کے نام پر عطا پوری ہی قبول کرتا ہے۔ اس خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟“

ناظرین! یہ کس بزرگ شخصیت کا کلام ہے؟ حضرت امام محمد باقرؑ ثانی فرماتے ہیں :-

”ہاں یہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا؟“

”لوگوں اور طریقیت کا یہ مجمع البحرین ناپیدائش سمندر جیسے حق تعالیٰ نے دنیا کو جس کی بے دینی کا جواب بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ مقدس شہباز اسلام جن کی عظمت، عظمت، اتبار، سنت اور رفیع بدعت سے عالم اسلام کا بچہ بچہ زیر بار ہے۔ ایک ہزار سال گزر چکا تھا۔ جدت پسند بادشاہوں، مصلحت پسند لوگوں، مایل بدعت پسند پیروں نے دین کا حکم لگا کر ایک ایک سنت پر بدعت لگا دی اور خلافت پر طعان دے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائق ہوتی تھی بناوٹی تصوف کی غلام بن چکی تھی تصوف چند ظاہری قیود، تسبیح، سجادہ، گدڑی اور کس کے نعروں میں جکڑا ہوا انیم جان تھا۔ طالبان حق کو نذر و نیاز، چڑھا دیے، قبروں پر سجدہ کرنے، غلاف چڑھانے، وجد اور نلپے مٹانے کی تعلیم دی جاتی تھی، غرض اسلام کا مقدس چہرہ اللہ تو بر تو بدعات نے مسخ کر دیا تھا جب خداوند تعالیٰ نے سرزمین ہندوستان میں یہ نور ہدایت پیدا فرمایا جس کی عالم افروز نور ہدایت بعدہ تجدید الف ثانی تمام اسلامی ممالک پر سایہ افکن ہوئی۔ کیا پاکیزہ ہے ایک فیصلہ کن کلام ہے فَلَاحِ وَرَاحِ قَدْ قَامَ سَيِّدُكَ حَضَرَتِ اِمَامِ مَجْتَدِ اَوَّلِ اَلْکَلَمِ مَبَارَک سے چند مسائل معلوم ہوتے :-

۱۔ جو حیوانات بزرگوں کی منت مانتے ہیں اور بزرگوں کی قبروں کے پاس جا کر کھڑے ہوتے ہیں یہ شرک میں داخل ہے کیونکہ یہاں گوشت کھانا مقصود نہیں۔ اگر کوئی کھانا ہی مقصود ہوتا تو بزرگوں اس صورت کے بھی یہ کام ہو سکتا تھا تو اب تو ہر شے پہنچتا ہے جو لوگ جانور کو مانتے ہیں وہ جانوروں کو قبروں پر سے جانا دیتی سمجھتے ہیں، اگر ان کو کہا جائے کہ یہیں ذبح کر کے تقسیم کرو تو اس پر ہنپا دوں گے نہیں مانتے بلکہ شاید مصنف نذیر اولیاء کا فتویٰ بھی یہی ہو کہ وہاں سے جانا دیتی ہے۔

۲۔ جائز ناجائز حرام حلال، ہر مسئلہ کا فیصلہ فقہ کی کتابوں سے ہوتا ہے نہ کہ لوگوں اور خیالوں سے، اگر قیل و قال اور خواب و خیال پر مسائل کی بنیاد رکھی جائے

تو دنیا میں ہزاروں عالم اور لاکھوں بزرگ گزرے ہیں۔ آج ہمارے ہاں کے ائمہ
فرقے بن چکے ہوتے۔ ہمارے بریلوی بھائی نام کو تو حنفی ہیں مگر فقہ حنفی سے بہت
میں حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے جا بجا مکتوبات شریف میں واضح کیا ہے کہ
اور علماء سے پوچھنا چاہیے۔ صوفیاء کرام سے سلوک تو سیکھو لیکن مسئلہ کی تحقیق علماء
ہے۔ دیکھئے مکتوبات شریف مطبوعہ مطبع احمدی دہلی دفتر اول ص ۳۲۵

”جاننا چاہیے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جہاں علماء اور صوفیاء
کا اختلاف ہے، جو اچھی طرح غور کیا جائے تو حق پر علماء ہیں۔ اس کی وجہ
یہ ہے کہ علماء کی نظر انبیاء علیہم السلام کی اتباع سنت کی وجہ سے کمالات
نبوت اور علوم نبوت میں نفوذ کر جاتی ہے اور صوفیوں کی نظر ولایت
کے کمالات اور معارف تک محدود رہے پس وہ علم جو بارگاہ نبوت سے
حاصل کیا جائے وہ زیادہ درست اور زیادہ صحیح ہوگا اس علم سے جو مرتبہ
ولایت سے حاصل کیا جائے۔“

نیز دفتر اول ص ۳۳ میں فرماتے ہیں :-

”شیخ ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ کے شطحیات قابل اعتماد نہیں ان
کے اکثر کشفی علوم اہل سنت کے علوم سے الگ واقع ہوئے ہیں
پس ان کشفی علوم کی تابعداری وہی کرے گا جس کا دل بیمار ہو۔“

دیکھئے شیخ ابن عربی کا صوفیہ میں بڑا مقام ہے، مگر امام مجدد الف ثانیؒ ان کا
کو اہل سنت سے الگ قرار دے رہے ہیں۔ بریلوی مذہب کی بنیاد جن چیزوں
ہے حضرت امام مجددؒ ان کو کھوٹی اور بے کار قرار دیتے ہیں۔ دفتر اول
”عقائد درست کرنے کے بعد فقہ کے احکام کا سیکھنا بہت ضروری ہے
فرض واجب حلال حرام، سنت مستحب مشتبہ مکروہ کے جلنے کے سوا
چارہ نہیں۔“

لیتی سب چیزیں غصہ سے معلوم ہوں گی۔ معلوم بریلوی حضرات فقہ حنفیہ سے کبیل

کے فرماتے ہیں فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں۔

دفتر اول ص ۳۳

”مولیوں کا عمل حلال حرام میں سند نہیں ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ
اس کو معذور سمجھیں اور ان کو برائہ کہیں اور ان کا کام خدا کے سپرد کریں
اس جگہ یعنی حلال حرام جائز ناجائز کے موقع پر امام ابو حنیفہؒ امام محمدؒ امام
ابو یوسفؒ کا قول معتبر ہے ز ابو جعفر شبل رحمۃ اللہ علیہ اور ابو الحسن نوری کا
قول۔ اس وقت کے کچھ صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بیانا بنا کر گانا
اور ناچنا مذہب میں داخل کر لیا ہے اور خدا کی بندگی سمجھ لی ہے۔ یہی
لوگ ہیں جنہوں نے دین کو کھیل تماشا بنایا۔ پہلی روایت سے معلوم ہو چکا
ہے کہ جو شخص حرام کام کو اچھا سمجھے، اہل اسلام کی جماعت سے باہر اور مرتد
ہو جاتا ہے۔ پس خیال کرنا چاہیے کہ سماع اور رقص کی مجلس کی تعظیم بلکہ
اس کو بندگی اور عبادت سمجھنا کس قدر بڑا ہے۔“

لام کو اہل بدعت غور سے پڑھیں کہ صوفیوں کا عمل شریعت میں کیا درجہ رکھتا ہے۔

دفتر اول ص ۳۵۲ مرزا حسام الدین کو لکھتے ہیں کہ :-

”میں نے مولود کی محفل اور نعت خوانی سے سخت منع کیا ہوا ہے اور
تم لکھتے ہو کہ بعض یہاں کے دوستوں نے اپنے گھر میں مولود کی محفل
کرائی ہے، اس کی وجہ سے ان کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
خواب میں نصیب ہوتی ہے۔ امام مجددؒ فرماتے ہیں۔ خوابوں پر کچھ اعتبار
نہیں۔ اگر خواب پر اعتماد ہو سکتا تو شیخ کا کیا فائدہ ؟

”کچھ خواب اور ایسا مبارک خواب۔ حضرت امام مجددؒ اس کو بھی بے اعتبار قرار دیتے
ہیں جب شریعت کی پابندی میں ملل آئے۔“

واضح رہے کہ حضرت امام مجددؒ ثانیؒ نعت خوانی کی محفلوں کے سخت
دعا میں تجربہ سے ثابت ہے کہ ہوس پرست لوگ ایسی پاکیزہ مجلسوں کو بدعت

سے خالی نہیں رہنے دیتے۔ اگرچہ کتنی ہی احتیاط کی جلتے۔

۳- تیسری بات حضرت امام مجتہد الف ثانیؒ کے حوالہ سے یہ معلوم ہوتی کہ کسی مملوک کے نام کا روزہ رکھنا یا نماز پڑھنا شرک ہے جیسے دو رکعت نماز اویس قرنیؒ کی یہ خیرات میں بھی ہو گا۔

۴- جو لوگ مشرکانہ طریقہ پر بزرگوں کو خداوند تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں ان کی ایک پہچان حضرت امام مجتہدؒ نے یہ بھی بتائی ہے کہ وہ اس عبادت کے تو تسل سے بڑا گناہ سے حاجتیں مانگتے ہیں۔ دیکھئے رسالہ نذر اویاد ص ۱۸

”شک یہ کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو عزت کے نام کی دیگ پکاؤں گا“

۵- یہ سمجھنا کہ بزرگ کام نکال دیتے ہیں حاجت پوری کرتے ہیں مشکل کشا ہیں قادر ہیں، مختار ہیں، شرک ہے۔

۶- غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ سے غیر سے حاجت مانگنا شرک ہے۔

۷- ان جاہلوں کو جب ان برائیوں سے روکا جاتا ہے تو یہی جواب دیتے ہیں کہ ہم یہ روزہ اور دیگ خدا کے نام کی دیتے ہیں صرف اس کا ثواب بزرگوں کو پہنچاتے ہیں دیکھئے مصنف نذر اویاد نے وہی عورتوں والی بات کہہ دی کہ حضرت امام مجتہدؒ فراموشی سے تارٹ گئے کہ یہ ثواب کے بہانہ میں شرک ہو رہا ہے فرمایا اگر یہ چیزیں خدا کے نام پر ہوں تو یہ پابندیاں کسی؟ فلاں بزرگ کا روزہ فلاں چیز سے کھولنا۔ اصحاب کہف کا تو شر اس طرح پکانا۔ اتنی سوچی ہو۔ آنا گھی ہو۔ اتنی کھاؤ اور کھانے والے ایسے ہوں ویسے ہوں۔ یہ ہندو مت کہاں سے آئیگی کیا یہ شر اللہ خدا کا حکم ہے؟ حضرت امام جعفر صادقؑ کا گوشت اچھا خاصہ خدا ہے اور شیعوں کی نقل سے جاہل بریلوی ایسا کرتے ہیں آگے چل کر ہم انشاء اللہ بتائیں گے کہ بریلوی شیعوں کی ایک شاخ ہیں مصنف نذر اویاد فرماتے ہیں کہ امام جعفر کے کوٹھ سے میں بعض چیزیں نہ ہونی چاہئیں۔ مولوی صاحب کیوں نہ ہو یہی چیزیں بدعت کی مہر ہیں، بدعت کی علامت ہیں، جن سے شرک کی پہچان ہوتی ہے

۱- بدعت پیدا ہوتی ہے یہ چیزیں اس فاحشہ کا لباس ہیں۔ جب یہ چیزیں نہ ہوں تو بدعت بھی نہ ہوگی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت اور تمام بدعتوں کے لئے بدعت کے ساتھ فضولیات کو ہر جگہ لگا دیا ہے تاکہ عقل مند لوگ ان کو ان نشانات سے پہچان سکیں بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کو اندر ہی پکانے کا حکم ہے اللہ ہی بیٹھ کر کھا فی جاتی ہیں۔ دسترخوان کا فضلہ اندر ہی دفن کرنے کا حکم ہے چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہؑ کی نیاز کا تو سخت پرہیز تھا لَاحَوٰی وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ - کیا دین ہے؟ ہندوؤں سے بھی آگے نکل گئے۔ اسلام کے لوگوں کو توڑا تھا تو پھر زندہ ہو رہے ہیں۔ یہی تو بات عرب کے مشرکین میں کہ قالوا ما فی بطن ہذا الاغنام خالصۃ لداؤد بن ہشام علی ازواجنا (الایضاً) ترجمہ اکانہ کہتے ہیں کہ جو بچہ اس جانور کے پیٹ میں ہے وہ چونکہ دینا کی بات ہے اس لئے صرف مرد ہی کھاؤں گے عورتوں پر حرام ہے۔ اور اگر مرد اور عورت دونوں کھا سکتے ہیں بنقریب خداوند تعالیٰ ان کو اس بیان کی سزا دے گا بے شک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے۔ (پارہ ۸، ص ۸۷)

۲- شرک کی پہچان میں حضرت امام مجتہد الف ثانیؒ نے خصوصاً کھانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس میں ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا ہے۔ بریلوی کا عقیدہ ہے کہ جو کھانا ہم ایصالِ ثواب کے طور پر کسی کو بھیجتے ہیں خاص ہی کھانا اس کو ملتا ہے چنانچہ تیسرے دن کا علو تو مردوں کے زخموں پر شکور کرنے کے لئے پکاتے ہیں۔ یعنی ابھی ابھی قبر میں گیا ہے اور یہ بھی یقین ہے کہ وہاں ضرور اس کو مار پڑی ہوگی اس لئے کہ اللہ ہم اس لئے شکور کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس قسم کے عقیدے ہندوؤں کے تو ضرور ہیں مگر اسلام ان وجہوں سے پاک ہے۔ شریعت میں ایصالِ ثواب کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جو نیک کام اور قسم عبادات بدنی یا مالی کرتا ہے تلاوت دعا شفا یا خیرات کھڑا روٹی وغیرہ اس کا ثواب اس کو ملتا ہے، چاہے اپنے لیے آخرت کا ذخیرہ رکھے، یا کسی دوسرے کو ثواب پہنچائے الغرض وہاں ثواب پہنچتا ہے

اور جنت کی نعمتیں ملتی ہیں، مگر بریلوی حضرات ہندوؤں کی طرح اس دھم میں گرفتار ہیں کہ وہی چیز ملتی ہے، اصل بات یہ ہے کہ نذر و نیاز اور بزرگوں کی گفتگو انہیں زبان کی چاٹ لگا دی ہے۔ دیکھئے مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی انتقال سے دو گھنٹہ قبل کیا وصیت فرماتے ہیں!

وصایا شریف ص ۹

”اعتراف سے یعنی عزیزوں سے اگر لطیف خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں غنہ میں دو بار ان چیزوں سے کچھ دھجھ کو بھیج دیا کریں۔

۱۔ دودھ کا برف گھر میں بنا ہوا کٹلی رکھنی، اگر چھینس کا دودھ ہو۔
 (یعنی بہتر تو یہ ہے کہ گائے کا دودھ ہو۔ خیر چھینس کے دودھ کی کٹلی ہو تو بھی ہر ج نہیں ہے) ۲۔ سرخ کی بریانی یعنی بھونا ہوا مرغ، مرغ پلاؤ ۳۔ بکری کا شامی کباب ۴۔ برائے اور ۶۔ بالائی، ۷۔ فیرنی پکرنی ۸۔ اُرد کی پھر بری دال مع ادک دلو از م (یعنی اُرد کی دال میں ادک بھی ضرور ہو اور مسالے بھی سب کے ہوں تاکہ مولوی صاحب کو قبر میں بادی نہ ہو جلتے) ۹۔ گوشت کچوریاں (یعنی کچوریوں میں گوشت تھوڑا نہ ہو۔ گوشت سے بھری ہوتی ہوں چمکا بھی کیا جلائے) ۱۰۔ سیب کا پانی ۱۱۔ انار کا پانی ۱۲۔ سوڈے کی بوتل۔ (تاکہ اتنی الابل جلدی سفیم ہو جائے) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ زبان کی چاٹ مرتے مرتے بھی دم نہیں لیتے دیتی۔ بریلوی مذہب کے بانی مانی ایک وقت

دستر خوان پر یہ بارہ چیزیں دیکھنا چاہتے ہیں، کھانے پینے کا ککر، یہ دھنیت کس چیز کی غماز ہے۔ اسی عزیز سے تو اپنا الگ مذہب بنایا۔ دیکھئے مرنے سے دو گھنٹہ پہلے یہ وصیت بھی فرماتے ہیں:

”رضا حسین اور حسین تم سب بھت اور اتفاق سے رہو یہ خطہ اس لئے پیدا ہوا کہ بریلوی مولوی بات بات میں ایک دوسرے کو کافر

کہتے ہیں، یہاں قصور کے بریلویوں میں محقق کے مسئلہ پر وہ کشتی ہوئی کہ خدا کی پناہ، حتی الامکان اشتباہ شریعت نہ چھوڑو۔ اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔“

دیکھئے الگ مذہب بنایا اور بیٹوں کو وصیت کی ہے کہ شریعت کی بھی اس ملک ہو سکے پیر دی کرو۔ لیکن میرا دین اور میرا مذہب جو ہے اس پر مضبوطی قائم رہنا ہر فرض سے ضروری فرض ہے۔ یعنی شریعت کی پیر دی سے بڑھ کر مذہب ضروری ہے۔

بریلویوں کا مذہب شریعت سے الگ ہے، اگر یہی دین اسلام ہوتا تو ان لوگوں کے اشتباہ میں سب کچھ بات آجاتی ہے۔ امتیہ ہے کہ مفسر نذر و نیاز خود ہی بتائیں گے کہ وہ کیا مذہب ہے جو شریعت کے علاوہ ہے۔ ان کی تابعداری شریعت سے زیادہ ضروری ہے۔ بڑی محنت سے مذہب بنایا اور ہماری سمجھ میں وہ مذہب بھی بارہ چیزیں ہیں جو نمبر وار بیان ہوتی ہیں۔

۱۔ اپھاڑ۔ نکلا کیا؟ چوہ

حضرت امام محمد مالک ثانیؒ تو تخصیص طعام کو بدعت فرماتے ہیں مگر یہ بریلوی حضرات بارہ چیزوں کے سوا کہیں منہ نہیں لگاتے۔ دیکھئے کتنا فرق ہے مجدد ملت اور مجدد بدعت میں۔

مسئلہ ایصال ثواب

ایک مسلمان اپنی نیکی دوسروں کو دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے معتزلہ بدنی اور مالکی..... ہر دو عبادتوں کا ثواب پہنچانے اور پہنچنے کے منکر ہیں۔ یہ مذہب مردود ہے۔

۲۔ بدنی اور مالی عبادتوں کا ثواب دوسرے مسلمانوں کو دیا جاسکتا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ امام احمد بن حنبل اور جہور کا مذہب یہی ہے۔ دلائل آگے آتے ہیں۔

۳۔ تیسرا فرق مالی عبادتوں کا ثواب پہنچنے کا قائل ہے۔ بدنی عبادتوں کے ایصال ثواب کا منکر ہے۔ یہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ حنفی مذہب کے دلائل احادیث اور آیات میں بکثرت ہیں، نیز شاہ جلد دوم ص ۳۲ میں فتاویٰ عالمگیری سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

ترجمہ: قادمہ اور ائمول یہ ہے کہ جو شخص جس قسم کی عبادت کرے وہ اس کا ثواب دوسرے مسلمان کو دے سکتا ہے۔ علامہ اس کی تشریح لکھتے ہیں خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا قرآن کریم کی تلاوت یا عام ذکر الہی، یا طواف یا حج، یا عمرہ یا اس کے سوا کوئی بھی نیک عمل ہو مثلاً بیویوں، شہیدوں، دیوں کی قبروں کی زیارت بطلب یہ ہے کہ یہ بھی نیک کام ہیں۔ اس کا بھی ثواب ہے۔ کیونکہ زیارت قبور مشروع ہے۔ اس کا ثواب بھی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے۔ نیز مردوں کو کنن دینا اور تمام قسم کی نیکیاں دوسرے کو بخشی جاسکتی ہیں۔

مسئلہ ۱۔ نفلی صدقہ کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ صدقہ کرتے وقت سب اہل ایمان مردوں عورتوں کو ثواب میں شامل کرنے کی نیت کرے۔

مسئلہ ۲۔ فرض کا ثواب بھی دوسرے کو دیا جاسکتا ہے اور جس فرض کا ثواب دوسرے کو بخش دیا اس کو دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، یا در ہے کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مسئلہ ۳۔ ثواب پہنچانے کے لئے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں بلکہ جب

عمل کر رہا ہو اس وقت نیت کر لینا کافی ہے یعنی نیکی کرتے وقت یہ خیال اور نیت دل میں رکھے کہ یہ عمل فلاں شخص کے واسطے کر رہا ہوں تو ثواب اس کو مل جائے گا مثلاً قرآن مجید کی تلاوت کے وقت یہ نیت ہو کہ ماں یا باپ، یا کسی دوسرے شخص کو ثواب پہنچانے کے لئے پڑھتا ہوں تو جو لفظ زبان سے نکلے گا اس کا ثواب اس کو پہنچ جائے گا زبان سے بخشنے اور پہنچانے کی ضرورت نہیں رہی پہنچ گیا۔

مسئلہ ۴۔ اگر کسی شخص سے نیکی کرتے وقت اپنے لئے کی ہو پھر بھی جب چاہے ثواب پہنچا سکتا ہے۔

بحر الرائق ص ۵۹ میں تقریباً یہی مضمون ہے اس میں ذرا اتنی تفصیل اور بھی ہے کہ عمل کا ثواب زندوں کو بھی دیا جاسکتا ہے، مردوں کو بھی۔ ہذا یہ فتح القدیر، الفائق، زیلعی، عینی وغیرہ میں مسئلہ مفصل ہے۔ چونکہ اس مسئلہ میں کوئی اصولی اختلاف نہیں، اس لئے مزید دلائل کی ضرورت نہیں۔ ہمارے زمانہ کے بریلوی حضرات نے ہر مسئلہ پر بدعت کے خلاف چڑھا دئے ہیں، دیگر تیار ہونے والے کسی صاحب کو ختم پڑھیں، اور اس کو اپنی قوت سے عالم آخرت میں پہنچا دیں، ختم پڑھنے والوں نے کئی قسم کے ختم بنا رکھے ہیں جیسا مال دیا مول۔ بریلوی ذہبیت کے لئے چاول دیگ میں پڑے ہیں۔ دیگ کو کھلنے کے واسطے دولت مند برادری کو اکٹھا کر لیا ہے۔ اُدھر بھی دیگ کسی بزرگ کی منت بھی کی ہوئی ہے، ایک ایک لاکھ کئی ہزار انبیاء کی خدمت میں بھی پیش ہوگی، غیر اللہ کی نذر میں ہے، دولت مند برادری کا تحفہ بھی ہے، امام مسجدوں اور مولوی صاحبان اسی سے راضی کرنا ہے ختم پڑھنے والا اپنے لفظوں میں ساری دیگ یہاں آٹا کر عالم آخرت کو لے جاتا ہے۔ دیگ بانٹنے سے پہلے اس کا ثواب دینا مناسب ہے، کسی چالاکی سے ثواب تو سارا اُدھر پہنچ گیا اور دیگ اپنی کی اپنی اور

گھر دارے ابھی تک مالک ہیں جس دیگ سے انبیاء ادیان شہداء و صالحین
خوش کیا ہے وہی دیگ اب غیر اللہ کی نذر بھی بن رہی ہے، چڑھاوا
رہی ہے اور خاص مشرکانہ چیزیں کر دولت مند برادر ہی میں تقسیم ہو گئیں
چیز ناپاک اور گندی ہے جس کو کھانا اور کھانا لینا دینا حرام ہے، جیسا
روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ مژدار سے بدتر ہے اس کا ثواب کیا ہے
بزرگان دین سے عجیب مزاج بنا رکھا ہے حضرات علماء دیوبند رحمۃ اللہ علیہم
سوا یک صدی سے دنیا میں فقہ حنفیہ کے علمبردار ہیں، حنفی فقہ کے براہِ اصول کو تو
اور حدیث شریف سے ثابت کر رہے ہیں، ایصالِ ثواب کے متفقہ طور پر تمام
لیکن بدعت کو وہ بزرگان دین جس شکل اور صورت میں سامنے آئے تاڑ لیتے
بدعت کی پہچان اور علاج مجالہ کا قدرت نے انہیں خاص ملکہ بخشا ہے
کی فراست ایمانی سات پردوں میں چھپی ہوئی بدعت کو نبض پر ہاتھ رکھتے
تاڑ لیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بدعت ان کا نام سنتے ہی لرزتی ہے، کانپتی ہے
چیمتی چلاتی ہے، جلے جلوس کرتی ہے، اپنی خاص خاص تقریبوں پر اپنے
لیواؤں کو مدد کے لئے بلاتی ہے اور دل ہی دل میں خیر سناقتی ہے سد
نفس میں مجھ سے رُوداد چن کہتے بڑ بڑھم

گری تھی جس پر کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو
قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ رضویہ
صفحہ ۵۵ میں فرماتے ہیں :-

”ایصالِ ثواب بلا قید طعام و ایام کے مندوب یعنی مستحب ہے اور تخصیصِ دین کی اور تخصیصِ طعام کی بدعت ہے۔“

ناظرین! یہ تخصیصات ابھی ابھی حضرت امام محبۃ والہ ثانیؒ کے حوالہ سے مردود ہو چکی ہیں اب ہم مصنف نذر اولیاء کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ مسئلہ ایصالِ ثواب بے اس میں بزرگ کے نام کی ریگ پکانے کا ذکر کہاں ہے؟ اور

سماع موقوفی

جو لوگ دنیا سے جا چکے ہیں وہ قبر پر بٹلانا سنتے ہیں یا نہیں۔ اس مسئلہ
 شروع سے اختلاف ہے۔ حنفی فقہاء میں بھی کچھ اختلاف ہے چنانچہ کافی
 دینی فتح القدیر۔ شرح ہدایہ مستخلص شرح کنز الدقائق۔ یعنی شرح کنز الدقائق
 شرح ہدایہ کی عبارتوں سے نہ مستناسلوم ہوتا ہے۔ بعض فقہاء سننے کے بھی
 نہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ احناف اور اہل حدیث کا یہ مسئلہ بدل گیا ہے۔ قدیم
 اہل حدیث زیادہ تر سننے کے قائل ہیں مگر اب اہل حدیث کا زیادہ میلان
 کی طرف ہے۔ احناف کا رجوع شروع میں نہ سننے کی طرف تھا، بعد میں
 کی طرف میلان ہو گیا، یہ عجیب اتفاق ہے، بلکہ اس کے تاریخی اسباب بھی
 ہم اس مسئلہ کو سمیٹنے کے لیے قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
 کا مضمون فیصل پیش کرتے ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۳، ۹۴ :

”سماع موقی صحابہ کرام کے عہد سے مختلف فیہا ہے اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا جس پر عمل کرے درست ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں اختلاف نہیں ہے۔ انبیاء پر قبر پر سنا بالا اتفاق ثابت ہے، دوسرے لوگوں کے متعلق علماء میں اختلاف ہے جو عقیدہ بھی رکھے درست ہے، یا ورہے کہ یہ تفصیل قبر پر کی ہے، باقی ہر جگہ سے سنا اس بات کے علماء قائل نہیں ہیں، نہ نبیوں کے متعلق، نہ دوسرے لوگوں کے متعلق، حنفی علماء اس مسئلہ پر متفق ہیں۔“

استمداد و توصل

استمداد کے معنی ہیں کسی سے مدد مانگنا۔ تو تیل۔ دعا میں کسی کو وسیلہ پرکھنا

کام ہو جائے سے اس کا کیا تعلق ہے؟ کیا فقہاء کرام میں سے کسی نے یہ طریقہ
لکھا ہے؟ حوالہ دیجئے آپ نے جو گڑبڑ کی ہے کہ ایصال ثواب اور نذر شرعی کو
کو ملا کر نذر عرفی نام رکھ دیا اس کی سند فقہ سے پیش کریں۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلٰكِنْ تَفْعَلُوْا فَاَتَقُوْا النَّاسَ
وَقُوْذُهَا النَّاسُ قَالِ احْبَابًا لَا اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ ۝

جس چیز کو علماء خفیہ صاف صاف حرام کہہ رہے ہیں۔ کیا وہ آپ کے
رکنے سے جائز ہو سکتی ہے؟ ایصال ثواب کے لئے فقہاء نے اِھْدَاءُ اللّٰہِ
یعنی ثواب کا تحفہ بھیجا تو کہا ہے۔ یہ نذر یعنی تحفہ تو ٹھیک آجاتا ہے لیکن اس
کا طریقہ یہی ایصال ثواب کا طریقہ ہے۔ آپ نے جو انوکھا طریقہ نکالا ہے کہ اگر
میرا کام ہو جائے تو دیگ دونوں یہ نذر یعنی تحفہ کہاں رہی؟ یہ تو ایصال ثواب
بھی نہیں یہ نذر یعنی منت ہے۔ نذر کے لغوی معنی ہیں الوعد علی شریط
یعنی کسی شرط پر وعدہ کرنا اگر میرا یہ کام ہو گیا تو یہ چیز دونوں گا۔ اب یہ تحفہ نہیں
وعدہ ہے۔ منت ہے اسی منت کو فقہاء مردار سے بدتر قرار دے رہے ہیں
آنکھیں کھولئے!



۱۔ انبیاء اولیاء شہداء اور صالحین کا ہو سکتا ہے۔ تفصیل آگے آئے گی۔
۲۔ ماشاء استعانتہ اور استمداد کا مطلب ایک ہی ہے۔ مدد مانگنے
کی کہیں ہیں۔

۱۔ انسان مدنی بالطبع ہے۔ اجتماعی زندگی میں ہر شخص دوسرے کی مدد کرتا
ہے، بلکہ نظام عالم میں ایسی وحدت اور اتحاد ہے کہ یہاں کی ہر چیز ہر
چیز کی مددگار ہے۔

کاندیں ملک جو طائوس بکار است مگس

روزمرہ ضروریات زندگی میں جیسا کہ ہمیں کسی بڑے آدمی سے مدد لینے کی
ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح ایک نوکر بھی ہماری مدد کرتا ہے، یہ مدد لینا
اور دینا ہماری بحث سے خارج ہے۔ اس کے متعلق قرآن حکیم نے
تعاون کے چند اصول مقرر فرمادیئے ہیں۔ نیکی اور پرہیزگاری پر امداد کرو،
گناہ اور زیادتی پر امداد نہ کرو۔ نیز توحید کا عام اصول یہاں بھی نافذ ہے
مدد لینے والا یہ عقیدہ رکھے کہ ہر مدد درحقیقت جناب الہی سے آرہی ہے ڈاکٹر
نے ایک کوشش کی ہے اور شفا اللہ کی جانب سے آرہی ہے۔

ایں سبب با در نظر با پردہ با است

کہ نہ ہر دیدار صغش را سزا است

عالم اسلام میں ہر چیز کو خدا کی مدد کا منظر سمجھا تو حید ہے۔ قرآن کریم اسے
تعاون کہتا ہے اور فلاسفہ کی اصطلاح میں یہ معاونت ہے۔ اول بدعت جب
مسئلہ استعانت میں لا جواب ہوتے ہیں تو اس ظاہری استعانت سے فضول معائنہ
کرتے ہیں۔ ہمارے ایک پنجابی محدث مرحوم و مغفور جو مشنوی مولانا رومؒ سے
کٹردالی روایت بڑی تشریح سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ سجدہ تعظیمی کے چواڑ میں
فرمایا کرتے تھے: اگر سجدہ ناجائز ہے تو مردود و بیوی کو کیوں سجدہ کرتے ہو؟ اگر
اولیاء اللہ سے استعانت ناجائز ہے تو نوکر سے پانی کیوں مانگتے ہو؟ نص کا تکبیر

کیا عجیب دلائل ہیں۔ افسوس!

۲۔ مدد مانگنے کی دوسری قسم یہ ہے کہ ایسے کاموں میں جو انسانی تدبیر اور کوشش سے باہر ہیں مثلاً اولاد، بارش، زندگی، موت وغیرہ کسی بزرگ زندہ یا مرنے والے دعا کی درخواست کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ زندہ کو دعا کی درخواست کرنا تو اچھا کام ہے اور اہل قبور سے دعا کی درخواست کرنا اس میں اختلاف ہے۔ جو علماء کا یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ قبر والے سنتے ہیں اس کو جائز کہتے ہیں اور جن علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ قبروں والے نہیں سنتے اس کو ناجائز کہتے ہیں۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ مدد مانگنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ خدا کی خدائی کو بل چکی ہے اب یہ اپنی مرضی سے دیتے پیتے ہیں۔ ان کو اختیار مل گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو سب کچھ دے دیا ہے۔ اب یہ قادر ہیں، مختار ہیں، جس کو چاہیں، جو چاہیں، جب چاہیں دے سکتے ہیں، یہ شرک اور کفر ہے، بریلوی حضرات سے ہمارا جھگڑا یہی ہے۔ فتاویٰ عزیزی ص ۳۳ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے ۱

”مدد مانگنا دو طرح سے ہوتا ہے: ۱۔ مخلوق سے مدد مانگنا جیسا کہ امیر اور بادشاہ، نوکر اور گداگر سے بوقت ضرورت مدد دیتے ہیں اور عوام الناس اولیاء اللہ سے دعا چاہتے ہیں کہ اللہ کی جناب میں ہمارے واسطے دعا کرے۔ اس قسم کی مدد چاہنا شریعت میں مکروہ اور زندہ سے جائز ہے (تفصیل آگے آرہی ہے) ۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مستقل طور پر جو چیز جناب الہی سے خصوصیت رکھتی ہے، یعنی جن کاموں میں انسانی کوشش کا کچھ دخل نہیں مثلاً اولاد دینا، بارش برسانا، بیماری دور کرنا، عمر کی درازی وغیرہ جب کہ مانگنے والے کی نیت خداوند تعالیٰ سے مانگنے کی نہ ہو دینی یہ کہتا

ہے کہ بزرگوں کو اختیار ہے۔ جیسا کہ بریلوی علماء ہر وقت یہی کہتے ہیں بزرگوں سے مانگو، مانگو، مانگو دیتے ہیں (شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ قسم حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ اس قسم کی مدد مانگے تو وہ کفر اسلام کے دائرے سے خارج ہو جاتا ہے بہت پرست گناہ اپنے بتوں سے ایسی مدد جائز سمجھتے ہیں۔“

دانش رہے کہ بریلوی حضرات علمی دنیا میں یتیم، میں، سلف صالحین میں ان کے سر پر ہاتھ رکھنے والا بھی کوئی نہیں۔ چنانچہ ابھی ابھی ماثبت بالمستند والادھر چکا ہے۔ یعنی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ عرس، گیارہویں، شہاد، چلم، ششماہی، سایا نہ جتنی تعینات ہیں، ان چیزوں میں سے کوئی ایک سلف صالحین کے دور میں نہ تھی۔ ملحوظ رہے رشتہی مرقن ذلک (یعنی جب کائنات قوم رو بہ ترقی تھی، تاہیں شریعت جہاد، تبلیغ اسلام، تدوین حدیث، اور ضبط قوا عد کا دور دورہ، تو حضرات صحابہؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ، محدثینؓ، کے سامنے احیائے اسلام اور اتباع سنت کے مشاغل تھے جب ان کی بہار پر خزاں آنے لگی۔ جب بے کاری، سستی، مفت خوری، اور آسانی کا دور شروع ہوا تو جاہر بادشاہوں کی خود رانی، علماء کی مداخلت یعنی ان اور خوشامد اور متعوقین کے شیطیات سے بریلوی پیدا ہو گئے۔ اہل سنت و جماعت میں طام اور دن کی خصوصیت تو کیا ہوتی۔ استمداد اہل قبور اور ان تعلق نہ تھا، اور جب شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ جیسے علماءؒ انہیں کہ نہ تھا تو اب کس کی مجال ہے کہ ثابت کر دکھائے، شرم کا مقام یہ کہ آج جن مسائل پر وقت ضائع کر رہے ہو اور زمانہ کی رفتار تہیں پہنچے وہ یہی ہیں یہ مسائل معلوم ہے کہ مبارک دور اسلام میں نہ تھے۔ رواج تو کہاں اور اہل سنت بھی مشکل سے تھا ہے کیا تم لوگوں کو صحابہؓ سے دین زیادہ پیارا ہے؟ سلمان

قوم کے اخلاقی تنزل اور دین سے بے اعتنائی کا اصلی سبب بھی وہی ہے۔ اگر دین سے محبت ہے تو دین کا وہی سادہ اور فطری حکیمانہ نظام معلوم کرو جس پر چل کر مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کی فرعونیت توڑی تھی، کیا اسلام کی شان و شوکت، گیارہویں، عرس اور نذر و نیاز و تبرکات سے پیدا ہوتی تھی کیا پہلے مسلمان ہماری طرح بیٹھے بیٹھے نعرۂ تکبیر کہتے تھے۔ نعرۂ تکبیر کا موقع یہ تھا کہ رزار ہے، میدان جنگ ہے، محرکہ کفر و اسلام ہے۔ ایک طرف کفار کی فوجیں اور مسلح فوجیں، ہوتی تھیں، دوسری طرف کچھ اللہ واسلے لڑائی ہوتی تلواریں اور شکستہ نیزے لے لے کر اللہ کے بھروسے پر میدان میں آتے تھے۔ جب لڑائی ہو تو کشتوں کے پٹھے لگ جاتے، کسی کا سر کٹ رہا ہے، کوئی ٹپکتے ہوئے بازو کو توڑ پھینک کر آگے بڑھ رہا ہے، جیموں سے خون کے چھنے اُبل رہے ہیں، ایک ایک غیرت حق جوش میں آ جاتی ہے۔ مسلمان کا ایک ہی نعرۂ تکبیر بھائی کا کوہ بن کر کفار کے دل ہلا دیتا ہے۔ یہ ہے نعرۂ تکبیر کا موقع۔ مگر بریلوی حضرات مال غنیمت اندر مسجد کے حجرہ میں مقفل پڑا ہوتا ہے۔ یعنی جبرک شریف اور اس کی خوشی میں اتنے پھوسے ہیں کہ نعرہ کی شاخیں بھی نکال لی ہیں۔ کب خوب کہا : ع

بہر چہ گیرد علتی علت شود

بات لمبی ہو گئی، مطلب یہ تھا کہ پچھلے لوگوں میں سے فقط شیخ عبداللطیف دہلوی ایسے بزرگ ہیں جن کی بعض عبارتوں سے ان کو تھوڑا سا سہارا مل جاتا ہے۔ مگر شیخ بھی توحید کے مسئلہ میں بہت سخت ہیں۔ حضرت شیخ نے قصہ معقولین بدرشاہ مشکوٰۃ میں مسئلہ استدعا کی وضاحت فرمائی ہے۔ پہلے شیخ نے سماع موتی اور ترجیح دی ہے۔ پھر حضرات صوفیہ کے بجز یہ اور تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی روحوں سے طالبان ہدایت کو فیض اور فتوح حاصل ہوتے ہیں جو لوگ زیارت قبور کو جاتے ہیں، قبر والوں کی روحیں دعا سے ان کی مدد

دے گی کہ زندگی میں دعا فرماتے ہیں۔ لہذا استدعا کے وہی طریقے ہیں۔

ہم نے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا، رہا ہے، اور محتاج سمجھتا ہو دعا کرتا ہے خدا تعالیٰ سے، اور مانگتا ہے اور حاجتیں خداوند تعالیٰ کی بے نیازی اور عزت والی بارگاہ عظمیٰ اور وسیلہ بکرتا ہے اس بندے کا جو بارگاہ عزت میں حاضر ہے اور مکرم ہے اور یوں کہتا ہے : خداوند ا! اس تیرے بندے کی برکت سے کہ تو نے رحمت کی ہے اس پر، اور اس کی دعا پر، عطا فرمائی ہے میری حاجت پوری کر۔ یہ کہہ کر تو سخی داتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اُس نیک قبر واسلے بندہ کو بلائے اللہ کے بندے اور اس کے ولی میری سفارش کر، اور خدا سے دعا کر اور مطلب پورا کرے۔ پس دینے والا بھی خداوند تعالیٰ ہے اور اس کا بھی خدا سے ہے اور امید کی جگہ بھی وہی ہے اور یہ کہ وہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ کوئی نہیں طاقت والا، کام دہندہ والا اور کاموں میں تصرف کرنے والا۔ دنیا میں اللہ کے خداوند تعالیٰ کے ولی تو فانی اور بے نشان ہیں، قدرت الہی اور اس کے دبذبہ میں نہ تو یہ کچھ کام کرتے ہیں، نہ ان کو کرنے کی طاقت ہے، نہ ان کے پاس کچھ اختیار ہے۔ اب بھی جب کبھی وہ اختیار میں اور جب دنیا میں زندہ تھے تو اس وقت بھی وہ کچھ اختیار نہ تھا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ زیارت قبور کی طاقت ثابت اور سنت طریقہ اسلام علیکم کہنا، استغفار کرنا ان کے واسطے اور اپنے لیے بھی اور قرآن پڑھنا ہے۔ لیکن مدد مانگنے کی طاقت ہی نہیں ہے، اُسے فرماتے ہیں اور والا : کہ یہ نہیں ہے۔

میں جو اختلاف ہے وہ اختلاف عام قبر والوں کے متعلق ہے جہاں انہیں
علیم السلام کے متعلق نہیں کیونکہ انبیاء زندہ ہیں حقیقتاً جیسا کہ دنیا میں
زندہ تھے مگر اولیاء اللہ آخرت کی معنوی زندگی سے زندہ ہیں اس لیے
ان کے متعلق علماء کا اختلاف ہے کہ سنتے ہیں یا نہیں۔ ہاں اگر قبروں پر جانے
والے یہ اعتقاد رکھیں کہ قبروں والے اپنے پاس سے دیتے ہیں اللہ سے
مانگتے نہیں ہیں چنانچہ اسی وجہ سے قبروں کو بوسہ دیتے ہیں سجدہ کرتے ہیں
تو یہ اعتقاد اور یہ عمل حرام ہے؟

حضرت فیض عبدالحق محدث کے کلام سے چند مطالب برآمد ہوئے:

۱۔ جب کسی مزار پر دعا کرنے والا خداوند تعالیٰ سے مانگے اور بزرگ کا وسیلہ بکرا
تو جائز ہے۔

۲۔ کوئی شخص قبر والے سے کہے کہ میرے واسطے اللہ کی جناب میں دعا کرو اور عقیدہ
رکھتا ہو کہ خداوند تعالیٰ دینے والے ہیں، اگر نہ دیں تو اس بزرگ کی سفارش
بھی ہو سکتی ہے۔ شیخ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔ لیکن اکثر فقہاء حنفیہ جو
موتی کو نہیں مانتے وہ اس بات کے منکر ہیں۔

۳۔ زیارت قبور کا سنت طریقہ تو یہی ہے اسلام علیکم کہنا، استغفار و تعذبات تو
اس کے علاوہ استمداد کے دو طریقے جو بیان ہوئے ہیں یہ جائز تو ہیں
سنت کے درجہ سے گزرے ہوئے ہیں۔

۴۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں یقیناً سنتے ہیں جو شخص قبر پر جائے اور
لوگوں کے متعلق اختلاف ہے۔

۵۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اپنے اختیار سے دیتے ہیں۔ ان کو اختیار مل چکا ہے اور ان
خیال سے خوشامد سجدہ وغیرہ حرام ہے۔

مشکوٰۃ کی وضاحت کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ

عزیزی جلد دوم ص ۱۰۰ پر غور کریں۔

”بزرگوں کی روح سے استمداد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جو زندہ

لوگوں سے بھی کی جاتی ہے۔ یعنی ان کی دعا کو قبولیت سے قریب
کہہ کر اپنی درخواست خدا کی جناب میں پیش کرنے کا وسیلہ بناتے
ہیں اور ان کو واسطہ اور بیعہ اور ہتھیار کا درجہ دیتے ہیں۔ جس
طرح مینک نظر کو تیز کر دیتی ہے یہ بے شبہ جائز ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ قوجہ بزرگوں پر ہو اور یہ سمجھے کہ یہ لوگ
مطلب پورا کرنے یا کرانے میں خود مختار ہیں۔ بزرگان دین خداوند
تعالیٰ سے اتنے نزدیک ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی تدبیر کو اپنی مرضی
کے تابع کر سکتے ہیں، خدا سے منوالیتے ہیں، یہی وہ طریقہ ہے جس
سے عوام الناس استمداد کرتے ہیں۔ یہ قسم خالص شرک ہے۔ نہ اند
ہدایت یعنی اسلام سے پہلے مشرک لوگ اپنے بتوں پر اس سے زیادہ
اعتقاد نہ رکھتے تھے؟

مطلب یہ کہ کافروں کا عقیدہ بتوں کے متعلق یہی تھا۔ اگے شاہ صاحب
لکھتے ہیں:-

”یہ لوگ دریلوی (جو بڑی سے بڑی دلیل حدیث اس جگہ پیش
کرتے ہیں وہ یہ ہے اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا

من اهل القبور ترجمہ کرتے ہیں کہ جب تم کو کسی کام میں
شکل پیش آئے تو قبروں والوں سے مدد مانگو۔ شاہ صاحب

(ماتے ہیں، یہ حدیث نہیں ہے بلکہ صحابی بزرگ کا مشہور قول ہے
اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم کسی چیز کے حرام حلال ہونے میں

متعارض دلائل سے شبہ میں پڑ جاؤ تو مرنے والوں کی تعلیم اور
ہدایت کرو یعنی جو مسلک اگلے لوگوں کا تھا وہی اختیار کرو۔ یہ

قول عبداللہ بن مسعود اور سفیان ثوری سے منقول ہے۔ دوسرا
مطلب یہ ہے کہ جب دنیا کے دھند سے تمہارے دل کو پریشان

کہ میں تو مرنے والوں کی یاد سے دل کو قسبی دوا اور اس طرح تمہیں
دل کو قسبی ملے گی۔ ہاں اگر کوئی شخص قبر کو سجدہ اور طواف کرے
اور دعا کرے کہ اسے بزرگ ایسا کام بنا دے، تو بت پرستوں کے
شاہت کی ہے۔

شاہ صاحب کی بات ختم ہوئی۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
عبداللہ بن محمد دہلوی ہر دو حضرات تصوف اور شریعت کے جامع اور
ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے پیر پرستوں کے توہل کو حرام، شرک
بت پرستی کہا ہے۔ البتہ توہل کی پہلی دو صورتیں :
۱۔ بزرگ کے وسیلہ سے خداوند تعالیٰ سے دعا مانگنا۔
۲۔ بزرگ کو دعا کے لیے کہنا۔

اگرچہ بعض کے نزدیک جائز ہیں مگر بزرگان دین کا اختلاف
ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ
میں فرماتے ہیں :-

”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے
سوا دوسرے لوگوں کی قبروں سے استمداد یعنی دعا کی درخواست کرنا
اکثر فقہاء اس کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ زیارت قبور کا مقصد فقہاء
دعا، استغفار اور تلاوت قرآن ہے۔ یہ اکثر فقہاء کا مسلک ہے اور
بعض تھوڑے فقہاء اور مشائخ صوفیہ نے توہل کو ثابت کیا ہے۔“

یہاں سے معلوم ہوا کہ فقہاء منع کرنے والے زیادہ ہیں اور
اجازت دینے والے تھوڑے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث نے یہی بات
النبوة جلد دوم ص ۶۱ پر بحوالہ فتح القدیر شرح ہدایہ لکھی ہے۔ نیز فتاویٰ
جلد اول ص ۹۰ :

سوال :- اس طرح سے مدد مانگنا اسے فلاں بزرگ خداوند تعالیٰ سے

ملے اس سلسلہ میں ”آداب الدعاء“ تالیف مولانا محمد حنیف زرقانی کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

ماہیت مانگنا اور میری سفارش کرنا اور دعا کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب :- مردوں سے مدد مانگنا خواہ قبر پر ہو یا دوسرے ہر صورت میں بدعت
ہے۔ صحابہؓ اور تابعین کے دور میں یہ طریقہ نہ تھا، لیکن اس بات میں
اختلاف ہے کہ یہ بدعت اچھی ہے یا بُری؟ نیز استمداد کے طریقوں
کے حکم بدل جاتا ہے۔ یہ سوال کی صورت بننا ہر تو جائز ہے۔ مگر بزرگ
سے دعا کی خواہش کرنا روایت سے ثابت نہیں اور خلاف سنت بھی ہے
بزرگ کو دعا کے لیے کہنا۔ اس کے بعض فقہاء اور صوفیہ نے جائز کہا
ہے مگر اکثر فقہاء ناجائز کہتے ہیں اور بزرگ کو مختار رکھ کر درخواست کرنا حرام
اور شرک ہے۔ پہلی صورت جائز ہے، دوسری خلاف سنت اور بدعت ہے
میسری چیز خالص شرک ہے۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق
محدث دہلوی کا یہ فرمان ”اے مروی و مسنون سلام بر موتی و استغفار و تلاوت
را و قرأت قرآن است“ یعنی روایت سے ثابت اور سنت طریقہ توہل
پر سلام کہنا اور ان کے لیے استغفار کرنا اور تلاوت قرآن ہے اور
اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سنت نہیں۔

اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا قبر والوں سے دعا کی خواہش کو بدعت
کہنا اور اس کے اچھا یا بُرا ہونے میں علماء کا اختلاف کرنا اس بات کی صاف دلیل ہے
کہ بزرگ کو دعا کی درخواست کرنا سنت اور روایت کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے اور
بدعت ہے۔ خلاصہ یہ کہ قبر والوں سے دعا کی درخواست کرنا شیخ کے نزدیک
سنت نہیں اور شاہ صاحب کے نزدیک بدعت ہے۔ شاہ صاحب نے اور بھی
صاف کر دیا کہ مردوں سے مدد مانگنا خواہ قبر پر ہو بے ثبوت بدعت ہے صحابہؓ اور
تابعین کے زمانہ میں یہ چیزیں نہ تھیں، البتہ علماء کا اختلاف ہے کہ یہ بدعت اچھی
ہے یا بُری۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو اختلاف کا لفظ فرما کر بات کو ختم کر دیا
مگر ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو زیادہ تفصیل مہیا کریں۔

بدعت کیا ہے؟

مَا أَحْدَثَ فِي الدِّينِ - بدعت کی دو قسمیں مشہور ہیں، اچھی بدعت اور بُری بدعت۔ بُری بدعت کی تعریف علمائے اسلام نے یہ کی ہے کہ وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود نہ ہو۔ قولاً نہ فعلاً، نہ تقریراً نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔ مگر اہل بدعت کے اطمینان کے لیے ہم بدعت کی وہی تعریف کرتے ہیں جو مولوی عبدالمسیح رامپوری نے انوارِ ساطعہ میں لکھی ہے۔ اِنَّمَا الْمَحْدُودُ بِدَاعَةِ تَرَاغُمِ سُنَّةِ مَا مَوْرَأَ بِهَا اور ترجمہ یہ کیا ہے یعنی وہی بدعت منع ہے جو مثالی ہو کسی سنت کو۔ آگے فرماتے ہیں بیکراہ البدۃ اذا رَغِمَتْ لَهَا وَاَقَامَ اِلَاحِدٌ يَدْرَاغِمًا فَلَا يَكْرَهُ۔

ترجمہ: وہی بدعتیں ناپسند ہیں جو سنت کو مثالیں، لیکن جو بدعتیں سنت کو نہ مثالیں وہ ناپسند نہیں ہیں۔

اب ہم بریلوی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ بدعت کا جو معیار آپ کے پیرچی نے قائم کیا ہے کیا استدلال کے مسئلے کو اس پر جانچنے کی اجازت ہے؟ بُری بدعت وہ ہے جو سنت کو مٹائے۔ ہمارے خیال میں استدلال کی بدعت نے دو سنتیں مٹائی ہیں۔ ایک استغفار، دوسری زیارتِ قبور کا مقصد۔ اگر کسی بدعتی کو کہا جائے کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے گناہوں کی بخشش مانگتی چاہیے تو دیکھیے کیا جواب دیتا ہے۔ اولیاء اللہ کے واسطے استغفار؟ گناہوں کی بخشش؟ کیا کہتے ہو؟ کیا اولیاء اللہ گنہگار ہیں؟ تو بہ، تو بہ، کیا کوئی بریلوی کسی بزرگ کی قبر پر جا کر استغفار کرنے کو تیار ہوگا؟ یا اللہ میرے اور اس بزرگ کے گناہ بخش دے۔ یہ کہنا بریلوی

کے کلمہ کفر کے برابر ہوگا اور ضرور بے ادبی سمجھے گا۔ کوئی بریلوی مولوی بدعت بیان تو کرے پھر دیکھیے اس کا کیا حشر ہوتا ہے؟ حالانکہ یہ سنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ اُحد کے شہیدوں کے لیے اہم صحابہؓ کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے گناہوں کی بخشش مانگتے تھے۔ اس سے یہ سنت قائم ہوئی، مگر بریلوی حضرات اس سنت کو بزرگوں کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ یہ مرضِ استدلال سے پیدا ہوا ہے۔ استدلال کا عقیدہ کہ ہر سنت کا باعث ہو تو اب یہ کیسی بدعت ہے؟ آپ ہی فرمائیں۔ استدلال کے عقیدہ نے دوسری سنت جو مثالی ہے وہ زیارتِ قبور کا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے قبروں کی زیارت کیا کرو اس سے موت یاد آتی ہے اور قبور کا فائدہ یہی بیان فرمایا کہ قبر کو دیکھنے سے دنیا کی ہوس کم ہوتی ہے، یاد آتی ہے، دنیا کی بے ثباتی، ناپائیداری اور بے وفائی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ہوس من مخلص کو یہ ایمانی غذا کا ہے بگاڑے مٹی رہے تو دل دنیا میں گرفتار رہتا، تعلیمِ نبوت تو یہ ہے اور یہ مقصد ہر قبر سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اہل بدعت کی خدمت میں عرض ہے کہ خدا کے لیے کبھی کو سچی بات کہہ دیا کرو کیا آپ خدا کے دین کی قبروں پر موت کی یاد تازہ کرنے جاتے ہیں؟ کچھ ضرور نیاز ہے، کچھ دنیا کی مرادیں مانگتے ہیں۔ بس دکان سمجھ رکھی ہے۔ بزرگوں کی قبروں پر جانے والے جملہ ریح بیت اللہ کی طرح عظمت اور احترام کا جذبہ بے کرجاتے ہیں۔ بعض جاہل توجہ بھی کرتے ہیں، چنانچہ پچھلے سالوں کے اندر سندھ میں ایسا ہونے لگا تھا، گورنمنٹ پاکستان نے سختی سے بند کیا۔ وہاں جا کر ان لوگوں کے دل پر وہ ہیبت طاری ہوتی ہے جو نماز میں تمام عمر نہیں ہوتی، حالانکہ اللہ بارگاہِ الہی ہے۔ جب سے یہ عقیدہ چلا ہے کہ بزرگوں کو خدا نے کچھ عطا کر دیا ہے۔ اب بزرگوں کی عطا کی مثال آنکھ کی سی ہے آنکھ دینے والے نے دے دی، اب دیکھنے والے کو اختیار ہے،

جب چاہے آنکھ کھولے اور دیکھے۔ اسی طرح بزرگ جب چاہے جو چاہے لوگوں کو اپنے پاس سے دیتے ہیں۔ خدا نے ان کو ایک ہی دفعہ سے دیا ہے۔ اس عقیدہ نے ہماری قوم میں یہ نتائج یکے ہیں کہ تمام مراسم عبادت روزہ، نماز، خیرات، حج تک بزرگوں کو ہونے لگے ہیں۔ نذر و نیاز، قبروں پر غلات چڑھانا، چراغی جلا، طواف، منیتیں ماننا اور کام ہو جائے تو بزرگ کی مہربانی سمجھنا، کیا کہہ رہا ہے۔ اور اگر کچھ فرق باقی ہے تو چند دنوں میں نکل جائے گا۔ رہے کہ یہاں لفظ استمداد سے مراد بزرگوں سے دعا کی درخواست کی استمداد کا طریقہ ہمیں کتنی سنتوں سے محروم کر رہا ہے، کتنی بدعتوں پر آمیز کر رہا ہے، کتنے حرام کام ہم کرنے لگ گئے ہیں۔ کیا اب بھی کوئی نفس ہند کر کے کہے گا کہ یہ ابھی بدعت ہے۔ تو تسل اور استمداد کا طریقہ بُرا نہیں اور بعض صورتیں اس کی جائز بھی ہیں مگر ہماری قوم کے جملہ کا دماغ گھوچکا ہے اور پلید برتن میں جو چیز پڑتی ہے وہی پلید ہو جاتی ہے۔ حالات کی تبدیلی سے مسائل بدل جاتے ہیں۔ بیان ہو چکا ہے کہ اس کا طریقہ سنت نہیں بدعت ہے، اب بدعت کی تعریف حضرت مجدد الدہلوی ثانیؒ کے مکتوب سے سنئے۔ مکتوب دفتر اول ص ۴۵۵۔

”عقل مند کا قاعدہ ہے کہ نقصان کے خطرہ میں بڑے بڑے فائدے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ اسی کے قریب ہے وہ بات جو علماء نے فرمائی ہے۔ جو چیز کہ سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو (اُسے چھوڑ دینا چاہیئے) وہاں بدعت کو چھوڑنا سنت کے ادا کرنے سے زیادہ ثواب ہے یعنی ایک ہی چیز ہے۔ اس کو کچھ علماء سنت کہتے ہیں، کچھ بدعت کہتے ہیں جیسا کہ ہمارے اور بریلویوں کے اکثر اختلافات اسی قسم کے ہیں تو ان

کاموں کو سنت سمجھ کر کرنے سے بہتر یہ ہے کہ بدعت سمجھ کر چھوڑ دیا جائے۔ آگے فرماتے ہیں یعنی بدعت میں نقصان کا خطرہ ہے اور سنت میں نفع کی توقع ہے۔ پس نقصان کے خطرہ کو نفع کی امید پر ترجیح دیتے ہوئے اس بدعت کو چھوڑ دینا چاہیئے تعجب نہیں کہ اس کام کو سنت سمجھ کر کرنے سے کوئی اور نقصان پیدا ہو جائے مطلب یہ ہے کہ ایسے کاموں کو جن کے بدعت یا سنت ہونے میں جھگڑا ہو بدعت ہی قرار دیا جائے جیسا کہ ترک بدعت باید نمود کے لفظ سے مستفاد ہے۔ اور اگر اسے سنت سمجھ کر کیا گیا تو ممکن ہے دوسری صورت میں اس کا نقصان ظاہر ہو، جیسا کہ کوئی دوا ایک مریض کے لیے تو مفید ہو، مگر بدن میں بڑی بڑی بیماریاں پیدا کر دے۔“

حضرت امام مجدد الف ثانیؒ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کلام ہمارے اور بریلویوں کے درمیان فیصلہ کن ہے۔ جتنی بدعتوں کو یہ لوگ جائز قرار دینے کے لیے اور ہمارے دھونڈ رہے ہیں یہ سب بدعتیں بڑے پھیل دیتی ہیں، مثلاً سال ثواب پر سب کا اتفاق ہے، لیکن ایک دن مقرر کرنا، اور اس کی پابندی اور قرار دینا یہ بدعت ہے۔ یہ تعین اگر انتظام کے لیے ہے تو انتظامی کام میں ہمیشہ بدلتی رہتی ہیں یہ کیوں نہیں بدلتی اس میں یہ لوگ خوبی سمجھتے ہیں، مصنف رسالہ مسئلہ گیارھویں نے جھوٹے حوالے دے کر ایک کمزور ثابت کمرانی کی اور آخری صفحہ پر سید صاحب نے اس ساری عمارت کو ایک جگہ سے گرا دیا۔ رد کفی اللہ العومنین القتال (الآیت) اب یہ لوگ فرس کو خدا جانے سنت اور کیا کیا بنا رہے ہیں۔ مگر امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں کوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہو رہی ہے۔

عرسوں کے میلے بنتے جاتے ہیں اور میلوں میں بد معاشی، ناچ گانا،

چوری و ننگا فساد بن گیا ہے۔ یہ میلے تمام کے تمام عرسوں کی پگڑی ہوئی ہیں۔ کسی کو شک ہو تو پیران کھیر کا میلہ جا کر دیکھے جہاں ہزاروں کی تعداد طوائف ہر سال جاتی ہیں اور زنا کی منڈیاں ہفتوں تک بنی رہتی ہیں۔ امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ اس بدعت کو اگر نہ چھوڑا گیا اس کے نقصانات دوسری صورت میں ظاہر ہوں گے۔ یہ بگڑی علامت ہے کہ درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ اللہ ہدایت دے قوم کا سنا کر دیا، کس طرف ڈال دیا تو کم کو صرف اپنے پیٹ کے لیے۔

یہ بات بھی اس صورت میں جب کہ کوئی چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو۔ لیکن جو بدعت اعلانیہ سنت کو ٹار ہی ہے جیسا کہ عرض کیا جا رہا ہے تو کیا اب بھی وہ بدعت حسنہ ہوگی؟

فیض مکتوبات خریف دفتر اول صفحہ ۸۶ کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے عاجزی و زاری سے سوال کرتا ہوں کہ جو چیزیں دین میں نئی پیدا ہوئیں اور ایجاد کی گئیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھیں۔ اگرچہ وہ چیز روشنی میں صبح کے پیدہ کی طرح ہو۔ اس فقیر اس جماعت کے ساتھ جو میرے قریب ہیں اس بدعت کے کرنے میں گرفتار نہ کرے۔ بہ طفیل سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ لوگ کہتے ہیں کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: ایک اچھی، ایک بری۔ اچھی اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد پیدا ہوئی اور کسی سنت کو نہ ٹٹائے۔ اب حضرت مجدد بدعت کی عام علماء نے جو تقسیم کی ہے اس کے بعد اپنی تحقیق بیان فرماتے ہیں: یہ فقیر یعنی امام مجدد ان ساری بدعتوں میں سے کسی بدعت میں اچھائی

حدایت نہیں سمجھتا، اور اندھیری اور گدلا پن کے سوا کچھ نہیں محسوس کرتا۔ اگر بالفرض کوئی شخص بدعتی کام کو آج دنیا کی نظر کی کمزوری کی وجہ سے تردد تازہ دیکھے تو کل بروز قیامت جب کہ آنکھوں کی بینائی تیز ہو جائے گی، یعنی حقیقت سے پردہ اٹھ جائے گا اور ہر شخص ہر چیز کو اصلی صورت میں دیکھے گا تو یہ لوگ سمجھیں گے کہ خسارہ اور طرفہ گیری کے سوا نتیجہ کچھ نہیں۔ بسیت۔ صبح کے وقت تجھے صاف معلوم ہو جائے گا کہ اندھیری رات میں تو کس بد صورت معشوق سے عشق کرتا رہا ہے۔

سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو شخص دین میں ایسی باتیں پیدا کرے جو دین میں نہیں ہیں تو وہ چیز مردود ہے۔ اب جو چیز مردود ہو اس میں حسن اور خوبی کہاں سے آئے گی؟ حضرت امام مجددؒ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ بدعت اچھی کوئی بھی نہیں ہوتی، بدعت اور اچھی، یہ کیسے ہو سکتا ہے، سب بدعتیں مردود ہیں، آگے فرماتے ہیں:

حداثت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اما بعد: سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، اور بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور بدترین کام وہ ہیں جو دین میں ایجاد کیے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ نیز فرمایا۔

حداثت: میں تم کو نصیحت کرتا ہوں، اللہ سے ڈرنے کی حکم ماننے کی، اور تابعداری کی، اگرچہ تمہارا امیر حبشی غلام ہو، اور جو شخص میرے بعد دنیا میں دن گزارے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا جیسا کہ بدعتیوں کا اختلاف، پس تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو پکڑنا۔ اس کو مضبوط پکڑنا اور دانتوں

سے پکڑو، اور پھر بدعت کے کاموں سے۔ کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ پس بدعت میں حُسن اور خوبی کہاں سے آئے گی؟ آگے فرماتے ہیں۔ کہ حدیثوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر بدعت کسی سنت کو مٹاتی ہے۔ بعض کی خصوصیت نہیں، سب بدعتیں ایسی ہیں۔ پس ہر بدعت بُری ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جب کوئی قوم بدعت نکالتی ہے تو اتنی سنت ان کے ہاں سے مٹ جاتی ہے۔ پس سنت کو مضبوط پکڑنا بدعتیں ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرت حسانؓ سے روایت ہے کہ جب کوئی قوم دین میں نئی بات نکالتی ہے تو خداوند تعالیٰ (اس کی سزا میں) اتنی سنت ان سے چھین لیتا ہے، چہر قیامت تک وہ سنت ان کو نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ بدعتی لوگ بدعت کو ہی سنت سمجھنے لگتے ہیں، اس مرکب جہالت کا کیا علاج ہو، اور جاننا چاہتے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء اور صوفی ابھی بدعت کہتے ہیں، جب غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی سنت کو مٹانے والی ہیں۔ مثلاً میت کے کفن میں عاملوں نے پگڑی باندھنا ابھی بدعت کہا ہے، باوجودیکہ یہی بدعت سنت کو مٹانے والی ہے۔ کیونکہ سنت تعداد کفن میں تین ہیں اور زیادتی سنت پر سنت کو منسوخ کرنا ہے، اور منسوخ کرنا مٹانا ہے۔ اسی طرح نماز کی زبان سے نیت کرنا علماء نے اچھا سمجھا ہے کہ دل کے ارادہ کے ساتھ نیت کے الفاظ زبان پر بھی جاری ہوں تو بہتر ہے۔ یہ بدعت حسنہ سمجھی گئی ہے، مگر یہ ایک ضروری فرض کو مٹاتی ہے۔ کیونکہ اکثر لوگ زبان سے کہنا کافی سمجھتے ہیں اور دل سے غافل رہتے ہیں۔ اسی طرح تمام بدعتیں اور من گھڑت چیزیں سنت پر زیادہ کرنا ہے۔ اگرچہ کسی طرح بھی ہو، اور زیادتی نسخ ہے۔ نسخ مٹانا ہے۔ پس لازم ہے تم پر سنت کی پابندی کرنا اور صحابہؓ کی پیروی کرنا، کیونکہ وہ سب ستارے ہیں جس

کی پیروی کرو گے ہدایت مل جائے گی۔ لیکن قیاس اور مجتہدوں کا اتنا دقت یہ ہرگز بدعت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرآن حدیث کے مطالب واضح کرتا ہے کوئی نیا چیز نہیں ہے پس غور کرو! (مسند والو، مکتوب ۱۸۶ دفتر اول)

اس مکتوب میں ایک بہت بڑا اصول یہ معلوم ہوا کہ زیادہ بھی نسخ کی چیزیں سنت سے ثابت نہیں ہیں ان کو خلاف سنت ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ سنت پر کچھ بڑھانا سنت کو مٹانا ہے۔ یہ مصنفون دفتر دوم میں خوب واضح طے کیا۔ بریلوی حضرات اس مکتوب پر غور فرمائیں۔ ارشاد شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زیارت قبور کے وقت سنت بخار دعا اور قرأت قرآن ہے۔ باقی جو کچھ بڑھاؤ گے، استمداد کی سنت کو مٹانا ہے۔ اس لیے یہ بدعت سیئہ ہوگی۔ یعنی

حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ہر آدمی ان کے اوصاف میں برکت حاصل کرنے کے لیے، اور بارگاہِ شریف میں شرف قبول کی امید پر کچھ حواسے اور لکھتے ہیں۔ مکتوبات

مکتوب ۲۴ دفتر دوم مکتوب ۲۲۲:
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ
 عَلَىٰ سَائِرِ الْمَلَائِكَةِ الطَّيِّبَاتِ ط وَنُصِيحَتُ يَوْمَئِذٍ لِّغُرَبَا
 اَنْتُمْ اَحْبَابُ كَوْنِیْ جَانِبَ الْمَرْغُوبِ ط
 اور تمام احباب کو کی جاتی ہے سنت کی پیروی ہے اور بدعت
 کو ترک کرنا ہے۔ پہلی چیز کرنا ہے۔ کیونکہ اسلام اس زمانہ میں غریب
 ہو رہا ہے اور مسلمان بھی نادر و نایاب ہو رہے ہیں۔ بریلوی
 (مست ہیں) اور مسلمان دن بدن نایاب ہوتے جائیں گے اس
 لیے کہ اللہ تعالیٰ والا زمین پر کوئی نہ رہے گا اور قیامت

بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔ سعادت مند وہ شخص ہے جو اس غربت کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور رواج پاسنے والی بدعتوں میں سے کسی بدعت کو مارے۔ وہ وقت ہے کہ خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے ہزار سال گزر چکا ہے۔ قیامت کی علامات اور نشانیاں اپنا پل تول رہی ہیں اور سنت زمانہ نبوت کی دوری کی وجہ سے پتہ نہ میں چھپ گئی ہے۔ جھوٹ پھیل جانے کی وجہ سے بدعت سامنے آرہی ہے (مطلب یہ ہے کہ جھوٹ بہت پھیل چکا ہے۔ دین میں جھوٹے اور بے بنیاد مسئلے بہت شامل ہو چکے ہیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو دین باپ دادا سے ہم نے دیکھا ہے وہی اصلی دین ہے) اب کوئی غمناک نہ ہونا چاہیے جو سنت کی ابتدا کرنے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا رواج پانا دین کی برابری کا باعث ہے اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کی عمارت کو گرا کر ہے۔ جس شخص نے صاحب بدعت کی تعظیم کی اس نے اسلام کی عمارت گرا سننے میں مدد کی۔ یہ روایت تم نے سنی ہوگی، ساری ہمت اور ارادہ سے اس بات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ کسی سنت کی ترویج اور اشاعت کی جاسکے، ہر زمانہ میں اور خصوصاً اسلام کے اس ضعف کے زمانہ میں اسلامی اصولوں کو قائم کرنا سنت کی ترویج سے وابستہ ہے اور بدعت کو دیران کرنے سے گزشتہ لوگوں نے بدعت میں کوئی خوبی دیکھی ہوگی۔ جو انہوں نے بعض بدعتوں کو اچھا کہا ہے۔ لیکن یہ فقیر حضرت امام مجتہد (الثانیؒ) اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافق نہیں ہے اور بدعت کے کسی فرد کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اندھیری اور کدورت

کے سوا بدعت میں کچھ نہیں دیکھتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ یہ بدعت گمراہی ہے اور جاننا چاہیے کہ اسلام کے ضعف اور غربت کے زمانہ میں سلامتی سنت ادا کرنے میں ہے اور برابری بدعت میں۔ خواہ کوئی بدعت ہو۔ بدعت کو اچھا یا کشتی کی طرح سمجھنا چاہیے جو اسلام کی عمارت کو کھود ڈالتی ہے اور سنت کو چلتا ہوا ستارہ سمجھنا چاہیے جو گمراہی کی اندھیری بات میں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ اس وقت کے علماء کو خداوند تعالیٰ توفیق دیں کہ کسی بدعت کی اچھائی میں زبان نہ کھولیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں سپیدہ صبح کی طرح روشن ہو۔ کیونکہ سنت کے علاوہ ہر چیز میں شیطان کی فریب کاریوں کا بہت غلبہ ہے۔ پہلے زمانہ میں جو کہ اسلام مضبوط اور طاقت ور تھا اس لیے بدعت کے اندھیروں کو برداشت کر سکتا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بدعت کے بعض اندھیرے نور اسلام کی سمیت چمک دیک میں نورانی نظر آتے ہوں۔ علاوہ ہے کہ جہاں روشنی بہت زیادہ ہو وہاں سیاہ چیزیں بھی چمکتی ہیں) اسی لیے ان کو بدعت سنہ کہا گیا ہے۔ اگرچہ حقیقت بدعت میں کچھ نور نہیں تھا لیکن اس وقت جو اسلام کے ضعف اور کمزوری کا وقت ہے بدعت کے اندھیروں کو برداشت کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ اس موقع پر متقدمین اور مخرمین علماء کا فتویٰ جاری نہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر وقت کے احکام الگ ہیں یہ اصول یاد رکھنا چاہیے) اس وقت سارا جہان بدعت کے زیادہ ظاہر ہونے کی وجہ سے اندھیروں کا سمندر نظر آتا ہے اور سنت کا نور نادر اور کمیاب ہونے کی وجہ سے

جنگوں کی طرح کمزور نظر آتا ہے۔ حضرت امام مجتہد کو تو دنیا میں بدعت کے پھیلتے ہوئے سمندر نظر آ رہے ہیں مگر مولوی محمد عبد اللہ صاحب سے پوچھیے تو وہ فرمائیں گے بدعت کہاں ہے سنت ہی سنت ہے۔ صحیح ہے۔

آنکھیں جو بند کی ہوں تو پھر دن بھی رات ہے

آگے فرماتے ہیں:- بدعت اندھیروں کو بڑھاتی ہے اور سنت کے نور کو کم کرتی ہے اور سنت کام بدعت کے اندھیروں کو کم کرتے ہیں اور نور کو بڑھاتے ہیں۔ اب جو شخص چاہے تو بدعت کا اندھیرا بڑھائے اور جو شخص چاہے سنت کا نور بڑھائے۔ چاہے شیطان کی جماعت کو بڑھائے، جو چاہے اللہ کی فوج میں شامل ہو، اس وقت کے صوفی اگر انصاف پر آئیں اور اسلام کی کمزوری اور جھوٹ کی پھیلاؤٹ دیکھ لیں تو چاہیے کہ سنت کے علاوہ کسی چیز میں اپنے پیروں کی پیروی نہ کریں۔ بناوٹی چیزوں کو پیروں کے عمل کے بہانہ سے نہ کریں۔ سنت کی اتباع یقیناً نجات دینے والی ہے اور خیرات و برکات کا پھل دینے والی ہے اور سنت کے سوا کسی چیز کی پیروی میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔

ناظرین! یہ مکتوب گرامی اسلوب کئی اصول بیان کرتا ہے:

۱۔ احکام حالات کی تبدیلی سے بدلتے ہیں۔ شروع میں اگر بزرگوں میں کسی نے عرس وغیرہ کی اجازت دی ہے، یا اس میں چٹم پوشی کی تو ان کا ماحول اپنا تھا۔ ہمارا ماحول اگر دیکھتے تو چلا اٹھتے۔ دیکھیے حضرت امام مجتہدؒ کو ہر طرف بدعت کے سمندر سنت کے جنگوں پر حملہ آور نظر آتا ہے۔ جب چار صدیاں اور گزر چکی ہیں تو اب ہماری کیا حالت ہوگی! مگر افسوس بریلوی حضرات ان باتوں پر غور نہیں کرتے۔

حضرت امام مجتہدؒ صوفیوں کو سبق پڑھا رہے ہیں کہ تمہارے پیر اگر سنت کی مخالفت کریں تو تم ان کی پیروی نہ کرو۔ مگر یہاں اُمّی گنگا جلتی ہے، بزرگوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن حدیث کے خلاف بزرگوں کے قول سے چلنا جائز ہے۔ افسوس سے کہا جاتا ہے کہ حضرت امام مجتہدؒ جن کو دیکھ بھی نہیں سکتے مصلح میلاد وغیرہ آج یہ بدعتیں سب سے زیادہ

کے مریدوں میں ہی پھیل ہوئی ہیں۔

احکامات خیرات دفتر دوم صفحہ ۱۰۳ مکتوب ۵:

دعوت کے نام و نشان سے پرہیز، یہاں تک کہ اپنی بدعت سے ایک تک اتنا پرہیز نہ کرے جتنا بُری بدعت سے، تب تک اس بدعت یعنی قبولِ الٰہی کی دولت سے کچھ خوشبو اس کی جان کو نصیب نہ ہوگی، اور یہ چیز آج کل مشکل ہے کیونکہ سارا جہان بدعت کے غمروں میں غرق ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام پایا ہے۔ کس کی مجال ہے کہ بدعت کو اٹھانے یا مٹانے کا دم دے اور سنت زندہ کرنے پر لب کھولے۔ اس وقت کے اکثر علماء کو روح دینے والے ہیں اور سنت کو مٹانے والے ہیں۔ جو بدعتیں چیل جاتی ہیں اور سب دنیا میں روح پکڑ جاتی ہیں ان کو مانع دستور اور روح سمجھ کر جائز ہونے کے بجائے اچھا ہونے کا نام دینے لگ جاتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی پہچانی کرتے ہیں کیا کہتے ہیں: یہ تو بتائیں کہ اگر گمراہی عام ہو جائے اور جھوٹ مان جائے تو کیا یہ عام دستور اور رواج بن جاتا ہے۔ کیا نہیں جلتے کہ دستور اور رواج جو معتبر ہے وہ ہے جو صدرِ اول یعنی خیر الخیرین میں تھا۔ مراد صحابہؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ کا دور ہے یا تمام مسلمانوں کے اتفاق سے جو بات ماحصل ہو جیسا کہ تقاضا نبی غیاثیہ میں شیخ الاسلام

شمیڈ نے فرمایا ہم علماء کبار کی پسند کا اعتبار نہیں کرتے ہم تو
زمانہ کے فقہاء کی بات مانتے ہیں کیونکہ کسی شہر میں کسی بات کا
پانا بواز کی دلیل نہیں ہے جب تک پہلے زمانہ سے لے کر اب تک
کسی بات کا دستور نہ ہو۔ کیونکہ اگر شروع سے کسی بات کا رد ان
ہو تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ
نے لوگوں کو اس بات پر قائم کیا ہے پس یہ شریعت ہونی چاہیے
کوئی چیز شروع سے نہ آ رہی ہو تو لوگوں کا کسی کام کو کرنا اس
کی دلیل نہیں ہے کہ یہ حکم شریعت ہے۔ ہاں اگر کوئی رواج تھا
شہروں اور ملکوں میں ہو اور کسی کا اختلاف نہ ہو تو یہ اجماع
اور یہ اجماع حجت اور دلیل ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ لوگوں
کا کسی کام کو کرنا یا کسی زمانہ میں کسی بات کا رواج پکڑنا، اگر شریعت
کی دلیل بن جائے تو خراب بیچنا اور سٹو دکھانا بھی جائز ہو سکتا ہے
ناظرین! حضرت امام مجدد الف ثانی کا کلام آپ نے پڑھا
غور کریں بریلویوں کا اور ہمارا جھگڑا صرف یہی ہے کہ جو باتیں بہت قریب
پیداوار ہیں جن کی قرآن کریم حدیث شریف اور فقہ کلام میں کچھ اصل نہیں
کو یہ لوگ بدعت تو مانتے ہیں مگر ابھی بدعت کہتے ہیں۔ حضرت امام مجدد
نے جس ناک پر کھٹی بیٹھتی ہے وہ ناک ہی اڑا دی کہ بدعت اور بدعت
کیسے ہو سکتا ہے۔ سب بدعتیں بُری ہیں جو لوگ حضرت امام مجدد الف ثانی
مسلحہ عالیہ نقشبندیہ کے وابستگان ہیں امید ہے کہ اللہ چیزوں کو
سوچیں گے، دور نہ یاد رکھیں کہ صفائے وطن اور بدعت کا سخت کبر
درجہ ہے کہ تصوف جیسی مقدس چیز آج چند منافطوں اور وہمات کا غیور ہو گیا
تقلید دوسرے مقتدا ان بے معنی

بدنام کند رہ جو ان مردوں را

حضرت امام مجدد نے ایک بہت قیمتی اصول بیان فرمایا ہے کہ جو چیز بدعت
ہو اس کے درمیان جھگڑے میں ہو اس کو بدعت سمجھ کر چھوڑ دینا چاہیے انصاف
اور حاکم بریلوی مذہب بدعت پر کھڑا ہے مگر ہم علی السبیل التذلل کہتے ہیں
انصاف اور سنت کے درمیان تردد کی صورت ہے۔ پھر بھی بقول امام
مجدد نے کہے قابل ہوا۔ یعنی بریلوی مذہب چھوڑنے کے قابل ہے۔ بدعت
کی اصول ثانی نے بحر الرائق سے نقل کیا ہے، لَاحِظْ اِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ
بَيْنَ مَذْهَبٍ وَ سُنَّةٍ كَانَ تَرْكُ سُنَّةٍ رَاجِحًا عَلَى فَعْلِ الْمَذْهَبِ
جب کسی کام کے سنت اور بدعت کہنے میں تردد ہو تو اس سنت
پر چلنا بہتر ہے اس بدعت پر عمل کرنے سے۔

بریلویوں کو اگر پیروں کی طرف سے مجبوریاں ہیں تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ
کی فیصلہ بھی فرمادیا کہ انصاف تو یہی ہے کہ مریدین سنت کے علاوہ کسی
پیروں کی تابعداری نہ کریں۔ مگر یہ مجدد کی آواز مجددیوں تک کون پہنچائے
میرید ہی میریدی ایسی بلیک مارکیٹ بن چکی ہے کہ مرید بناتے ہی کہہ دیا جاتا
ہے کہ پاس مت جاؤ، یہ علماء ظاہر ہیں ان کو کیا خبر! یہ لوگ بے ادب ہوتے
ان سے بچو۔ اس پردہ میں اندھیرا پھیلاتے ہیں، قرآن و حدیث سے غفلت
کرتے ہیں۔ اسی اندھیرے میں ان کی دکان چلتی ہے اگر حضرت مجدد بھی کیا
کمال ہیں کہ بدعت کی بخڑ تبادی فرمایا کہ یہ بدعت کی بیماری مریدوں کو پیروں
پر چلی ہے، اگر مرید عقل والے ہوں تو پیروں کی خلاف سنت پیروی چھوڑ دیں، بچا کر
اپنے گھر میں رکھیں کہ بدعت کیا ہوتی ہے؟ کچھ تعویذات کچھ عملیات کا کاروبار چلتا ہے اس کے
مادار اور کبھی کبھی بننے کی باتیں کرنا پیر بننے کے لیے کافی ہے۔ بریلوی حضرت خدا

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

بحث ندائے استمدادی

خداوند تعالیٰ کے سوا کسی کو حاضر ناظر سمجھ کر پکارنا۔

رسالہ لہذا کی تمہید میں آیات اور احادیث سے استعانت اور استمداد کے چکے ہیں۔ ناظرین وہ حوالے پھر غور سے پڑھیں۔ یہاں سب سے پہلے حضرت مولانا گنگوہی کا ارشاد دیکھئے:

حاضر کے لفظ سے بلانا چند صورتوں میں جائز ہے۔

۱۔ جن اشعار میں 'یا' اور دوسرے حرف ندا ہوں ان کو شوق اور محبت کے غلبہ سے پڑھنا جب کہ بلائے اور پکارنے کی نیت نہ ہو۔ جیسا کہ اہل باد صبا کو مخاطب کرتے ہیں۔ اے ہوا! میرا پیغام مدنیہ متورہ ملے گا تو ہوا کو بلانا مقصود نہیں ہوتا۔ اس قسم کے غلبہ محبت میں یاروں کو کہنا جائز ہے۔ جب کہ حاضر ناظر کا عقیدہ نہ ہو، شعرا کا کلام اس پر ہوتا ہے (فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص ۶۶، ۸۵)

۲۔ حاضر ناظر سمجھ کر یا رسول اللہ کہنا اس خیال سے کہ حضور ہر جگہ حاضر ہیں، ہمیں دیکھ رہے ہیں، ہر چیز کا علم مستقل آپ کو حاصل ہے، خداوند تعالیٰ کے بتانے کی ضرورت نہیں رہی تو یہ شرک ہے مگر شوق میں کہے تو یہ جائز ہے۔ اگر اس خیال سے پکارے کہ شاید خداوند تعالیٰ میری آواز آپ تک پہنچا دیں تو ہر جگہ نہیں اور اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللہ۔ کہنا جائز ہے کیونکہ فرشتے پہنچا دیتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۵)

۳۔ اس خیال پر یا رسول اللہ کہ یہ لفظ میرے اعمال میں لکھ دیا جائے اور جب فرشتے میرے اعمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

کریں گے تو یہ لفظ بھی اسی طرح بارگاہ نبوت میں پہنچ جائے گا۔ یہ بھی جائز ہے۔

۴۔ اگر کوئی شخص روضہ انور پر حاضر ہو (نہے قسمت) تو چونکہ آپ کو اس یقینا سنتے ہیں، اس لیے یا رسول اللہ بھی کہہ سکتا ہے، تو تسل اور استمداد بھی کر سکتا ہے بشرطیکہ شریک نہ ہو۔

۵۔ یا رب قلب تام ہو۔ مطلب یہ کہ کسی سعادت مند کو تعلق باطنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل ہو اور نسبت باطنی بھی نصیب ہو تو وہ شخص بھی یا رسول اللہ کہہ سکتا ہے۔ (امداد الشکوک ص ۱)

۶۔ یا ندا کے لفظ کو بغیر عقیدہ علم غیب کے کسی دم یا عمل یا ملکوت میں کہے جیسے: یا آیتھا المنیٰ قبل۔

۷۔ چونکہ اہل سنت کرامت اولیا کے قائل ہیں اس لیے بطریق کرامت بھی اگر کوئی شخص اپنی آواز آپ تک پہنچا سکے تو ممکن ہے۔ ان تمام صورتوں کے علاوہ صرف ایک ہی صورت یا رسول اللہ وغیرہ کہنے کی ممانعت ہے۔ وہ یہ ہے کہ کسی نبی یا ولی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ وقت ہر جگہ سے ہر شخص کی بات کو سن رہے ہیں غلط ہے۔ لفظ خداوند تعالیٰ کی شان ہے، یہ ایک بدعتی عقیدہ ہے۔

۸۔ علامہ عبد العزیز محدث دہلوی 'تفسیر سورت منزل میں فرماتے ہیں: مضمون

۹۔ مختلف جگہوں، مختلف وقتوں، مخلوق اور زبانوں کے ساتھ ذکر کرنے والوں کے قلبی ذکروں اور زبانی ذکروں پر احاطہ علمی خداوند تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی نہیں۔ ہاں بعض کافر اپنے اقوام کے حق میں ثابت کرتے ہیں اور اہل اسلام کے فرقوں سے بھی اپنے پیروں کے حق میں بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں

اور اسی اعتقاد کی وجہ سے حاجت کے وقت ان کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں لیکن یہ بات ہرگز روا نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کہ وہ لوگ دھوکے میں پھنستے ہیں، اور بڑے شے میں گرفتار ہیں۔

اسی جگہ فرماتے ہیں:-

”وَمَنْ يَدْعُنَا لَمْ يَدْعُنَا بِحَقِّ دَعْوَانَا“ تو علم محیط نہیں رکھتے کہ ہر ذکر کرنے والے کے ذکر پر اطلاع پائیں اور سزا ذکر کرنے والے کی روح پر قائم نہیں رکھتے۔ فتاویٰ ہزارہ میں ہے جو شخص کہے کہ فرشتوں کی روضہ میں ہیں اور جانتے ہیں وہ کافر ہو جاتا ہے نسبت کفر کی دیا جاتا ہے۔

ناظرین

ایہ مسئلہ علم غیب ہے، اور ہمارے موضوع سے باہر ہے ہم تو مولانا محمد عبداللہ کی نذر عرفی کے متعلق عرض کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے نذر ثواب کا مسئلہ گھسیٹ دیا تھا اگر میرا کام ہو جائے تو خوش کی دیکھ لپکاؤں؟ ایصال ثواب کہا۔ اس لیے ضرورت پڑی کہ ہم ایصال ثواب کا بیان کریں۔ اور خوش کی دیکھ سے کام لکھا ہے ہیں اس لیے استعانت اور الحمد للہ بھی درپیش لوگ استدعا میں بزرگوں کو پکارتے ہیں ہمارے یقین ہے کہ اگر بزرگ ان کی بات سنتے ہیں تو یہی کہیں گے کہ حاضر و نہ تو نے ہمیں ایسا لاپی سچ رکھا ہے کہ مشرکانہ نذر و نیاز ہم سے بدتر ہے۔ بطور ثبوت یہیں پیش کرتا ہے۔

حضرات! صوفیہ تو کچھ کسی باغیرت انسان کو ایسا کہہ کر دیکھو، جی کام کر دیجیے پچاس نذرانہ دوں گا تو وہ جواب میں کیا کہے گا؟

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر شریف پر جانے والے کی آواز سے کہیں اور اس میں اہل سنت کا کوئی اختلاف نہیں، انبیاء کے علاوہ دوسروں میں علماء اور ائمہ کا اختلاف ہے۔ مگر بریلوی حضرات تمام بزرگوں کو ہر جگہ حاضر ناظر سمجھتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ بزرگوں کو کام بنانے کی طاقت ہے جو چاہیں کر سکتے ہیں تقدیر بدل سکتے ہیں۔

اسم میں الٹ پلٹ کر دیں کسی کی تقدیر میں کوئی چیز نہ ہو تو اپنے پاس سے دے دیں، بلکہ بھنے کام تو بزرگوں کے اتنے پکے ہیں کہ خدا کو بھی تھپے چھوڑ جاتے ہیں۔ مولانا شریف صاحب نورانی نے مسجد عظیم خاں اور قصور کی دیگر کئی مساجد میں دعا مانگی کہ کچھ لوگوں نے حضرت شیخ پیران پیر کا علم غیب معلوم کرنے کے لیے دعا مانگی کہ ان کو چار پائی پر ڈال دیا کہ حضرت یہ مردہ ہے جنازہ پڑھائیے جب جنازہ سے نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے اسے اٹھانا چاہا مگر وہ کیسے اٹھتا تھا حضرت پیران پیر نے فرمایا خدا کے مارے ہوئے تو قیامت کو اٹھیں گے مگر میرا مارا ہوا قیامت کو بھی زندہ نہ ہو گا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ! انفرقہ ٹوٹا ہے۔ یہ لفظ ہے یا بندوؤں کی گفتا ہے نادان دوست یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ایک ہے اللہ تعالیٰ ہر مہر ہے۔ مَنْ تَكَلَّمَ مُؤْمِنًا مَّتَّعْتَهُ أَجْرًا مَّا كَا جَهَنَّمَ (الآیۃ) اگرچہ صاحب کو کہہ رہے جا رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو کیا مارنے کا طریقہ نہیں آتا؟ وہ کہہ رہے کہ مردے قیامت کو زندہ ہو جائیں گے۔ خداوند تعالیٰ کو یہ حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ مارنے کا یہ طریقہ بریلویوں کے پیر صاحب سے سیکھ لیوے، یہ دندہ لاپی بیست لمبی ہے اس کا بیان آگے آئے گا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مجمع پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی صحیح تعلیم کا کچھ نمونہ پیش کر دیا جائے کہ اس عالی قدر شخصیت، اسلام کے مایہ ناز فرزند توحید پر جو ظلم بریلوی کر رہے ہیں اس کا کچھ اندازہ ہو جائے۔ فرماتے ہیں:-

”اَکُلُ مَخْلُوقٍ كَوْخَدَاوند تعالیٰ کے سامنے اس طرح عاجز کھجی جس طرح ایک بادشاہ ہے، جس کا ملک بہت بڑا وسیع ہے حکم اور رخصت اب دل بلا دینے والا ہے۔ اس نے ایک شخص کو گرفتار کر کے اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بڑیاں ڈال کر ایک صنوبر کے درخت میں ایک دریا کے کنارے جس کی موجیں زبردست، پارٹ بہت بڑا تھا بہت گہری، بہاؤ بہت زوروں پر ہے لٹکا دیا ہے اور خود وہ بادشاہ

ایک نفیس اور بلند کرسی پر کہ اس تک پہنچنا بہت مشکل ہے تشریف فرما
ہے یعنی بیٹھا ہے، اور اس بادشاہ کے پاس تیر تلوار اور نیزہ و کمان
وغیرہ ہتھیار استے ہیں، کہ ان کا اندازہ اس بادشاہ کے سوا کوئی نہیں
جانتا۔ اب ان چیزوں میں سے جو چیز چاہتا ہے اٹھا کر اس تکے ہوئے
قیدی پر مارتا ہے، اور وہ قیدی چونکہ جکڑا ہوا ہے اور اونچی جگہ لٹکا ہوا
ہے اس لیے نہ بل سکتا ہے نہ کوئی اس کو چھڑا سکتا ہے مطلب یہ کہ خداوند
تعالیٰ کے سامنے ساری مخلوق اس بے بس قیدی کی مثال ہے زندگي،
موت، خوشی غم سب کچھ انہیوں دلیوں کو اسی کی طرف سے آتا ہے
کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے۔

آگے فرماتے ہیں:-

”جو لوگ اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں، وہ اگر اس قیدی
سے ڈریں اور نفع نقصان کی امیدیں رکھیں اور بادشاہ سے نہ رکھیں
تو ان کے لیے حیف ہے کیا جو شخص ایسا کرے عقل کے نزدیک
بے عقل ہے اور اک دیوانہ جو پایہ اور انسانیت سے خارج نہیں
ہے؟ خدا کی پناہ! ہدایت کے بعد گمراہی اور ایمان کے بعد کفر ہے،
یعنی جو شخص مخلوق سے خواہ اللہ کے کتنے ہی پیارے ہوں نفع
نقصان کی امید رکھتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بادشاہ
سے نہ ڈرے اور تکے ہوئے قیدی سے ڈرے؟“

(رموز الغیب ترجمہ فتوح الغیب مقالہ ۱)

۲۔ ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی کچھ کو نفع پہنچا سکتا ہے نہ
نقصان بس اللہ تعالیٰ بندوں کے ہاتھوں سے کرا دیتا ہے، اس کا
فعل تیرے اندر اور ساری مخلوق کے اندر تصرف کرتا ہے جو کچھ تیرے
لئے مفید یا مضر ہے۔ (فتح الربانی مجلس ۱۲)

۱۔ ملاحظہ ہو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:-
۳۔ جب بندہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو پہلے خود اس سے
لکھنے کی کوشش کرتا ہے، اگر نکل نہیں سکتا تو مخلوقات سے مدد لیتا ہے۔
بادشاہوں سے، حاکموں سے، دنیا داروں سے، امیروں سے، اور دیکھ
ورد میں طیبوں سے، جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا اس وقت اپنے
پروردگار کی طرف گریہ و زاری اور حمد و ثناء سے رجوع کرتا ہے، یعنی جب
تک خلق خدا سے مدد ملتی ہے خدا کی طرف دھیان نہیں کرتا۔ پھر جب
خلق خدا کی طرف سے بھی مدد نہیں ملتی تو مجبور ہو کر خدا کے ہاتھوں میں
آکر ہوتا ہے، اور ہمیشہ سوال دعا اور حاجت مندی کا اظہار کرتا رہتا ہے،
پھر خداوند تعالیٰ اس کو دعا سے بھی شکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا یہاں
تک کہ کل اسباب کٹ جاتے ہیں اس وقت اس پر پوری طرح تقدیر
جاری ہوتی ہے اور وہ روح نالوس بن جاتا ہے اور وہ صاحب یقین
موتدین جاتا ہے قطعی طور پر جان لیتا ہے کہ درحقیقت خدا کے سوا نہ کوئی
کچھ کرنے والا ہے نہ حرکت اور سکون دینے والا ہے، نہ اس کے ہاتھ
میں اچھائی اور برائی، نفع نقصان بخشش محرومی، کشاکش بندش، موت
زندگی، عزت ذلت، دولت مندی اور غریبی ہے۔ اس وقت تقدیر کے
سلسلے بندہ کی یہ حالت ہوتی ہے، جیسے شیر خواں کچھ دایہ کی گود میں،
یا مردہ قتل دیے واسے کے ہاتھ میں اٹھا پکٹا جاتا ہے۔

(فتوح الغیب مقالہ ۲ مقتطفہ شیخ عبدالقادر جیلانی)

ناظرین! یہ یمن حوالے بطور تبرک حضرت پیران پیر کے کلام سے لیے گئے ہیں۔
اس میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ نفع نقصان اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں
نہیں ہے، گیارہویں ولے ان تینوں ارشادات پر غور کریں۔
سینئر پیران پیر، الفتح الربانی مجلس ۱۱ میں فرماتے ہیں:-

ان الخلق مجزؤ عدم لا هلك بايد بهمه ولا ملك ولا
غنى بايد همه ولا فقر ولا ضمر بايد بهمه ولا نفع
ترجمہ سب خلقت عاجز اور معدوم محض ہے، نہ تو مخلوق کے ہاتھ میں کسی کی بنا کر
ہے نہ کسی چیز کے مالک ہیں، نہ اس کے پاس دولت ہے نہ غریبی ہے نہ کسی کو نقصان پہنچا
سکتے ہیں نہ نفع دے سکتے ہیں، نہ حکومت ہے ان کے پاس تجزئہ خداوند تعالیٰ کے وہ
اس کے سوا کوئی قادر ہے، نہ دینے والا ہے، نہ روکنے والا ہے، نہ ضرر دینے والا، نہ
نفع دینے والا، نہ مارنے والا نہ جلائے والا۔

ناظرین! غور فرمائیں حضرت کا کلام کس قدر توحید سے لبریز ہے۔ ساری مخلوق کو خالی بتا رہے ہیں مگر اہل بدعت ان کو قادیان کہنے میں ذرا الجھجک محسوس نہیں کرتے آپ کے سب سے بڑے پیر نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں سب اللہ سے مانگو۔

اور ایک حوالہ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ کا بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت مولانا مفتی محمد
قصورویؒ کو کون نہیں جانتا۔ آپ کے پیر طریقت شاہ غلام علی مجددیؒ تھے جو حضرت
مرزا مظہر جانجانا، اور حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ میں عالی قدر بزرگ ہیں
آپ نے حضرت مرزا مظہر جانجانا کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے مقامات مشہور
مشہور و معروف کتاب ہے۔ اسی کتاب کے ساتھ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ کے
کا ایک قصیدہ ہے جو شاہ عبدالغنی مجددیؒ نے لکھا ہے قصیدہ کے صفحہ ۱۱ پر حضرت شاہ
غلام علی کے الہامات اور کاشفات میں مندرج ہے :-

و در روزی گفتیم، یا شیخ محمد القادر شیئا یلشد۔ ندا آمد، یگو یا ارحم الراحمین
شیئا یلشد۔

توجہ ایک دن میں لے کہا، یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا لکشد تو غیب سے
آواز آئی یا ارحم الراحمین شیئا لکشد کہو۔

واصل ایسے اشارے متوفیہ کو ہوتے رہے ہیں، اللہ متوفیہ میں سے کسی بزرگ کے

اگر یا شیخ کا وظیفہ پڑھا تو یہ حجت نہیں ہے۔ علماء اور فقہاء کی سند چاہیے، اور یہ
 صحیح واضح کیا جائے کہ فلاں بزرگ نے حاضر ناظر سمجھ کر پڑھا ہے تعجب ہے کہ بریلوی
 حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ اولیاء اللہ کو بھی عالم الغیب کہتے ہیں، مگر بار بار
 اس سے مطالبہ ہو چکا ہے کہ قرآن کریم یا حدیث شریف یا فقہ حنفیہ میں کہیں یہ لفظ
 اللہ کے لیے دکھا دیں۔ آج تک تو یہ معمر ان سے حل نہیں ہو سکا۔ اب مصنف
 اللہ اولیاء سے کیا توقع کی جائے۔ عاجز مخلوق میں خدائی صفات ثابت کرنے کی کیا
 ضرورت پڑ گئی؟ بزرگ خدا نہ بنیں تو کیا نقصان ہو چلا ہے؟ انبیاء علیہم السلام نے
 ان باتوں کو مشاہدہ ہی سمجھنا سچا ہوتا ہے۔

یہ بھی کہ شعب الایمان میں روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص مجھ پر دُعا دے گا میری قبر کے پاس میں اُسے سنوں گا اور جو دُور سے

۱۰۰۰ روپے فی ہیکٹار

اگر حضور ہر جگہ حاضر ناظر ہوں تو یہ فرق کیوں ہے؟ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کج شرح مشکوٰۃ
 ماس نقیہ قتلی بدر میں سلام زائرین بر قبر شریف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ الخ
 سوجہ زیارت کرنے والوں کا سلام حضور پر نور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم
 خود بانغش بغیس سنتے ہیں اور جواب عطا فرماتے ہیں۔ اور زائرین کے سوا دور
 کے لوگوں کا سلام ستیاح فرشتے پہنچاتے ہیں،

انی کی بات ہے کہ جب حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے سلام سُنا لی نہیں دیتا تو اولیاء اللہ کو دور سے پکارنا کیا معنی؟ صلوٰۃ و سلام تو مشروع چیز ہے اس کا یہ حال ہے تو دوسری باتوں کو خود سوچ لیجیے۔ انھیامت میں جو حاضر کا لفظ ہے اَللّٰهُمَّ هٰذَا اَيْهَا النَّبِيُّ اس کی وجہ البقا و علیٰ اسلم ہے شیخ عبدالحی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو سلام شبِ معراج میں حاضر کے لفظوں میں آیا تھا وہی صورت باقی رکھی تاکہ نمازی کو وہی یاد تازہ ہو۔ اور عبد اللہ الصّالِحین کو جو تبعاً سلام

کہا جاتا ہے اس کا مقصد سلام پہنچانا نہیں ہے بلکہ سلام کا اثر اور برکت پہنچتی ہے چنانچہ شیخ نے یہی لکھا ہے۔

اوسے رسد اثر ایں بر ہر بندۂ صالح - - - - - الخ

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

اَصَابَ ذَوَابَّ هَذِهِ الدُّعَا وَبَرَكَتُهَا۔

اس موقع پر اہل بدعت ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن عثمان ابن حنیف ان رجلاً خرباً ۱۰۰۰۰

تدرجہ: ایک نابینا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آیا، اور عرض کیا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے

یعنی آنکھوں میں بینائی پھر اچھلے۔ فرمایا اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر مہر

کرے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا دعا فرمائیے۔ فرمایا وضو کر کے دو

رکعت نماز نفل پڑھ کر اس طرح دعا مانگ۔ اُسے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں

اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیری جناب میں اپنا شفیع لایا ہوں پھر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا، اُسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے

نبی! میں آپ کو اپنے رب کی جناب میں متوجہ کرتا ہوں اپنی ضرورت کے لئے تاکہ

اللہ تعالیٰ میری حاجت پوری کرے پھر خداوند تعالیٰ کی جناب میں متوجہ ہو کر اس نے

دعا کی، یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما چنانچہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے وہ شخص بینا ہو گیا۔

یہ آپ کا منجز ہے چنانچہ بعض اہل بیڑ نے اس کو معجزات میں شمار کیا ہے۔

اس حدیث میں غیب کو بلانے کا ذکر نہیں ہے۔ آپ تو اس کے سامنے تھے اس

حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنا

چاہیے۔ یہ متفقہ بات ہے اس میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔

دوسری روایت جو طبرانی نے معجم کبیر میں بیان کی ہے کہ۔ وہی حدیث عثمان بن

حضور نے یہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو مشکلات کے لئے بتائی

وہ غزنین کے نزدیک کچھ معتبر نہیں، اور اگر صحیح بھی ہو تو مسجد نبویؐ میں مزار

اللہ کی روضۂ اطہر کے قریب دعا مانگنے والے نے مانگی۔ وہاں تو آپ یقیناً سنتے

ہیں اس میں تو شک ہی نہیں۔ اور اگر اس دعا کے مانگنے کا حکم عام بھی ہو کہ ہر شخص

اسکے سے یہ دعا مانگ سکتا ہے تو اس کی یہ ہوگی کہ اس دعا کو اصلی حالت پر قائم

رکھا جائے، تاکہ وہی مبارک الفاظ باقی رہیں اور قبول کا شرف حاصل ہو، اس میں

کوئی تاخیر کی دلیل کیا ہے؟ اور اہل بدعت اس بات پر بھی غور کریں کہ اگر دینے

والے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود ہی ہوتے تو اس شخص کو وضو کر کے نماز کے

بعد دعا سے مانگنے کی تعلیم کیوں فرماتے؟ اور صحابی کا اگر یہ عقیدہ ہوتا کہ آنکھیں

اپنا آپ کے اختیار میں ہے تو دعا کی درخواست کیوں کرتا؟ سیدھی بات تھی۔

جس نے آنکھیں دیکھے ہیں تو آپ سے مانگنے آیا ہوں، آپ کا سوالی ہوں،

اللہ سے کیا عرض؟ انبیاء و لوگوں کو تو حید اور دعا کی تعلیم دیتے تھے۔ بریلوی

اور بیہشت کی تعلیم دیتے ہیں۔ مانگو، مانگو، بزرگوں سے مانگو، یہ طریقہ کہاں

سے پیدا ہوا اس حدیث پر غور کریں تو ساری بات سمجھ میں آجائے۔

(تذیل) وہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنگل بیابان میں کسی کا جانور بدک

ہائے بھاگ جائے، یا کوئی اور مصیبت پیش آجائے تو تین دفعہ، اعیینوا فی

بہاد اللہ کہہ کر لپکارے کیونکہ وہاں اللہ کے بندے ہیں جو تم کو نظر نہیں

آتے، وہ روک دیں گے جانور کو۔

اور میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو!

اللہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے مراد قبروں والے نہیں ہیں۔ کیونکہ جنگلوں

میں مسلمان جنات بھی ہوتے ہیں، یا فرشتے، یا رجا الغیب سمون یہ ابدال جیسا کہ

کامل تباری نے وضاحت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت سے بھریا جن اس کام پر متعین فرمایا ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے اس کی خبر دی ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر رجال اللہ
عنوان میں یہ تحقیق بیان فرمائی ہے۔ اور فیض القدر شرح جامع منصوص میں
روایت ہے جس میں وضاحت ہے۔ کہ وہ فرشتے ہیں۔

ان الله ملكة في الارض ليستون الحفظه يكتسب
ما يقم في الارض من ورى الشجر فاذا احاط
احدكم جرحه او احاط الى عون بغلاة من الارض
فليقل اعينوني عباد الله رحمكم الله فانه يحصل
شاهد الله تعالى (رواہ ابن سنی والبطرانی)

متوجہ۔ اللہ کے کچھ فرشتے ہیں زمین میں جن کو حفظ کہا جاتا ہے۔ یعنی انہیں
زمین پر درختوں کے جوتے گرتے ہیں ان کو بھی لکھ لیتے ہیں۔ پس جب کسی
کو کوئی زخم تکلیف پہنچے۔ یا ہنگل بیاباں میں کسی امداد کا محتاج ہو تو یہ فرشتے
اللہ کے بند و خدا تم پر رحم کرے میری مدد کرو۔ اس کی مراد حاصل ہو جائے
انشاء اللہ تعالیٰ۔

کیا اولیاء اللہ تصرفات میں واسطہ

فی العروض بھی بنتے ہیں؟

کیا اولیاء اللہ کی روحیں عالم برزخ میں یعنی قبر کی دنیا میں کرامت کے طور پر
دنیا میں کرتی ہیں؟ اگرچہ وہ مختار اور قادر نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ اپنی مرضی سے
نہیں کر سکتے لیکن جس طرح خداوند تعالیٰ نے اپنی تدبیر جاری کرنے کے لیے
کی فوجیں انتظام عالم پر لگا رکھی ہیں، اس طرح اولیاء اللہ کی روحیں بھی کسی خدمت
لگائی جاتی ہیں یا نہیں؟ قرآن وحدیث اس بابت کے جواب میں خاموش ہے۔

ہے کہ صحابہؓ، تابعینؓ، اور تبع تابعین کے زمانہ میں اس قسم کے سوال جواب
اللہ وائت بھی تمام کے تمام خاموش ہیں مگر صوفیاء کرام کے کشف اور
اس سلسلہ میں شہرت بلکہ تو اتر تک پہنچ چکے ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ منصوص شرعی
نہ ہے۔ نہ کسی فرض سنت کو مٹاتا ہے اور اس میں بڑے بڑے بزرگ بھی شامل ہیں
اس لیے روایات صوفیہ کرام کو ایسے مسائل میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا حضرت شیخ
عبداللہ دہلویؒ نے شرح مشکوٰۃ باب زیارت قبور میں لکھا ہے کہ یہ بات
اللہ کے ہاں ثابت ہے اس کے بعد کچھ دلائل اسی قسم کے دئے ہیں ان تمام
دلائل میں باطنی اور دعا کی قبولیت کا نتیجہ نکلتا ہے۔

کبیر کبیر میں مَدِّ بَرَاتِ اَمْرَا کے ماتحت امام فخر الدین رازی نے کچھ
دلائل لکھے ہیں اور بالآخر کہا ہے کہ اگرچہ مفسرین سے کوئی چیز منقول نہیں
ہے ان الفاظ میں احتمال ہو سکتا ہے۔

اللہ ہی سورۃ الشفا اور قیامی عزیزی میں بھی ایسی عبارتیں ہیں جن سے
ان لوگوں کا انتظامی معاملات میں فرشتوں میں شمار ہونا ثابت ہے لیکن چونکہ فرشتے
اللہ کے ہاں بلکہ یَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ سے سے ثابت ہے کہ فرشتے حکم کی
طاعت کرتے ہیں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کرتے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کی روحوں
کا کہ کچھ نیکوینی امور ہوں تو اس سے ان کی ڈیوٹی تو ظاہر ہوتی ہے مگر ان کی مدد و نیا
مطلب اور ظہر حاضر ناظر ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟ مفسرین نے تواتر کو
مَدِّ بَرَاتِ اَمْرَا کہا ہے۔ کیا ستارہ پرستی بھی جائز ہو گئی؟ اس طرح تو اچھا
اس طرح کا دوا زہ کھل جائے گا۔

حاصل کلام

علامہ یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی؟ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت امام مجدد الف ثانی کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ عوام جہلاء جو اولیاء اللہ کو متصرف، کرتادیں اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے مختار کل اور قادر سمجھتے ہیں اور بطور واسطہ فی الثبوت لایزال کہ خدائی کاموں میں مدد مانگتے ہیں، یہ شرک جلی ہے، اور جو کام انسانی کوشش میں ہیں، اولاد، رزق، زندگی، موت، فتح و نصرت وغیرہ ان کاموں میں اولیاء اللہ سے مانگنا حرام بلکہ کفر ہے اور اس اعتقاد سے شکل کے وقت بزرگوں کو پکارنا، حاکم اور وغیرہ شرک ہے ہاں تو تل جائز ہے

مصنف نذر اولیاء کے حوالوں کا جواب

اب ہم رسالہ نذر اولیاء کے حوالوں پر غور کرتے ہیں۔ تبہید کے لئے عرض ہے کہ ثواب نذر کرنا یعنی پہنچانا، یہ تو مسلم ہے لیکن اس سے یہ مطلب نکالنا کہ غیر اللہ کی منت جانتے ہوئے کیسی فضول بات ہے مولوی عبد اللہ صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں اور دل کی بات بتا ہی دی کہ نذر سے مراد منت ماننا ہی ہے۔ چنانچہ مصنف کے حوالے فرماتے ہیں:-

”دوسرا کاربغداد کی نذر میں مانی جاتی تھیں“

ایک بددیانتی تو یہ ہے کہ یہ لفظ اپنے پاس سے بڑھایا ہے۔ وہاں تو وہ اتنی بات ہے کہ تحائف قبول فرماتے اور کھا بھی لیتے تھے۔ اس میں منت ماننا ہے، دوسرا یہ بات بھی صاف کر دی کہ نذر سے ہماری مراد منت ماننا ہے۔ ایصال ثواب کا بہانہ ہے۔ یہ لوٹری کے چکر دین میں۔ آہ یہی منت ماننا نام ہے اگر منت ہے تو حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی کسی تصنیف سے غیر اللہ کی منت کو جائز ثابت کیجئے۔ بزرگوں کو بدنام کرنا کونسی نیکی ہے بزرگوں کو ثواب کا جو بہانہ تم لوگوں نے شرک جائز کرنے کے لیے بنایا ہے اس کا جواب

محدث امام مجدد الف ثانیؒ کے کلام سے گزر چکا ہے۔ جہاں بزرگوں کے نام کے ہوا کر ہے۔ وہاں شیخ احمد سرہندیؒ نے اس بہانہ کا بھانڈا خوب توڑا اور ان لوگوں پر خوب ڈنڈے برسائے۔ اب ہم تمام حوالوں کا جواب نمبر وار بیان کرتے

مولوی احمد رضا خان صاحب نے احکام شریعت میں اس مسئلہ کو بہت سی باتیں بیان کیا ہے۔ صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:-

”مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں عرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں۔ اولیاء کرام کو

جو ایصال ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر دنیا کہتے ہیں۔“

اس بات پر ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ اولیاء اللہ کو مسلمانوں کے مقابلہ میں کیوں مانا گیا، یا تو یہاں عام اور خاص کا لفظ ہوتا یعنی عام مسلمانوں کو، بالخصوص اولیاء کو، ثواب درست ہوتی، ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ بھی مسلمان ہوتے ہیں اگر میں تو کیا ہیں؟ پھر اس بات کی دلیل کیا ہے کہ اولیاء اللہ کی فاتحہ کی چیز جب لکھو اور مختار سمجھ کر نذر دنیا کے طور پر دی جا رہی ہو، اور خداوند کا تعالیٰ کا نام بھی یہاں میں نہ ہو حرام اور شرک کی بجائے تبرک بن جاتی ہے یہاں ہمارا شبہ زیادہ بڑھتا ہے کہ آپ کو گ اولیاء اللہ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ ہاں جب آپ کو ان کو قادر اور مختار سمجھتے ہیں تو مسلمان کیسے ہوئے؟ خدا تعالیٰ سے فاضل بریلوی

پیران پیر کی مدح میں لکھتے ہیں:-

”حکم تم ہی قادر ہو کہ خدا ہے باپا تمہارا“

بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مختار ہیں، مگر مختار کے معنی ہیں پسندیدہ، برگزیدہ۔ اختیار دیا ہوا کے معنی لغت سے ثابت کیجئے۔

احکام شریعت ص ۱۰ پر فرماتے ہیں:-

”میت کی طرف سے جو حق ہو غنی کو نہ دے، نہ غنی سے“

میت کی تعریف کیا ہے؟ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّكُمْ مَعِيْتُونَ
آیات و احادیث کی روشنی میں جواب دیں۔

صوفیہ پر مولوی فاضل مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:-

”مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے، غنی نہ کھائے۔“

طعام میت کی تعریف کیا ہے؟ نیز یہ بھی غور فرمائیں کہ منع کے معنی مکروہ نہیں
کس دلیل سے کیے ہیں؟ حضرت امام محمدؒ کے مکتوبات میں منع کا لفظ شرک کے
بھی گزر چکا ہے کیا شرک بھی مکروہ ہے؟

حوالہ نمبر ۱۲: آنچہ پیش بزرگوں سے برتر۔ یہ تو تھنہ ہے جو زندہ بزرگوں کو
دیا جاتا ہے یہاں چڑھا دے کا فیصلہ کسی طرح ہو گیا؟ کیا زندہ بزرگ قبر میں ہوتی ہیں
خوب فیصلہ کیا۔ چڑھا دے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

حوالہ نمبر ۴: اس کا جواب اوپر دیکھئے۔

حوالہ نمبر ۵:

شیخ عبدالغنی نابلسی کوئی فقیہ نہیں ہیں تفسیر روح المعانی میں ان
پر کسی جگہ گرفت کی گئی ہے۔

حوالہ نمبر ۶: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت حالی میں کھجوروں کا تھنہ پیش کیا۔ یہ تو صحابہ رضہ کا معمول تھا
اور حضور بھی تحائف دیتے تھے، کیا حضور بھی صحابہ کی سنتیں ملتے تھے مولوی عبداللہ
صاحب کی کاریگری دیکھئے ہدیہ کو زندہ بنا دیا اور یہاں سے چڑھا فاتحروں کا ثابت کر
رہے ہیں۔ کیا حضور ضرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت مبارک کو قبر سمجھتے ہیں؟
کیا کہہ رہے ہو؟ کیسی مضبوط دلیل ہے۔ ایک صحابیؓ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی جناب میں تھنہ پیش کرتا ہے مولوی عبداللہ صاحب اس کو قبر
کا چڑھاوا سمجھتے ہیں۔ بھوکے سے پوچھو دو اور ایک کیا بناتا ہے۔ جواب تین
روٹیاں۔

صحابیہ نے گوشت ہدیہ کیا تو چودھویں صدی میں بڑھتے بڑھتے
دیگ بن گئی۔ مولوی صاحب! تھنہ اور ہدیہ کو گھسیٹ کر کھینچ
ان کو زندہ بنا لیں، مگر یہ بزرگوں کی قبروں تک نہیں پہنچ سکتا، پاکیزہ ماحول کی خاص
سای چیزوں کو کفر و شرک کی طرف کیوں گھسیٹتے ہو؟ خدا کا خوف کرو۔

ترجمہ یہ ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مخالف قبول فرماتے
حوالہ نمبر ۸: ادکھا لیتے۔ اس میں کیا ہرج ہے؟ مگر مولوی صاحب! کیا یہ
ان ہوتی میت ہوتی تھی؟ آپ نے یہاں انکھیں بند کر کے بھڑکے بولے یہ جو کہا کہ
مار بغداد کی ندریں مانی جاتی تھیں اس کو ثابت کیجئے۔ بزرگوں کو مشرک بنانا
کتنی بے ادبی ہے۔ حضرت شیخ مخالف قبول فرماتے تھے، مگر کیا آج کل کے پیروں
کی طرح مال حرام کی کٹی کھاتے تھے؟ یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ
مسلک تھے۔ حنبلی مذہب اہل حدیث سے عملاً متفق ہے۔ کبھی کبھی رفع یدین بھی
لہا کر رہے آپ لوگ۔

یہ ایک خواب کا قصہ ہے حضرت محمدؐ کے حوالوں میں
حوالہ نمبر ۹: گزر چکا ہے کہ خواب سے حکم شریعت نہیں بنتا۔
خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف تاریخ بغداد ص ۱۲۴
حوالہ نمبر ۱۰: جلد اول میں لکھتے ہیں۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب نے یہ حوالے مولوی محمد عمر اچھروی صاحب کی کتاب
سے لیے ہیں۔ چونکہ وہاں خطیب بغدادی کو مصنف مشکوٰۃ قرار دیا ہے۔ اس
لیے مولوی عبداللہ صاحب نے مکھی پر مکھی مار دی کاشش کہ مظاہر حق ہی دیکھ
لیتے۔

یہ حوالہ نہیں بلکہ ایک لطیفہ ہے جس نے مولوی عبداللہ صاحب اور ان
کے استادوں کی علمی قابلیت بخشنے سمندروں کی گہرائی بتا دی۔ رسالہ کے آخر میں
لکھتے ہیں:-

"مولوی فردوس شاہ کو کچھ سمجھ نہیں، ہمارا نیک مشورہ ہے کہ مدارس اہل سنت، مثلاً دارالعلوم مرکزی حزب الاحناف پاکستان لاہور، مدرستہ رضویہ لائل پور، دارالعلوم فریدیہ بھیر پور، انوار العلوم ملتان جہاں کے فارغ التحصیل ہزاروں علماء کرام دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں کی طرف رجوع کریں۔ جہاں پر علم کے بے بہا سمندر کھلتے نظر آئیں گے۔"

سُبْحَانَ اللَّهِ! کیا پڑی کیا پڑی کاشوریا۔ یہ دارالعلوم مرکزی حزب الاحناف وہی ہے جہاں سے مولوی عبداللہ صاحب نے جہالت کی سند حاصل کی ہے۔

مولوی صاحب! آپ نے میاں مہٹو بننے کی اتنی کوشش کیوں کی؟ یہ حوالہ اور یہ رسالہ خود بتا رہا ہے کہ آپ اور آپ کے استاد اور تمام بریلوی علماء بڑے فاضل (من الفضول) ہیں سعدیؒ نے کیا خوب کہا کہ جب تک کوئی شخص خاموش ہوتا ہے اس کے عیب دہنر پوئیدہ ہوتے ہیں۔

خطیب بغدادی مصنف مشکوٰۃ شریف۔ یہ عبارت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیاست سے ناواقف کہے کہ مشر لیاقت علی خان مرحوم برطانیہ کے جارج ٹم کا نام ہے۔ مولوی صاحب! کیا آپ نے مشکوٰۃ شریف بھی نہیں پڑھی؟ اگر آپ کے معلومات کا یہ حال ہے اور ہونا بھی چاہیے، کیونکہ آپ کے مدارس میں علم کے سوا سب کچھ پڑھایا جاتا ہے تو یونہی اتنی بڑی مہربانو اگر شعبہ مرکزی انجمن حزب الاحناف کے مفتی کیوں بن بیٹھے؟ طالب علموں کو آپ کیا پڑھاتے ہوں گے۔ حضرت سید ابوبی معاف! خطیب بغدادی اور شخص ہیں اور مشکوٰۃ شریف کے مصنف اور نہیں۔

خطیب بغدادی کا نام ہے۔ احمد بن علی بن ثابت البکری خطیب بغدادی ۳۹۲ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۴۲۲ھ ہجری میں انتقال فرمایا تاریخ بغداد

کتاب ہے اور مصنف مشکوٰۃ کا نام ہے محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی یہ انھوں نے کے بزرگ ہیں۔

صاحب ملت کا یہ حال ہے کہ پانچویں صدی اور انھوں صدی کے دو مشہور بزرگوں کو بے بنادیا۔ ایسے مشہور و معروف لوگوں کا نام تک نہیں آتا تو آپ کے استاد کے متعلق کیا رائے قائم کریں۔

مولوی صاحب! کیا آپ لوگ علمی دنیا میں بھی کچھ حصہ سمجھتے ہیں؟ علماء نے تو تفسیر، حدیث، فقہ کی مشہور و معروف کتابوں کی شرحیں عربی میں لکھی ہیں تاریخ الملہم شرح صحیح مسلم از علامہ شہیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، شیخ الاسلام پاکستان بذل المجہود شیخ الحداد و شریف علامہ محدث خلیل احمد انبیٹوی تعلیق البصیح شرح مشکوٰۃ العلماء حافظ حدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی فیض الباری شرح صحیح بخاری مولانا محمد بدر عالم میرٹھی وغیرہ۔ یہ ایک نمونہ ہے، اس کے علاوہ علماء دیوبند کی اردو، فارسی، اردو کی تصنیفات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ کیا آپ کے بریلوی علما نے بھی کوئی تفسیر، یا حدیث کی شرح عربی میں لکھی ہے؟ اردو زبان کا غلط پروپیگنڈے کے لیے کچھ رسالے بریلویوں نے لکھے ہیں جن کا تانا مکرو صاحب نے اگر خدا کی مہربانی سے علماء دیوبند کا ظہور نہ ہوتا تو آپ لوگ بزرگوں کے ثبت بنا کر مسجدوں میں پوج رہے ہوتے وَمَا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا لِّمَوْلَانَا اللَّهُ حَسَنًا اکافتوی بھی دے چکے ہوتے۔ پاکستان، ہندوستان، عرب، حجاز، شام، عراق، غرض اسلامی دنیا کا وہ کون سا خطہ ہے جہاں حضرات علماء دیوبند کی تصنیفات مقبول عام نہیں ہیں۔ سارے لاہور میں ایک دو دوکانیں بریلوی صاحب کے کتب خانے ہیں۔ جہاں نعمتوں کا کاروبار چلتا ہے علمی دنیا کی رونق اڑا کر تو حضرات علماء دیوبند کے دم سے ہی ہے۔ ایک ترجمہ قرآن مجید کا مولوی احمد رضا خان صاحب نے بڑی مشکل سے لکھا۔ مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے اس پر حاشیہ لکھا۔ گم نامی کا شکار ہو رہا ہے علمی حلقوں میں تو اس کا

نام نشان نہیں، اور مولانا اشرف علی صاحب کا ترجمہ اور تفسیر پاکستان اور ہندوستان
ہر چھوٹے سے چھوٹے قصبے میں گھر گھر موجود ہے۔ سینکڑوں بار چھپ چکا ہے۔
ہی آئے دن نئی نئی شکلوں میں چھاپ رہی ہے۔
سہ ایں سعادت بزرگ و نیست

تائید بخشد خدا کے بخت بندہ

دوسرے اسلامی ملکوں میں تو بریلویوں کا نام بھی کوئی جانتا ہے۔
تہا ری زندگیوں کا سہارا ہے۔ اسی کے دم سے تہا ری ہنگامہ آرائی ہے۔
اور بزرگوں کی خدائی کائناتوں کھود رکھا ہے کوئی نہ کوئی اندھا اس میں گرتا رہتا
اپنے پیٹ کی خیر مناد دین کی کیا فکر۔

الغرض: یہ حوالہ تاریخ بغداد کا چونکہ تاریخی کتاب ہے اس لیے
نہیں۔ فقہ کی کتابوں کے حوالے دور

حوالہ علماء، علماء، ۱۲، ایصالِ ثواب کا حذیرہ درست ہے اس میں کوئی
نہیں ہے مگر شاہ عبدالعزیز سے پوچھنے والی بات تو یہ ہے کہ جو شخص غیر انتہائی
منت مانتے اور اس کو منت کہے، اور ثواب پہنچانے کا یہاں نہ کرے، کیا وہ
امیر غریب مسلمان کھا سکتا ہے؟ اور جو مولوی فتویٰ دے، کہ درمنا یوں
اگر میرا کام ہو گیا تو غوث کے نام کی دیک دوں گا، تو وہ اسلام سے باہر
جاتا ہے یا نہیں؟ پھر دیکھئے شاہ عبدالعزیز لکھا جواب دیتے ہیں؟
حوالہ نمبر ۱: علماء حق پرستان جو آپ لوگوں نے لکھے ہیں اس کا جواب تو
تاکوا سلمًا ہے البتہ تھاید علماء دیوبند آگے آرہے ہیں۔ شاہ اسماعیل شہید سے یہ
پوچھئے کہ جو مولوی بزرگوں کی منت کو جائز کہے مسلمان ہے یا مشرک؟
حوالہ نمبر ۱۵: یہاں چڑھا دے اور منت کا کوئی ذکر نہیں۔

حوالہ نمبر ۱۶: پوچھنے والی بات تو یہ تھی کہ اگر ذبح کرنے سے پہلے شیخ
کے نام بکری کی منت کر دے، پھر تکبیر سے ذبح کرے تو حلال

کی یا نہ؟ یہاں بھی منت اور چڑھا دے کا کوئی ذکر نہیں۔ شاید آپ حوالوں کی تعداد
بڑھ کر ناچاہتے ہیں، ورنہ کوئی مطلب کی بات کرتے۔

اس کا جواب حضرت امام مجددؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کا صاحب
حوالہ نمبر ۱: کے حوالوں میں گزر چکا ہے۔

یہ ایصالِ ثواب کا مسئلہ ہے تاریخ کی تعیین کی تفصیل امام
مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھئے۔

یہ ہے اہل بدعت کا مذہب۔ یہ آپ کو مبارک ہو۔
اس کے بعد ص ۱۱، ص ۱۲ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا جواب
خاموشی ہے۔



حضرات علماء دیوبند کے عقاید

چند ذاتی اغراض و مقاصد کی بنا پر جن میں انگریز کی سیاست بڑا حصہ تھا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے حضرات علماء کی ہزاروں تصنیفات میں سے چند اردو رسالوں کی بعض عبارتیں مکتوبہ اور مدینہ منورہ کے علماء کے سامنے بگاڑ کر پیش کیں۔ چونکہ وہ حضرات اردو زبان سے نواقف تھے، اس لیے کفریہ معنی نکال کر الزام لگایا۔ ان حضرات نے اتنا کھدیا کہ اگر ان عبارتوں کا مطلب یہی ہے تو اللہ والا بے شک کافر ہے۔ لیکن بطور احتیاط علمائے عرب نے ایک سوانحیہ حضرات علماء دیوبند کو بھیجا جس کے جوابات پہنچنے پر تمام عرب بولے کہ یہ عقائد خالص اسلامی ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی چند سوال و جواب ناظرین ملاحظہ فرمائیں :

سوالات کی تمہید

اے علمائے کرام! اور سردارانِ عظام! کچھ لوگوں نے تمہیں وہابی کہا ہے۔ اور کچھ رسالے ہمارے پاس ایسے لائے جو غیر زبان ہونے کی وجہ سے ہماری سمجھ میں نہیں آئے۔ چند باتیں جن میں وہابیوں کا اہل سنت والجماعت سے اختلاف ہے، ہم پوچھتے ہیں، جواب دیجئے تاکہ شبہات

سوال : حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یعنی روضہ مطہرہ شریف کی زیارت کی نیت پر جانے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا مسجد نبوی کی زیارت کی نیت پر جانا چاہیئے یا روضہ عالیہ کی نیت پر؟

علماء دیوبند کی طرف سے جواب

ہم واضح ہو کہ ہم اور ہمارے اُستاد اور ہماری جماعت فروعات میں امام اعظم کے مقلد ہیں، اور عقاید میں ابو الحسن اشعری اور امام ابوحنیفہ کے پیرو ہیں اور تصوف میں حضرات نقشبندیہ، حضرات چشتیہ، حضرات سہروردیہ سے وابستہ ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ہم قرآن، حدیث، اجماع اُمت و علماء مجتہدین کے باہر کوئی بات نہیں کہتے۔ اور سوال کا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک اور ہمارے بزرگوں کے نزدیک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بر شریف کی زیارت اعلیٰ درجہ کی عبادت، نہایت ثواب اور حصول جنت کا سبب ہے بلکہ واجب کے قریب ہے۔ اگرچہ اس مقصد کے لیے مال قربان ہو جائیں اور سفر کرنے والا روضہ شریف کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت کی نیت بھی کرے بلکہ بہتر یہ ہے کہ فقط روضہ شریف کی طرف سے سفر کرے۔ محبت کا مسلک یہی ہے۔ وہابی جو کہتے ہیں کہ روضہ شریف کی نیت نہ کرنا چاہیئے یہ بات مردود ہے، آگے رد کے دلائل ہیں۔

سوال : کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد بھی دعا مانگنے والا آپ کا وسیلہ پکڑ سکتا ہے؟ اور کیا تمام انبیاء صدیقین اور شہیدوں، ولیوں کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے؟

جواب : ہمارے بزرگوں کے نزدیک دنیا میں تمام انبیاء، اولیاء، شہداء

اور صدیقین کا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔ ان کی زندگی میں بھی اس طرح دعا کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس طرح دعا کرے اسے نفلان بزرگ کے وسیلہ سے یہ دعا مانگتا ہوں کہ میرا ملاں کام ہو۔
تیسرا سوال: حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا دعا ہے؟ کیا آپ خاص طور پر زندہ ہیں؟ یا عام ایمان والوں کے لیے زندہ ہیں؟

جواب: حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف میں ہیں۔ زندہ ہیں جس طرح آپ دنیا میں زندہ تھے مگر شریعت کے احکام اور واجب وغیرہ آپ کے ذمہ پر ضروری نہیں ہیں۔ یعنی عبادت اللہ نہیں۔ تمام انبیاء اور شہید بھی زندہ ہیں۔ عام لوگوں کی برزخ میں ہے۔ ہے وہ اور چیز ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اس مضمون میں ایک عزیز کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "آب حیات"۔

چوتھا سوال: مسجد نبویؐ میں دعا کرنے والا روضہ اقدس کی طرف سے یا قبلہ کی طرف؟

جواب: اس میں علماء اور فقہاء کے دو قول ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک یہ قول یہ ہے کہ دعا کرنے والا زیارت کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک کی طرف متوجہ ہو، ہمارا عمل اس پر ہے۔

پانچواں سوال: کثرت سے درود شریف اور دلائل الخیرات وغیرہ متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

جواب: ہماری سمجھ میں درود شریف جتنا زیادہ پڑھا جائے مستحب ہے اور عمدہ عبادت ہے، تمام مستحبات میں سے افضل ہے خواہ دلائل الخیرات ہو یا دوسری کتابیں جو درود شریف پر لکھی گئی ہیں۔ ہاں سب سے بہتر درود شریف وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے ثابت ہے۔

درود شریف بھی ثواب سے خالی نہیں ہیں۔ ہمارے بزرگ دلائل الخیرات پڑھتے تھے اور لوگوں کو پڑھنے کا ارشاد فرماتے تھے۔

سوال: کیا چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس زمانہ میں ضروری ہے کہ چاروں اماموں حضرت امام اعظمؒ، حضرت امام شافعیؒ، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ میں سے کسی ایک کی پیروی کرے۔ بلکہ واجب ہے کیونکہ ہم نے اس سے معلوم کیا ہے کہ تقلید چھوڑنے کا انجام بے دینی کے گڑھے میں پھرنے کا ہے۔ اسی لیے ہم اور ہمارے بزرگ اصول اور فروع میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معتقد ہیں۔ خدا ہمیں اسی اعتقاد پر توفیق عطا کرے اور اسی زمرہ میں ہمارا احشر ہو۔ اور ہمارے بزرگوں نے اس بارے میں امام اعظمؒ کے مذہب کی تائید میں بہت مشہور و معروف کتابیں لکھی ہیں۔

اس سوال: کیا صوفیہ کے اشغال میں مشغول ہیں، ان کی بیعت کا ہمارے خیال میں جائز ہے؟ اور کیا تم بزرگوں کے سیونوں سے اور قبروں سے باطنی فیض پہنچنے کے قائل ہو؟ اور کیا بڑے بڑے لوگوں کی رُوحانیت سے فائدہ پہنچتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ انسان جب عقاید درست کو چکے اور ضروری مسائل دین کے معلوم کر چکا ہو تو کسی ایسے پیر سے بیعت کرے جو بیعت میں مضبوط قدم رکھتا ہو۔ دنیا تھوڑی حاصل کرے، آخرت کی تلاش راغب ہو، نفس کی گھاٹیوں کو طے کر چکا ہو، بخت دینے والی باتوں کو مادی اور مثنائی ہو، ہلاک کرنے والی باتوں سے کٹ چکا ہو، کامل ہو اور دوسرے کو بھی کمال تک پہنچانے والا ہو۔ مرید کو چاہیے کہ اس کے آخر میں ہاتھ دے کر اپنی نظر کو اس پر لگائے رکھے۔ صوفیہ کے شاغل اگر دگر میں مشغول ہو۔ ان چیزوں میں پوری طرح نکل حاصل کرے۔

اور سب سے بڑی نعمت یعنی نسبت حاصل کرنے جسے شریعت کی طرف سے احسان کہا گیا ہے۔ لیکن جس شخص کو یہ درجات نصیب نہ ہوں تو اس کے لئے سلسلہ میں داخل ہو جانا بھی مفید ہے کیونکہ ان کی محبت بھی بہت بڑی ہے۔ لیکن بزرگوں کی روحانیت سے فیض حاصل کرنا اور ان کے سینوں سے کی قبروں سے فیض پہنچنا درست ہے۔ جب صحیح طریقہ پر ہو۔ مذاں طریقہ پر جو عوام جاہلوں کا دستور ہے۔

سوال ۱۱: محمد بن عبد الوہاب نجدی مسلمانوں کے مال، ان کے مال، ان کی آبرو و حلال سمجھتا تھا، سب لوگوں کو مشرک سمجھتا تھا کیا تم بھی اس طرح بزرگان دین کو کافر سمجھ کر واجب القتل سمجھتے ہو؟

جواب: اس قسم کے وہابی لوگ ہمارے نزدیک خارجیوں کی قسم سے ہیں شانی نے کہا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیرو نجد سے نکلے اور مذہب کا بہانہ کرتے تھے حرمین شریفین پر غلبہ حاصل کیا وغیرہ۔ علم فقہ، علم تفسیر، تصوف وغیرہ کسی چیز میں بھی یہ وہابی ہمارے استاد نہیں ہیں اور ایک کوئی شخص دین کی ضروریات کا انکار نہ کرے ہم اس کو کافر نہیں کہتے۔

سوال نمبر ۱۰: کیا تم وہابیوں کی طرح خدا تعالیٰ کے لیے جہت اور جہنم مانتے ہو؟

جواب: خداوند تعالیٰ مخلوق کی تمام صفات سے پاک ہیں۔

سوال نمبر ۱۱: کیا تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو افضل سمجھتے ہو؟ کائنات میں؟

جواب: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق سے افضل اور سب سے اعلیٰ ہیں، آپ کے برابر کوئی نہیں بلکہ قرب الہی کے عال مقام میں آپ کے قریب بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

سوال نمبر ۱۲: کیا تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی نبی کا آنا جائز سمجھتے ہو؟

ہمارے دیر بندوں سے کوئی شخص ختم نبوت کا منکر بھی ہے؟

جواب: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سیدنا و مولانا و حبیبنا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ بات قرآن کریم اور متواتر المعنی حدیثوں اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ جو شخص ختم نبوت کا انکار کرے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔ ہمارے سب بزرگوں کا عقیدہ یہی ہے جو شخص اس کے خلاف الزام لگاتا ہے، چھوٹ جاتا ہے۔

وال نمبر ۱۲: کیا تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑے بھائی کے برابر سمجھتے ہو؟ اور کیا یہ مضمون تمہاری کسی کتاب میں ہے؟

جواب: ہم اور ہمارے بزرگوں میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے، اور کوئی ایمان والا بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ جو شخص یہ کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر صرف اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہ کافر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر اتنے زیادہ احسانات اور فضائل ہیں جو کسی مخلوق کے نہیں۔ کوئی شخص ہم پر یہ الزام لگاتا ہے تو چھوٹ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور حدیث شریف میں انبیاء کو قوموں کے بھائی کہا گیا ہے۔

اعبدوا ربکم واکرموا آئنا کہ درواہ احمد مشکوٰۃ ص ۲۸۳) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ انبیاء کا درجہ معاذ اللہ بھائیوں کے برابر ہے۔

سوال نمبر ۱۳: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کیا آپ کو فقط علم شریعت دیا گیا ہے یا ذات و صفات الہی اور افعال الہی اور پوشیدہ اسرار اور حکمتوں کا علم بھی ساری مخلوق سے زیادہ دیا گیا ہے؟

جواب: ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام علم ذات و صفات، علم شریعت، نظری حکمتوں اور سچی حقیقتوں اور خداوند تعالیٰ کے پوشیدہ حیلوں کو ساری مخلوق سے بہت زیادہ جانتے والے ہیں یہاں تک کہ کوئی مخلوق، کوئی مقرب فرشتہ، کوئی رسول یہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کو اولین و آخرین علم دیا گیا ہے۔

لیکن اس سے پہلے تمام کائنات کی مخلوقات اور چھوٹے بڑے کام

جو ہر وقت دنیا میں ہو رہے ہیں یہ بھی سب کے سب آپ جانتے ہیں جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہونے کے باوجود ایک ایسی بات جانتے تھے جس کو بد بدمذہب پروردہ جانتا تھا یہ قصہ سورہ نمل میں موجود ہے۔
سوال نمبر ۱۵: کیا تمہارا بھی یہ عقیدہ ہے کہ ابلیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلقاً بڑا عالم ہے۔

جواب: ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو علوم شان نبوت کے لائق ہیں ان میں آپ سب مخلوق سے زیادہ عالم ہیں، لیکن کوئی چھوٹی بڑی معمولی بات جو حقیر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ کے قابل ہی نہیں اس کا نہ ہونا آپ کے علم کی کمی کا باعث نہیں ہے اور جو شخص اس معمولی چیز کو جانتا ہے وہ بڑا عالم نہیں بن جاتا جیسا کہ بد مذہب اور سلیمان علیہ السلام کا قصہ قرآن کریم میں موجود ہے۔ اور ہمارے ملک کے بعضی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ہر کمینہ اور گندہ چیز کا علم بھی مانتے ہیں۔ مگر چونکہ اس کی کوئی دلیل نہیں اس لیے یہ بات خلاف شان نبوت ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص کسی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑا عالم سمجھے وہ کافر ہے۔

سوال نمبر ۱۶: کیا مولانا اشرف علی تھانوی نے کسی کتاب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو زید، عمر و بکر اور چار پاؤں کے برابر کہا ہے؟

جواب: یہ بھی ایک جھوٹا بہتان ہے۔ کیا کوئی مسلمان ایسی ناپاک بات کہہ سکتا ہے؟ خود مولانا اشرف علی کو حیب بتایا گیا کہ بریلوی لوگ آپ کی عبارت سے یہ مطلب نکال رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ یہ خبیث مضمون تو کبھی میرے خیال میں بھی نہیں آیا۔ تشریح آگے آئے گی۔

سوال نمبر ۱۷: کیا تمہارا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارک کا ذکر کرنا بُرا ہے؟

جواب: کوئی مسلمان بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔ آپ کی ولادت باسعادت، بلکہ آپ

کے مبارک جوتوں کے گرد و خیار اور آپ کی سواری کے گدھے کے پیشاب کا ذکر اور خبیث چیزیں آپ کے ذات مبارک سے ادنیٰ تعلق رکھتی ہیں ان کا ذکر اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔ آپ کے بول برازا اُٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے کا ذکر ثواب ہے۔ ہمارے بزرگ مولانا احمد علی سہارنپوری سے پوچھا گیا کہ میلاد شریف کا ذکر کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش مبارک کا ذکر شریف صحیح روایتوں سے کن ایسے دقتوں میں جو فرض عبارت سے خالی ہوں یعنی فرائض واجبات سے فراغت کے بعد ایسے طریقہ سے جو صحابہؓ کے طریقہ اور تابعین، تبع تابعین کے طریقوں کے مخالفت نہ ہو، اور ایسے اعتقاد سے جو شرک و بدعت سے پاک ہو، ایسے آداب کے ساتھ جو سیرۂ صحابہ کے مخالفت نہ ہوں، ایسی مجلسوں میں جو برائیوں سے پاک ہوں، خیر اور برکت کا باعث ہے، بشرطیکہ صدق نیت اور اخلاص پر مبنی ہو، کیا کوئی مسلمان ایسی چیز کو بُرا کہہ سکتا ہے؟

سوال نمبر ۱۸: کیا تم نے کسی کتاب میں کہا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کھینچا کی جنم اشٹمی جیسا ہے؟

جواب: یہ بھی بہتان اور جھوٹ ہے۔ جب ہم اعلیٰ درجہ کا مستحب سمجھتے ہیں تو ایسا کہنا کس طرح ممکن ہے۔ جس عبارت پر یہ تہمت لگائی گئی ہے وہ عبارت یہ ہے۔

”یہ وجہ ہے کہ رُوح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں قرینیت لائی۔ اس کی تعظیم کو قیام ہے تو یہ بھی محض حماقت ہے۔ کیونکہ ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے سانگ کھینچا کی ولادت کا کرتے ہیں، یا مثل روافض کے شہادت کی نقل کرتے ہیں۔ یہ سانگ بھڑا، اور خود یہ حرکت قبیح قابل لوم و فحش ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ بریلوی حضرات جو قیام کرتے ہیں اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ نعت خوان لوگ اس وقت کا نقشہ کھینچتے ہوئے جب روبرو پاک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی دنیا سے اس جہان میں تشریف لانی تھی یعنی پیدائش مبارک کا بیان کرتے ہوئے لوگوں کو قیام کرنے کے لیے کہتے ہیں یہی گویا کہ حضور پاک اس وقت دنیا میں تشریف لارہے ہیں۔ اس لیے اٹھو۔ یہ بات غلط اور فضول ہے۔ کیونکہ پیدائش مبارک ایک دفعہ ہو چکی۔ روزِ روز ہر میلہ کی محفل میں یہ اعتقاد رکھنا ہندوؤں کے سوانگ کی طرح بڑا عقیدہ ہے۔ ہندو ہر سال کھٹیا کے جنم کا سوانگ بھرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی ذاتِ گرامی سے ہندوؤں والی رسمیں کرنا قبیح ہے مطلب یہ ہے کہ بریلوی ہندوؤں والی رسم کرتے ہیں اور منع کرنے کا حضور کا بے ادب قرار دیتے ہیں حضرت مولانا رشید احمد صاحب توفرائے ہیں کہ یہ نقالی ہندوؤں اور شیعوں کا سوانگ ہے اس لیے بے ادبی ہے۔ دوسری وجہ قیام کی یہ بتاتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں تشریف لائے ہیں۔ ڈاڑھی منڈوں، جوار یوں، بے نماز نعت خوانوں اور مشرکانہ نذر و نیاز کے موقع پر حضور کا تشریف لانا ویسے بھی شایانِ شان نہیں اور عالم الغیب کا عقیدہ رکھنے والوں ہی گمراہی ہے، شرک ہے اب بتائیے آپ کے ذکر ولادت کو بڑا کہا، یا تمہاری ہندوانہ ذہنیت کو؟

سوال نمبر ۱۹: کیا شیخ اجل فاضل علامہ رفیع احمد گنگوہی نے کہیں لکھا ہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے؟

جواب: یہ سفید جھوٹ ہے اور مولوی احمد رضا خاں جو کہتے ہیں کہ ان کے فتویٰ کا نوٹو میرے پاس ہے یہ اس سے بڑھ کر جھوٹ ہے۔ ان کی کسی کتاب کا حوالہ دیں، یا اس بہتان سے تو بہ کریں۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ نقالی قیامت تک نہیں دکھا سکیں گے۔ مولانا کا عقیدہ یہ ہے ذاتِ پاک حق تعالیٰ

پاک اور منزہ ہے اس سے کہ مصفت بہ صفت کذب کیا جائے معلوم اللہ تعالیٰ اس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ کذب کا نہیں ہے یعنی ذرہ بھر جھوٹ نہیں ہے۔ جو شخص حق تعالیٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے تو وہ قطعاً کافر ہے، ملعون ہے اور مخالفِ قرآن و حدیث کا اور اجارہ امت کا ہے، وہ ہرگز مومن نہیں۔ البتہ یہ عقیدہ اہل ایمان سب کا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے فرعون، ہامان، ابولہب کو بہت ہی فرمایا ہے۔ ہرگز ہرگز اس وعدہ کے خلاف نہ کرے گا لیکن اگر جنت دینا چاہے تو عاجز نہیں قادر ہے اگرچہ اپنے اختیار سے ایسا نہ کرے گا۔

فقاری رشید یہ حصہ اول مطبوعہ کراچی ص ۱۷۱

ال نمبر ۲۰: قادیانی جو نبوت اور مسیحیت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے متعلق متذکر کیا خیال ہے؟ ان سب سوالوں کے جواب دو تاکہ لوگوں نے جو شبہات پیدا کیے ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

اب: جب سے مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس وقت سے ہمارے تمام علماء دیوبند اس پر کفر کا فتویٰ دے چکے ہیں۔ (راز محشود)

ناظرین! یہ بیس سوالات وہ ہیں جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے علماء نے حضرات علماء دیوبند کو ان کا عقیدہ معلوم کرنے کو بھیجے تھے۔ یہ اس بات کی بات ہے جب کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بڑی چالاکی سے علماء دیوبند کے متعلق وہاں سے کفر کا فتویٰ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جھوٹا بہتان، پھر عرب کی پاک سرزمین میں جا کر پھر فریب اور دھوکا ان بزرگوں سے جو حرمین شریف میں دین کے خادم ہیں یہ سب ایسی نازیبا حرکتیں ہیں جو عالم دین تو کہاں، ایک ادنیٰ مسلمان بھی ایسی جرات کرنے سے ڈرتا ہے۔ مگر انہوں نے صدافوس کہ معمولی سے طمع دنیا میں آکر اتنا بڑا فراڈ بنایا کہ مسلمان قوم

کو ایک بیسی پریشانی میں ڈال دیا۔ حضرات علماء حرم نوہ فرست سے تیار گئے۔
 خاں صاحب بنی اسرائیل کی نسل سے ہیں۔ یَحْصِي قُوَّةَ الْمُكَلِّمَةِ عَنْ تَوَاتُرِ
 ان کی آبائی میراث ہے۔ اس لیے انہوں نے اتنا تو لکھ دیا کہ اگر یہ باتیں
 دیوبند نے لکھی ہوں تو وہ کافر ہیں ورنہ نہیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب
 یہاں پہنچتے ہی فتویٰ شائع کر دیا، اور عربی کے علماء بعض وجوہات کی
 پر سمجھ گئے کہ یہ شخص جھوٹا تھا ہم سے فریب کر گیا۔ چنانچہ ایک سوالنامہ
 حضرات نے مرتب کر کے علماء دیوبند کو بھیجا جس کے جوابات پہنچے۔
 ان بزرگوں نے تصدیق فرمائی کہ یہ عقیدہ خالص اسلامی ہے اس لیے حضرت
 دیوبند پکے مسلمان ہیں۔ یہ بیس سوال و جواب تقریباً وہی ہیں۔

یہاں پہنچ کر اس بات پر بھی ناظرین غور فرمائیں کہ عقیدہ کسی شخص کا یہی
 ہوتا ہے جس کو وہ بطور عقیدہ بیان کرے۔ کسی شخص کی عبارت سے وہ سہی
 لینا جو مضمون کے ربط اور سیاق کے بھی مخالف ہوں، الفاظ بھی انہیں برباشت
 نہ کریں، اور پھر اسے عقیدہ قرار دینا کس قدر ظلم ہے؟

بریلویوں کی بلیک مارکیٹ

سب سے بڑا جال جس میں اردو عوام لوگوں کو بہت جلد پھانس لیتے ہیں
 چند جھوٹ ہیں، چند بُہتان اور تمہتیں ہیں جو خاص اگر نیزی یکم کے ماتحت بنائی
 اور تیار کی گئیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے سرکاری حکم سنجاتے ہی سب
 سے پہلے حضرت شاہ اسماعیل شہید کو فتویٰ کانش نہ بنایا۔ برسوں تک یہی مشق
 جاری رہی۔ جب کفر کی مشین بے کار ثابت ہوئی اور ملک میں کوئی تحریک نہ
 پیدا ہو سکی تو اکابر دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد
 گنگوہی پر مشق ستم شروع ہوئی۔ ۱۲۶۱ھ میں ایک کتاب الْمُتَعَدِّلُ الْمُسْتَعِدُّ
 کی جس میں ان حضرات کو ختم نبوت کا منکر اور خداوند تعالیٰ کو جھوٹا کہنے والا
 ظاہر کیا۔ مگر چونکہ ان کی فتویٰ بازی رسوائے زمانہ اور بدنام ہو چکی تھی اس لیے

ان کی ہوتا کوئی سٹنے کو بھی تیار نہ تھا۔ حضرت خاں صاحب نے فتوے کا یہ
 دیکھ کر ایک نیا جال بچھایا۔ ۱۲۶۲ھ میں انہی بزرگوں کی عبارتیں تراش
 کر، توڑ مروڑ کر، کچنچ گھیٹ کر ایک فتوے مرتب کیا اور قسمت آزمائی
 کے لیے حج کو روانہ ہوئے۔ حضرات علماء مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو جھوٹے
 اقوال اور منکر کی آہوں سے ایک سخت فریب میں مبتلا کیا۔ خوشامد اور مکاری
 سے کام نکالنا ایک خاص فن ہے اور ان لوگوں کو آتا ہے۔ حجاز میں جا کر
 سب پر دھمکیاں دیا۔ ہندوستان مرتد ہو چکا ہے۔ مرزا قادیانی اور اسی خیال
 کے علماء دیوبند ختم نبوت کا انکار کر رہے ہیں آپ حضرات مدد فرمائیں، ورنہ
 ہزاروں مسلمانوں کا دین و ایمان بگڑ چکا ہے۔ المدد! المدد! اسے دین کے شیروں
 اعدا! الغیث! اسے لشکر محمدی کے شہسوارو!

حضرات علماء دیوبند کی عربی کتابیں اس وقت تک عرب میں نہیں پہنچی تھیں
 اردو زبان سے وہ ناواقف تھے، اس لیے وہ فریب میں آ گئے۔ اکثر نے اس
 طرح فتویٰ دیا کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو وہ لوگ کافر ہیں۔ حج سے واپس آ کر
 بھڑک کی عمارت، یہ جعلی فتوے حسام الحرمین کے نام سے
 شائع کر دیا۔ اس میں شک نہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس
 حال سے ہندوستان کے ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کو حرم کے نام پر اپنے
 ساتھ ملا لیا۔ انگریز بہادر کی خوشنودی کیوں نہ ہوتی، بارگاہ برطانیہ سے
 اہم و اشکھ لمن المقربین کی دل نواز صدا آنے لگی۔ عوام
 کو معلوم ہوا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی شاید اہل علم سے ہیں۔
 حضرات علماء دیوبند نے بھی اپنے اپنے بیانات شائع کرنے کی ضرورت
 محسوس کی۔ چنانچہ السحاب المدرار اور قطع التوہین بطل البنان اسی دور
 کی یادگار ہیں۔ مدینہ منورہ میں چرچا ہوا کہ یہ شخص غلط بیانی کر گیا ہے، اس
 بنا پر حضرات علماء مدینہ منورہ نے پچیس سوالات کا ایک سوال نامہ دیوبند

بھیجا۔ جس کے جوابات ناظرین اسی رسالہ میں عقاید علمائے دیوبند کے حوالے سے
میں مختصراً پڑھ چکے ہیں۔ یہ جوابات موصول ہونے پر علمائے دیوبند
میں غیظ و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ وہی علماء جنہوں نے حضرات علمائے دیوبند
کو کافر کہا تھا اب انگریزی مولوی پر برسے لگے۔ اور بعض نے تو انہیں
الفاظ استعمال کیے "خدا اُس کا منہ کالا کرے" وغیرہ وغیرہ۔
ناظرین! یہ دردناک اور افسوس ناک قصہ جسے ہم نے یہاں
عرص کیا ہے آئندہ صفحات میں غور سے پڑھیں :



تہمت اول

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی طرف سے

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب بانی دارالعلوم دیوبند پر

"ختم نبوت کے منکر تھے" مرزا ائی تھے

اس تہمت کی بنیاد کیا ہے؟

خاں صاحب بریلوی نے حسام الحرمین کے صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت
مولانا محمد قاسم نافوتوی کی کتاب تحذیر الناس کی مختلف جگہ کی لمبی عبارتوں
کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر ایک جگہ لکھ دیئے ہیں، اور اس تراش
خراش میں اصلی مطلب کہیں سے کہیں جا پہنچا ہے۔ دیکھیے بریلویوں کی کارگیری
کتنی ہے :

"اور فرقہ تاسمیہ قاسم نافوتوی کی طرف منسوب جس کی تحذیر الناس
ہے اس نے اپنے رسالے میں کہا ہے :

بلکہ آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی، موجب بھی آپ
کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی
بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدؐ کی میں کچھ فرق نہ آئے گا
عوام کے خیال میں تو رسول اللہؐ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے
کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ خاتم
یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں....."

یہاں پہنچ کر ایک فریاد ہماری جھنجھٹیں لیجئے۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کو

ہم نے ہمیشہ اس خیال پر کہ مسلمانوں کی ایک بھولی بھالی جماعت ان کا مذہب
 رکھتی ہے عزت کی نظر سے دیکھا ہے مگر یہاں پہنچ کر ہم ہر انصاف پسند انسان
 کی عزت اور اہانت اور اخلاق کو اہل کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ عبارت
 بریلویوں کے بزرگ نے یہاں لکھی ہے یہ عبارت اس کتاب میں سرے سے
 موجود ہی نہیں۔ البتہ یہ لفظ موجود ہیں۔ یہ تحذیر الناس کی عبارت نہیں ہے
 بلکہ کئی جگہوں کی مختلف مضامین والی عبارتوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں
 جن کو اپنے مقام، موقع اور محل سے کاٹ کر جگہ چڑا کر ایسی کاریگری سے ایک
 جگہ لکھ دیا ہے کہ پڑھنے والا یہی سمجھے کہ یہ ایک ہی مسلسل اور مربوط عبارت
 ہے درمیان میں کوئی صفحہ یا سطر کا نشان بھی نہیں جس سے اس ٹھگلی کا پتہ چل
 سکے۔ یہ کتنی اندھیر گردی ہے۔ اسی لیے تو ہم نے ان چیزوں کو بلیک مارکیٹ کے
 عنوان سے درج کیا ہے کیا کوئی عبارت "بلکہ" کے لفظ سے شروع ہو سکتی ہے؟
 اس عبارت کا پہلا فقرہ تحذیر الناس کے صراحت سے کاٹا ہے اور اس
 بے دردی سے کاٹا ہے جس طرح زندہ جانور کے جسم سے بوٹی توڑ لی جائے
 درمیانی حصہ ۲۸ سے چرایا اور اس صفائی سے چرایا کہ لوگوں کی آنکھیں نہ
 کرنا چاہتے ہیں۔ آخری حصہ اس کے صراحت سے اٹھایا اور اس شان سے اٹھایا
 کہ اٹھائی گوروں کو مات کر دیا۔

ناظرین! حیران ہونے کی بات نہیں، یہ تینوں فقرے اس ترتیب سے
 کیوں جوڑے گئے، پہلے صراحتاً پھر صراحتاً عبارت اگر نہ رکھی جائے تو
 فتویٰ کیسے تیار ہوتا؟ کیا ایسی کینہ حرکتیں ایک مسلمان، ایک عالم دین کی شان
 ہے؟ یہ دھوکا منڈی، یہ فریب گڑھ شاید مرزا قادیانی نے بھی نہ بنائی ہو۔
 اسے اہل انصاف مسلمانو! تحذیر الناس کھول کر دیکھو اور ادھر حسام الخرمی
 دیکھو۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر یہ عبارت تحذیر الناس میں موجود ہے تو
 قرآن کریم میں یہ مضمون بھی موجود ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام

کے وہ دوزخ میں جائیں گے۔ اور جو کافر ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں
 اور اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد تو یہی ہے کہ ایماندار
 اور جنت میں جائیں گے اور کافر جہنم میں۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب
 نے اب علماء دیوبند کی عبارتوں کو تصاب کے پھرتے سے کاٹنا شروع کیا اور
 اس سے کھٹاڑا مانگ لائے تو اب ترتیب مضمون کا سوال ہی نہیں پیدا
 ہوا اب تو حالت الخطب کی طرح ایندھن کا ڈھیر لگانا مقصود ہے۔ کسی کتاب کا
 یہ لفظ یہاں سے اٹھاؤ، دوسرا وہاں سے جو مطلب برآمد ہوگا اس کو مصنف
 کے لئے لکھاؤ۔ عجیب انصاف ہے۔ "يَا قَوْمِ الْاٰثِنِ مِنْكُمْ رَحِلْ"
 البتہ۔

تحذیر الناس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی
 العلوم دیوبند نے اس کتاب میں مسئلہ ختم نبوت کو جامع اور وسیع علمی معیار پر
 لکھا ہے جس کو ممکن ہے کہ اہل بدعت آج تک سمجھ بھی نہ سکے ہوں۔ آپ فرماتے
 ہیں نبوت کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدس پر ختم ہونا، اس کی دو
 قسمیں ہیں، ختم نبوت زمانی اور ذاتی۔ ختم زمانی کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ
 الصلوٰۃ والسلام کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ آپ کا زمانہ آخری زمانہ ہے
 و بعدہ نام اہل اسلام کا متفقہ ہے۔ اس کو حضرت مولانا نے اسی کتاب میں جا بجا
 واضح فرمایا ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس کے صراحتاً پر فرماتے ہیں۔

مواگر اطلاق اور عموم ہے تب تو نبوت خاتمت زمانی ظاہر ہے اور نہ تسلیم
 عدم خاتمت بدلت التزای ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت
 علی بمنزلہ ہاسون من موسیٰ الذالہ لا نبی بعدی او کما
 قال جو بظاہر بطریق مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں
 وہی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی مستند
 لکھا۔ گو الفاظ مذکور بہ سند متواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر

معنی میں ایسا ہی ہوگا جیسا تو اتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجودیکہ الفاظ حدیث مشعر تو اتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ اس عبارت میں ختم نبوت زمانی کے پانچ دلائل ہیں:

۱۔ خاتم کو زمانی اعداد ذاتی سے مطلق مانا جانے تو خاتمتیت زمانی دلالت مطابح سے ثابت ہوگی۔

۲۔ لفظ خاتم التنبین بطور عموم مجاز دونوں معنوں پر دلالت کرے۔

۳۔ ایک معنی پر خاتم التنبین کا لفظ مطابقتی دلالت کرے دوسرے پر التزامی

۴۔ خاتمتیت زمانی متواتر المعنی حدیثوں سے ثابت ہے۔

۵۔ خاتمتیت زمانی اجماع امت سے ثابت ہے۔

تیسرے یہ نکالاکہ خاتمتیت زمانی کا منکر کافر ہے۔ اتنی وضاحت کے بعد ہر لوگ رضائی اور مرزائی مولانا کو ختم نبوت زمانی کا منکر کہتے ہیں انہیں خرم آلی چاہیئے۔ دوسری عبادت اس سے بھی واضح ہے۔ تھذیرات اس کے صراحت پر فرماتے ہیں

در صورتیکہ زمانہ کو حرکت کہا جائے تو اس سے کوئی مقصود بھی ہوگا

جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے۔ سو حرکت سلسلہ نبوت کے

یہ نقطہ ذات محمدی منتہی ہے۔ یہ نقطہ اس سابق زمانی اور سابق مکانی

کے لیے ایسا ہے جیسا نقطہ اس زاویہ تاکہ اشارہ شناسان حقیقت

کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان، زمین و زمان کو شامل

ہے..... بخلاف حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی

نہی سولہ جو حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

وہ حرکت تبدیل بسکون ہوئی۔ البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور

زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔

آگے چلے صراحت کی جو عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی ہے اس

کے آگے کی عبارت یہ ہے اگر ذرا سی آنکھیں کھولتے تو یہ عبارت نظر آسکتی تھی:

”بلکہ بنا خاتمتیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور تقدیر باب

مذکور (یعنی سبب مدعیان نبوت مرزا قادیانی وغیرہ) خود بخود لازم

آتا ہے اور فضیلت نبوی و بالابرجاتی ہے۔“

نیز مولانا محمد قاسم نے اپنی کتاب مناظرہ عجیبہ میں بھی اس منکر کو واضح فرمایا

ہے۔ شروع میں فرماتے ہیں:

”حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمتیت زمانی تو سب

کے نزدیک مسلم ہے، اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ

اول الملکوتات ہیں۔“

اسی کتاب کے ص ۲۹ پر فرماتے ہیں:

”خاتمتیت زمانی اپنا دین و ایمان ہے۔ ناحق تہمت کا البتہ کچھ علاج

نہیں۔“

ص ۵ پر فرماتے ہیں:

”خاتمتیت زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کیئے کہ منکوں کے یہ

انکار کی گنجائش نہ چھوڑی، انصافیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے

والوں کے پاؤں جمادیئے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے، پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں بھتا۔“

ص ۶ پر فرماتے ہیں:

”اں یہ مسلم ہے کہ خاتمتیت زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔“

ص ۷ پر فرماتے ہیں:

”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال

نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر بھتا ہوں۔“

حضرت مولانا کی سب سے آخری تصنیف ”قبلہ نما“ ہے اس کے

ص ۱ پر فرمایا:

”آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے چونکہ دین حکمانہ خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا وہی شخص سردار ہوگا کیونکہ اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سردار ہوتا ہے۔“

یہ حوالے ایک منصف مزاج و مدد دل رکھنے والے مسلمان کے لیے کافی سے زیادہ ہیں۔ اتنی عبارتوں کی موجودگی میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کا مطالبہ کہ کو یہ دھوکا دینا کہ یہ شخص ختم نبوت کا منکر ہے کس قدر ظلم، بددیانتی اور فریب کاری ہے۔

ہاں تو خاتمیت نہانی کافی واضح ہو چکی۔ خاتمیت مکانی یا ذاتی یا مرتبی ہے جسے کہ اصل اور ذاتی نبی فقط آپ ہیں۔ باقی تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی اور غیر ذاتی ہے۔ عرضی اور ذاتی کے لیے سورج کی مثال لیجئے۔ دنیا میں روشنی کئی قسم کی ہیں، مگر سب کا اصل سورج ہے۔ یہاں تک کہ چاند اور ستارے بھی سورج کی روشنی سے چمکتے ہیں اور سورج کی روشنی خداوند تعالیٰ نے اس کے اندر پیدا کی ہے۔ وہ کسی دوسری چیز سے روشنی حاصل نہیں کرتا، بلکہ سب چیزوں کو روشن کرتا ہے۔ اسی لیے سورج کی روشنی ذاتی ہے اور باقی تمام روشنیاں عرضی اسی طرح نبوت کے تمام کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست عطا ہوئے ہیں اور باقی تمام انبیاء کو آپ کی ذات سے عطا ہوئے ہیں۔ ہر فیض و فضل کی بارش سب سے پہلے آپ پر ہوئی۔ اور آپ کے واسطے سے تمام انبیاء مستفید ہوئے۔ گو تمام انبیاء حقیقتاً نبی ہیں مگر کمالات نبوت میں آپ کا واسطہ ضروری ہے۔

تو اصل وجود آدمی از نخست

دیگر ہر چہ باشد ہمہ فیض تست

ہر نعمت جھولی ہو یا بڑی روحانی ہو یا جسمانی ازل سے ابد تک ساری کائنات ہر حضور کی وساطت سے باذن اللہ تعالیٰ ہو رہی ہے۔ تمام روشنیاں سورج کے

”اسے پیدا ہوتی ہیں مگر سورج کے ارادہ اور اختیار کا اس میں کچھ دخل نہیں رہتا۔“ اس نے اسے نوری بنا دیا۔ یہاں سے شرک والے سوراخ نہ کرنا شروع کر دیں۔

اسی طرح تمام علوی و سفلی عوالم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اور کمال اصل وجود اور اصل نبوت ہے۔ جو ہر چیز زمان اور مکان کی اصل ہو اس کے وقت اور زمانہ کی تقدیم و تاخیر کو معیار فضیلت قرار دینے کی کیا ضرورت باقی رہی۔ یہ ایک صوفیانہ اور محققانہ بحث تھی جس کو جاہل بریلویوں نے بچوں کا مشغلہ قرار دیا۔ شعر مراد رس کہ برود؟

حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کی خاتمیت زمانی تو عام ہے خود مسلم ہے اور خاتمیت ذاتی وہ دراعمالوری منتہائے کمالات ہے جو ان مکان اور زمین و زمان کا اصل الاصول اور سر الاسرار ہے۔

ترتیب بس شگرت دریں جا پیچ ہاں

کو آشنائے عالم جاں پرئیں ایں مقام

بے شک حقیقت محمدیہ جو وقت اور زمانہ کی اصل و بنیاد ہے تقدیم تاخیر بلکہ تمام عوارض جہانی سے بالاتر ہے۔ ایسا بلند و برتر مرتبہ اور مقام ہے کہ اگر بالفرض کوئی بھی آپ کے بعد بھی آجاتا تو یہ مرتبہ بھر بھی آپ ہی کا تھا کیونکہ خاتمیت ذاتی اور مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ تمام درجات کمالات و مراتب آپ کی ذات پر ختم ہیں۔ اب بنی عبارتیں جن کو بگاڑ کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایک کر دکھایا ہے ان کو اصلی صورت میں دیکھیے۔ پہلی عبارت یوں ہے:

”عرض اختتام اگر بایں سنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا

رخامت ذاتی تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص

نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں کوئی

اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی

رہتا ہے۔

بچلا مضمون بتا رہا ہے کہ یہاں خاتیت مرتبی اور ذاتی کا بیان ہے۔
ہے مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے علمائے عرب کو بلکہ سے اگلی مباحثہ
کاٹ کر دکھا دی اور یہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ جو شخص ختم نبوت
سے مضمون پڑھتا آتا ہو اس کو یہاں ذرہ بھر شبہ نہیں پڑھتا بلکہ حضور کی شان
بیان دیکھ کر جھوٹے ملکتے ہیں اور اگر صرف جلی حروت میں کھنٹی ہوئی عبارت
جیسے تو بھی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مرزائی نے لکھی ہے۔

دوسری عبارت جس کی ایک بوٹی تو ذکر علمائے عرب کو دکھا رہے ہیں۔
اصل میں یوں ہے:

”اگر خاتیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت یعنی جیسا کہ
اس بیچمان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقتودہ بالخلق میں مانع نبوی نہیں کہہ
سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ
کی فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ افراد مقتودہ پر بھی آپ کی فضیلت
ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ
علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتیت محمدی میں
کچھ فرق نہ آئے گا۔“

اس عبارت میں مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ کاریگری کی کہ
جتنا حصہ جلی قلم سے لکھا ہوا ہے وہ تو لکھ دیا۔ اور پہلا حصہ جس میں اتصاف
ذاتی کے لفظ میں وہ چھوڑ دیا۔ اب علمائے عرب کی جانیں کہ بھیجے کتنی عداوت
خاں صاحب ہند میں پھینک آئے ہیں۔ ہائے افسوس!۔

دنیا میں رہا دین کا پردہ لے کر
گمراہ کیا نام خدا کا لے کر

غلام یہ کہ ص ۱۱ اور ص ۲۲ کی عبارت میں خاتیت زمانی کا ذکر ہی نہیں ہے
بلکہ آپ کی شان والا شان کا بیان ہے۔ خاں صاحب نے ان عبارتوں کا پہلا
حصہ کاٹ لیا، اور دونوں کو مل کر ایسا پیوستہ کیا کہ ناکے کا نام بھی نہیں مولانا
قاسم العلوم تو یہ فرما رہے ہیں کہ خاتیت زمانی کا تو جھگڑا ہی ختم ہے۔ سب
مسائل تامل ہیں، اب اسی آیت فاقم الثبوت والی ہے اگر خاتیت ذاتی بھی
ہو تو مطلب یہ نکلے گا کہ آپ کے درجہ تک کوئی نبی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر
الفرض آپ کے بعد کوئی نبی بنتا تو وہ بھی آپ کے زیر سایہ ہوتا مگر چونکہ آپ
قائم زمانی بھی ہیں اس لیے ہرگز ہرگز آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو سکتا۔

یہاں بریلویوں کو اعتراض ہے کہ بالفرض کیوں کہ؟ حضرت مولانا نے
”اگر بالفرض کا لفظ لکھا ہے۔ قرآن کریم احد حدیث شریف میں ایسے فرض
اور بالفرض بے شمار ہیں۔ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ قِيُومًا آيَةً (الآیۃ)

ترجمہ: اگر بالفرض زمین و آسمان میں خداوند تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا ہوتا
تو زمین و آسمان خراب ہو جاتے۔

نیز فرماتا ہے:

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ (الآیۃ)

ترجمہ: اگر بالفرض ہمارا سچا رسول کچھ بناوٹی باتیں کرنے لگے تو ہم اس کو
داہنے یا تھکے پکڑیں اور اس کی دگ گردن کاٹ دیں۔

کیا اس فرض میں کچھ واقعی نقصان ہے؟ کیا خداوند تعالیٰ کو حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام پر کچھ بدظنی ہو چلی تھی۔ سہذا اللہ! لیجئے جس لفظ پر آپ مولانا محمد قاسم
کو کافر بنا رہے ہیں، وہی لفظ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ نے بھی لکھا ہے۔

”اگر فرضاً در این امت پیغمبر سے مبعوث ہے شد، سو انی فقہ منور“

مسلے کرو۔ مکتوبات شریف دفتر اقبال ص ۳۷ مکتوب ص ۱۸۸

ترجمہ: اگر بالفرض اس اُست میں کوئی عیب پیدا ہوتا تو فقہ حنفی پر عمل کرتا۔

اب بتائیے حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کو اس فرضی نبی کا مذہب بھی بتا رہے ہیں۔ اب ہم بریلویوں سے پوچھتے ہیں کہ وہی الفاظ جن کی وجہ سے حضرت مولانا قاسم العلوم کو کافر کہا ہے وہی بلکہ اس سے بڑھ کر امام عبداللہ ثانیؒ کے الفاظ ہیں جلدی کیجئے، ان پر فتویٰ لگائیے، ہم منتظر ہیں کہ مشین چلنے کی آواز کب آئے گی۔
حساب الخیرین کی عبارت کا تمہیداً حصہ تحریر اناس کے صلا سے چرایا ہے۔
اصل عبارت یہ ہے :-

”بعد حمد و صلوة کے قبل عرض گزارش یہ جواب ہے کہ اولیٰ معنی خاتم النبیین معلوم کرنا چاہیئے تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو عوام کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ لیکن اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم و تاخیر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“
مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت کا ترجمہ کئے وقت اپنی عادت نہ چھوڑی، عربی میں جو ترجمہ کر کے علمائے حرم کو پیش کیا ہے اس میں بالذات کا لفظ حذف کر دیا۔ لکھتے ہیں :-

”مع انہ لا فضل فیہ اصلاً عند اہل الفہم“

یہ ترجمہ کتنا غلط ہے۔ مولانا قاسم العلوم کا مطلب تو یہ ہے کہ زمانہ نبوت آگے بڑھے ہوئے میں جو فضیلت ہے وہ بالذات نہیں بالفرض ہے۔ انہوں نے بالذات کا لفظ اگر بڑی تنخواہ میں ڈال دیا اور خود اعتراف کرنے والے بن گئے۔ اب ہم بطور خلاصہ لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم دارالعلوم دیوبند کی عبارت میں تیرہ درجہ کے تیرہ وار کیجئے۔

پہلے صلا کی عبارت کا روشن پہلو اڑا کر اس کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔

پھر یہی ظلم صلا کی عبارت پر کیا۔

پھر یہی ظلم صلا کی عبارت پر کیا۔

پھر یہ تینوں کاٹے ہوئے فقرے اس طرح لکھ کر علمائے عرب کے سامنے پیش کیے کہ اب تک کوئی نشان صفحہ اور سطر کا نہیں ہے بلکہ پہلی دونوں عبارتوں میں کیر کا نشان بھی نہیں ہے۔ ایک سلسل عبارت ظاہر کی۔

پہلے صلا پھر صلا ۲ پھر صلا کی عبارت لکھی تب کفر کا فتویٰ لیا، یہ بے ڈھنگی ترتیب بتا رہی ہے کہ کتنے پا پڑ بیلنے پڑے ہوں گے۔

۱۔ عربی بناتے وقت بالذات کا لفظ انگریز کے کھاتے میں ڈال دیا۔

۲۔ اردو عبارت میں پہلے صلا کی عبارت اگر بالفرض سے اگر اڑا دیا۔

۳۔ صلا کی عبارت سے درود شریف کا نشان اڑا دیا۔

۴۔ پھر کا لفظ ہضم کر گئے اس بہانہ سے مفروضیت کو کم کرنا چاہتے ہیں۔

۵۔ صلا کی عبارت سے سو کا لفظ اڑا دیا۔

۶۔ درود شریف کا نشان اڑا دیا۔

۷۔ آپ کا زمانہ سابق انبیاء کے زمانہ کے بعد اتنا فقرہ کھا گئے۔

۸۔ ہوگا۔ یہ لفظ بھی ہضم کر لیا۔

یہ تیرہ جھوٹ کیوں بنائے؟ علمائے حرمین شریف کو دھوکا دینے کے لیے۔

اے پاکر! اس پاک سرزمین میں جس کے متعلق حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

ومن یردد فیہ بالحد بظلم فلقد من عذاب السعیر

ترجمہ: جو شخص مسجد حرام میں ظلم سے شرارت سے ٹیڑھی راہ بنانا چاہے ہم

اسے دوزخ کا عذاب چکھائیں گے۔

کیوں اتنا بہتان اور جھوٹ موٹ افسانہ بنایا؟ تاکہ علمائے عرب علمائے

دیوبند پر کفر کا فتویٰ دینے پر مجبور ہو جائیں۔

کیا ضرورت تھی؟ انگریز کی ٹمک غواری نے مجبور کیا تھا۔

انگریز بہادر نے کیا قدر دانی کی؟ یہ بریلویوں کی تاریخ کے باب میں
یہ ایک قہمت کا بیان ہے۔

اضافہ جوابات "چرلغ ہدایت"

چراغ سنت کا اصلی موضوع غیر اللہ کی نذر و نیاز تھا۔ یہ مسئلہ علماء
اور فقہائے احناف کی محبت اور مشہور کتابوں سے ایسا مضبوط قلعہ بن چکا ہے
کی طرف بریلوی علماء نظر اٹھانے کی جرأت بھی نہ کر سکے۔ رہا "نذر اولیاء" کا
مصنف کو جب علی کو تائبوں کا علم ہوا تو جواب لکھنے کی بجائے المدد یا
بھولی کر، المدد یا رضوان پکارنے لگے اور رسالہ رضوان جو اشک شوق
ایسے اٹھا تو مسئلہ نذر و نیاز کو وہ بھی ہضم کر گیا۔ کیونکہ غیر اللہ کی نذر و نیاز
حرام ہونے پر بحر الائن نے تمام اُمت کا اجماع نقل کیا ہے۔ رضنی فقہ کے تمام
فتاویٰ ان پر برس رہے ہیں۔ شرمندگی کا یہ عالم ہے کہ سر جھکا کر اس
مال کو کھائے جاتے ہیں اور جواب دینے سے عاجز ہیں۔ افسوس کہ چراغ
کے جواب میں مولوی عبد اللہ صاحب کی توقعات پر پانی پھیرتے ہوئے نہ صرف
کے مسئلہ سے رسالہ رضوان بھی پہلو بچا کر نکل گیا اور کوئی مدد نہ دے سکا
رضوان تو صرف وہی فرسودہ کتب استعمال کر رہا ہے جو ان کے پیش رو
نیکساں میں بنا کر حبس سازی سے چلا گئے تھے۔ لیکن مسئلہ نذر و نیاز پر تو نظر بھا
جھا گئے کے سوا آج تک کوئی بریلوی عالم کچھ نہ لکھ سکا۔ اصل میں مشکل یہ ہے
کہ ان کے بزرگ جس راہ پر ان کو ڈال گئے ہیں اس راہ میں علمی تحقیق اور
کا سخت قحط ہے۔ لیکن کھاؤ بیو کی بڑی بھرا رہے۔ اور علمائے حق کو بدنام
کے کچھ ایسے ادھے، نکمے، اسطی اور بودے ہتھیار بریلی سے تیار ان کو ملے
سے عوام تو جال میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن ادبچی سطح کے بریلوی علماء خود جہان

ہیں۔ چنانچہ تحقیقاتی عدالت میں تو بعض قابل ذکر بریلوی علماء نے
کفر کا ترکہ کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا جیسا کہ اخبارات شاہد ہیں
مولانا محمد قاسم نانوتوی پر فتوے بازی تو ہو چکی۔ اب بریلویوں کی ایک
جماعت جس کا مرکز حزب الاحناف ہے صرف اس لیے لکیر پیٹے جا
تے ہیں کہ حضرت نانوتوی سے اگر کفر کا فتوے ہٹ گیا تو حضرت بریلوی کا کفر
بہاں کے۔ چراغ سنت میں آپ مولانا نانوتوی کی دس عبارتیں چڑھ چکے
ہیں جن میں ختم زمانی کا صاف صاف انکار اقرار کیا اور منکر کو صاف نفی میں
آیا۔ لیکن بے چارہ رضوان ان صریح عبارتوں سے آنکھیں بند کر کے
کہتا ہے اور جن عبارتوں میں خاتمیت مرتبی کا ذکر ہے ان کو گول بول
کر بار بار یہی کوشش کرتا ہے کہ وہ ختم زمانی کے منکر ہیں۔ اس بے انصافی
کا ان کا ٹھکانہ ۱۹ اور ایسے جھگڑالو سے فیصلہ کی کیا توقع۔ لیکن ناظرین کی مزید
توجہ کے لیے رضوان کے چند دھوکے اور فریب یا جہالت اور تکفیری کارنامے
درج کیے جاتے ہیں۔ رضوان لکھتا ہے:

سارے تیرہ سو برس سے بھی زیادہ پیشتر سے اب تک کے
تمام اگے پچھے اولیاء و علماء و عوام اہل اسلام کا اس بات پر
اجماع و اتفاق ہے کہ یہ آریہ کریمہ میں خاتم النبیین کے صرف
میں معنی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھے نبی ہیں اور
ہر شخص اس مزدوری دینی معنی کے خلاصہ کوئی اور معنی اس لفظ
کے بتائے وہ ہرگز مسلمان نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے حکم سے
کافر، مرتد، بے دین ہے۔ (چراغ ہدایت ص ۱۷)

رضوان کی خدمت میں عرض ہے کہ "صرف یہی معنی ہیں" کی کوئی دلیل صریح
دہر سے پیش کریں۔ اور ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ ایک دلیل بھی اس پر نہیں
دے سکتے۔ اگر حصر کی کوئی دلیل ہے تو پیش کریں اور ایک تفسیری قاعدہ یاد رکھیں

کہ قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام سے صحیح ثابت بھی ہو جائے تو اس کو برحق مان لینے کے باوجود مفسرین کے دوسرے اقوال بھی اسی آیت کے متعلق مل جاتے ہیں۔ اس کی سینکڑوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں اور دوسرے تفسیری اقوال کو اس مرفوع یا ماثور تفسیر کے خلاف بریلوی جاہلوں کے سوا کس کی مجال ہے۔ آپ کا یہ اصول اگر درست مان لیا تو بڑی بڑی معتبر تفسیر کا دینی ذخیرہ کھزیاں کا مجموعہ قرار پائے گا۔ فقہاء من ذالک۔ اب بتائیے حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے جب ختم زمانی کو تسلیم کیا ہے اور اس کے منکر کو کافر بھی کہہ دیا ہے۔ تو اس کے بعد اگر کلام الہی دوسرا معنی بھی لکھا ہے جو پہلے سے مخالفت نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے سے لازم و ملزوم ہیں جیسا کہ چراغ ہدایت ص ۹۷ پر آپ بھی مان گئے تو آپ اس معنی کو پہلے کے مخالفت کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ آپ ہی بتائیں کہ ختم زمانی اس میں خلافت اور اختلاف کس طرح ہے؟ اگر اختلاف نہیں ہے تو یہ مرتد بے شک کہنے کا شوق! یہ بھی بتائیں کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم مرتبی سے منکر ہیں؟ جہاں تک میرا خیال ہے تمام مسلمانوں کا اجماع عقیدہ ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب سے بلند سب سے آخری اور سب مراتب سے بلند ہے۔ لیکن رضوان میاں آپ کا عقیدہ کیا ہے؟ ختم زمانی کے تو آپ بھی قائل ہیں اور ختم مرتبی کا انکار ضرور کرنا ورنہ مرتد بے دین بن جاؤ گے۔ کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ تم نور سے رہے ہو یہی ہے کہ ختم زمانی اور مرتبی دونوں ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ عقلی نقلی اور کشفی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ کارخانہ قدرت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام وہی ہے جو مادی دنیا کے کشی نظام میں سورج کا مقام ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کے تحذیر ان اس کا موضوع بحث صرف یہی بات ہے کہ اس مسئلہ کو آپ نے علمی تبحر اور خداداد ذہانت سے اپنے رسالہ ابوہریرہ میں غلطیوں میں بیان فرما دیا۔ فرماتے ہیں:

اس میں یہ ہے کہ انما فیہ وجود کمالات وجود مخلوقات کی جانب اگرچہ ذرا خداوندی ہی سے ہوتا ہے مگر یہ شہادت آیت السبجیؒ اولیٰ اور آیت خاتم النبیین چنانچہ تقریرات بالا سے واضح ہو چکا اور یہ شہادت دیگر آیات و تائید حقیقات ارباب مکاشفات وہ سب انما فیہ (فیضان) بواسطہ حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ہوتا ہے جیسے شب کو بواسطہ قمر افاضہ نور آفتاب ہو کرتا ہے۔ (ابوہریرہ میں حصہ دوم ص ۱۲)

یعنی ہر قسم کے کمالات انعامات وغیرہ اللہ کی جناب سے مخلوق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ نبوت یعنی پیغمبری بھی انعامات میں سے ہے اس لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت بھی آپ کے واسطے سے ملی۔ اور چونکہ آپ نبی الانبیاء یعنی تمام نبیوں کے بھی نبی ہیں۔ آپ بالذات نبوت سے محروم نہیں اور دوسرے انبیاء بالعرض۔ آپ کی نبوت دوائی اور قدیمی ہے اور اس کی حادث عرضی۔

اس مسئلہ حقیقت اور پاکیزہ ترین مضمون میں ایضاً ”رضوان“ کو ایک بڑا کفر نظر آتا ہے، فرماتے ہیں:

”مولوی قاسم کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرنے کے بجائے یہ ہونے چاہئیں کہ حضور اکرم ذاتی طور پر مستقل نبی ہیں اور دیگر انبیاء عرضی طور پر نبی ہیں۔ پھر یہ بات بھی خیال میں رہے کہ مولوی قاسم یہاں عرضی اور ذاتی کے معنی یہ نہیں کرتے کہ اور انبیاء کو حضور کے طفیل اور صدقہ سے ملی ہے بلکہ عرضی اور ذاتی کے معنی ان کے ہاں یہ ہیں کہ حضور کی نبوت دائم ہے اور دیگر انبیاء کی عرضی چنانچہ ص ۱۲ پر تحذیر ان میں لکھتے ہیں: علاوہ بریں حدیث کثرت نبیاً و آدم بین النبیین والظہین بھی اسی جانب نشیر ہے کیونکہ فرق

قدیم نبوت و حدوث نبوت باوجود اتحاد نوعی خوب جب ہی چسپاں ہو سکتا ہے کہ ایک جا یہ وصف ذاتی ہو اور دوسری عارضی اور فرقی قدوم و حدوث اور دوام و عروض فہم ہو تو اس حدیث سے ظاہر ہے، یہاں مولوی قاسم نے خود واضح کر دیا کہ حضور موصوف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات اور دیگر انبیاء بالعرض۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور کی نبوت قدیم ہے اور دیگر انبیاء کی عارضی اور گذرانی ہے۔ دایم ہے اور دیگر انبیاء کی عارضی کہ کچھ دن رہ کر فنا ہو جائے گی۔
(چراغ ہدایت ص ۹۲)

ناظرین! اس عبارت میں ایڈیٹر رضوان کی دو چیزوں سے ایک غلط فہمی ہے، یا تو فہمی دشمن ہے جس کی آنکھوں پر تعصب اور تکبر کی پٹی بندھی ہے اور اگر الیہا نہیں تو سخت جاہل ہے۔ بریلوی جماعت میں اگر کوئی اہل علم ہے تو اس نے چراغ ہدایت میں بالذات اور بالعرض کی یہ تشریح دیکھ کر حیرت کیا ہوگا اور ۹۹۹ تو مطمئن ہیں کہ ایڈیٹر رضوان نے چراغ سنت کا جواب لکھا ذرا بریلوی منطق دیکھیے :

”موصوف بالذات وہ ہستی ہے جس کی کوئی صفت خود اپنی ذات سے بغیر کسی کے واسطہ کے حاصل ہوئی ہو۔ اور موصوف بالعرض وہ ہستی ہے جس کی کوئی صفت خود اپنی ذات سے نہیں بلکہ کسی دوسرے کے واسطہ سے حاصل ہوئی ہو۔“ (چراغ ہدایت ص ۸۴)

”انصاف ذاتی بوصف نبوت کے معنی اپنی ذات سے خود بخود نبی ہونا“ (چراغ ہدایت ص ۸۴)

”اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں۔“ (ص ۸۳)
”بالعرض وہ چیز ہے جو عارضی ہو کہ کچھ دن رہ کر فنا ہو جائے گی۔“ (چراغ ہدایت ص ۹۲)

ناظرین! بخدا را انصاف! بلا مبالغہ یہاں پہنچ کر بار بار خیال آیا کہ ایسے علم شخص کا جواب خاموشی کے سوا کیا ہو سکتا ہے، جو شخص منطق کی لغت جانتا نہ واقف ہے۔ وہ حضرت مولانا قاسم العلوم کی ذات پر کفر کا فتوے جمار با۔
یا للعلماء!

ملازمین شرح سلم العلوم ص ۱۱۱ پر فرماتے ہیں: الذاتی فی اللغۃ ما کان موصوفاً بالذات۔ فی الاصطلاح هو ما لیس بعارض۔ ذاتی اصطلاح منطق میں اس وصف کو کہتے ہیں جو عارض نہ ہوئی ہو۔ اس تشریف کی بنا پر انصاف ذاتی بوصف نبوت کے معنی یہ ہوں گے کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کی شان سے آراستہ ہے آپ پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ آپ کے وجود میں آنے ہوں پھر نبوت ملی ہو، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج جلد ۱۱ میں فرماتے ہیں :

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس اروج کی دنیا میں بھی ثابت تھی۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا، میں نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اگرچہ علم الہی میں تمام انبیاء کی نبوت ثابت تھی اور ہونے والی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ملاکہ اور اروج میں ظاہر تھی اور دوسرے انبیاء کی نبوت پردہ میں تھی۔ بلکہ کہتے ہیں کہ آنحضرت کی روح اس جہان میں تمام انبیاء علیہم السلام کی روحوں کی اساذ تھی اور علوم الہیہ کا ان پر فیضان فرما رہی تھی۔ پس آپ اس جہان میں بافضل نبی تھے یعنی آپ کی نبوت ظاہر باہر تھی اور باقی انبیاء کی نبوت صرف اللہ کے علم میں تھی ظاہر نہ تھی۔

شفاء و شریعت میں یہ مضمون یوں ہے :

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی روح مبارک حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو سال پہلے خداوند تعالیٰ کے سامنے ایک نور کی صورت میں تھی یہ نور جب اللہ کی تسبیح بیان کرتا تو تمام فرشتے تسبیح پڑھتے تھے (ص ۱۶۱)
 رضوان میاں اب سمجھ چکے ہوں گے کہ انصاف ذاتی کا معنی یہ ہے کہ ذات پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ آپ بالفعل نبی نہ ہوں پھر نبوت آپ پر عارض ہوئی ہو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے ہیں بالفعل نبی ہیں۔
 عارض کا لفظ کھتے ڈراتا ہے کہ عارض کا معنی عارضی نہ سمجھ لیا جائے بلکہ بریلوی منطق اور بریلوی علیت میں تک پہنچتی ہے۔ ہمارے تصور کے ایک عالم میں ایک بریلوی عالم نے نفسیات کا معنی نفسانیت سمجھا تھا۔

شرح مطالع میں ذاتی اور عرضی کے بہت سے معنی لکھے ہیں جن میں صرف دو لکھے جاتے ہیں :

الخاص ان يكون دائم الثبوت للموضوع وما لا يبدل
 العرضي - السادس ان يحصل لموضوعه بلا واسطه
 مقابله العرضي۔

ترجمہ : ذاتی اور عرضی کا پانچواں معنی وہ ہے کہ جو چیز اپنے موضوع کے لیے ہمیشہ ثابت ہو وہ ذاتی ہے اور جو چیز دوامی نہ ہو وہ عرضی ہے۔ چنانچہ یہ ہے کہ جو چیز موضوع کو بلا واسطہ ہو وہ ذاتی ہے اور جو کسی واسطہ سے حاصل ہو وہ عرضی ہے۔

دیکھو رضوان میاں : ذاتی عرضی کے معنی اچھی طرح سمجھ لو اور کسی کو کاغذ کے پہلے کچھ پڑھ لو۔ اب پوری طرح یہ بات ثابت ہو چکی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی بالذات ہیں اس لیے کہ نبوت آپ پر عارض نہیں ہوئی اور اس لیے کہ سب سے پہلے آپ کو نبوت ملی اور دوسرے انبیاء کو بعد میں ملی۔ دوامی نہ دائمی نبوت بھی نہ آپ کی ہے کیونکہ دوام کے معنی ہیں کسی چیز کا تمام اوقات

میں موجود رہنا۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیاء علیہم السلام سے بہت پہلے نبوت مل چکی ہے اس لیے دوام بھی آپ کی نبوت کو حاصل ہے اور کسی کی کو حاصل نہیں۔

اور بقول رضوان جس کو جو نبوت ملی وہ حضور کے وسیلہ اور واسطہ سے

مل ہے۔ (چراغ ہدایت ص ۱۸)

چونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو نبوت آپ کے واسطہ سے ملی ہے اور آپ کو کسی واسطہ سے نہیں ملی اس لیے آپ کو نبوت ذاتی حاصل ہے اور دوسروں کی عرضی۔

نوٹ : حضرت مولانا قاسم کے ارشاد میں تدوم و حدوث سے مراد قدم افنائی ہے نہ کہ حقیقی مطلب یہ کہ آپ کی نبوت بہ نسبت دوسرے انبیاء کے قدیم ہے۔ ایڈیٹر رضوان کو اللہ ہدایت دے کہ عرضی کے معنی عارضی لکھتا ہے اور ذاتی کے معنی خود بخود۔ بچارہ ان اصطلاحات کو درجہ ارکد کے محاورات سمجھا، جیسا کہ مثال مشہور ہے کسی منطقی نے اپنی زوجہ کو خط لکھتے وقت دائرہ مطلقہ کا لفظ استعمال کیا۔ وہ یہ سمجھی کہ مجھے ہمیشہ کے لیے طلاق دے دی ہے۔ کسی مولوی کے پاس فتویٰ لیے گئی۔ شاید وہ مولوی بچارہ حزب الاحناف کا سند یافتہ تھا اس نے فتویٰ دے دیا کہ تجھ کو دائمی طلاق ہو گئی ہے۔

بریلوی منطق میں ذاتی نبوت کے کیا عجیب معنی تیار ہوئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات سے خود بخود نبوت حاصل ہے۔ اللہ نے نہیں بخشی اور عرضی کا معنی یہ ہے کہ عارضی ہے ایک دن ختم ہو جائے گی۔

حضرت خیال فرمائیں کہ ضاحک انسان کے لیے اور ماضی حیوان کے لیے عرضی ہے تو آپ کے نزدیک اس کے معنی یہی ہوں گے کہ نوع انسان کا انسان اور حیوان کا چلنا ایک دن ختم ہو جائے گا۔ افسوس !

ناظرین! یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایڈیٹر رضوان ذاقی اور عرضی کا عام فہم لفظ نہ سمجھنے کی وجہ سے اس جگہ مولانا قاسم پر کفر کا فتوے دیتا ہے لکھتا ہے "بس یہ ہیں وہ سنے معنی جو کسی مفسر نے نہیں کیے اور یہ معنی بجائے خود کفر ہے" (جہانِ ہدایت ص ۹۲)

نیز یہ کہنا کہ نبوت تمام انبیاء کو آپ کے واسطے سے جلی ہے کفر ہے نیز لکھتا ہے:

"مضمون کے لیے وصف نبوت اصلی ماننا اور سب کے لیے عارضی ماننا یقیناً گمراہی ہے۔ کیونکہ اس طرح سے ہر نبی مستقل طور پر نبی نہیں رہتا" (جہانِ ہدایت ص ۸۸)

ناظرین! یہ جاہل عارضی کے لفظ برابر ایسا مطمئن ہے کہ ہر جگہ عرضی کے معنی عارضی سمجھتا ہے۔ اچھا تو یہ نیا کفر جسے مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایجاد کیا تھا۔ آئیے سب سے پہلے ان پر ہی چپکا دیں۔ مجدد بریلوی اپنے رسالہ حبزاء اللہ ص ۲۰ کے ص ۲۱ پر لکھتے ہیں:

"اور خصوصاً متواترہ ادبیاء کرام و ائمہ عظام و علمائے اعلام سے مبراہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جمائی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی، روزِ ازل سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے اب تک، مومن یا کافر، مطہر یا فاجر، فرشتہ یا انسان، جن یا سجدان بلکہ تمام ماسوائے اللہ میں جسے جو کچھ ملی ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہی کے صبا ئے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے، یا کھلے گی۔ انہی کے ہاتھوں پر کئی، مٹی ہے اور بٹے گی۔ یہ ہر الوجود اور اصل الوجود ہیں۔" الخ

اس عبارت میں مولوی احمد رضا خاں صاحب خاتیت مرتبی کا مفہوم بیان کر رہے ہیں، یعنی تمام ظاہری، باطنی، روحانی، جمائی نعمتیں جن میں نبوت بھی شامل ہے

آپ کے ہاتھ سے آپ کے واسطے سے ملی ہیں۔ اور حسب اصل الوجود مان لیا تو تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام مخلوق کے وجود بھی آپ کے فروغ میں اور آپ اصل ہیں۔

رضوان کا دعویٰ ہے کہ مولانا قاسم نالوثی سے پہلے ذاتی اور اصلی کا لفظ کسی نے نہیں لکھا تھا اس لیے مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات کا ایک حوالہ ملاحظہ ہو،

قال الشيخ ابو عثمان الفخري فلكم يكن داع حقيقي من الا بتداء الى الاستهزاء الالهى لا الحقيقة الاحمدية

السنی - الخ

ترجمہ: شیخ ابو عثمان فرخانی نے فرمایا ابتداء سے انتہاء تک حقیقی نبی کو ملی نہیں

بغیر حقیقت احمدیہ کے جو تمام انبیاء کا اصل ہے اور سارے انبیاء اس

حقیقت کے اجزاء اور تفصیلات کے درجہ میں ہیں، اس لیے وہ تمام انبیاء علیہم

السلام بحیثیت جز اپنے کل کے خلیفہ ہونے کے طور پر آپ کے بعض اجزاء

کو دعوت دیتے رہے اور آپ کی دعوت کا درجہ یہ ہے کہ کل اپنے جمع اجزاء

کو اپنی کلیت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ وَمَا ارْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً

لِلنَّاسِ میں اس معنوں کا اشارہ موجود ہے۔ سارے انبیاء اور رسول اور

ان کی تمام امتیں اور سب اگلے پچھلے کافۃ للناس کے لفظ میں داخل ہیں۔

آپ اصل نبی ہیں اور تمام انبیاء اور رسول آپ کے تابع ہو کر مخلوق کو حق

کی طرف دعوت دیتے تھے اور سب کے سب آپ کے نائب اور خلیفہ تھے

اور قصیدہ بردہ میں یوں ہے:

جنتے معجز سے انبیاء علیہم السلام نے کر آئے آپ کے نور سے ہی ان کو ملے

بے شک آپ بزرگی کے آفتاب ہیں اور باقی انبیاء بزرگی کے ستارے ہیں، ہوائیں ہیں

میں لوگوں کے سامنے آفتاب کی روشنیاں ظاہر کرتے رہے۔

(نوٹ: وضاحت کے لیے دیکھو فتوحات مکتبہ بانپا۔ (مطالع المسرات ص ۱۸) اشرف اسماء دلیغ)

ناظرین! یہ کتاب اتنی معتبر ہے کہ فتاویٰ ثنائی بحث در رد شریف میں اس کو سند

قرار دیتا ہے۔ اس عبارت میں بتلایا گیا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم حقیقی نبی ہیں۔ تمام انبیاء کا اصل میں اور کُل میں۔ تمام انبیاء آپ کے اجزا اور تفصیل کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپ کے خلیفہ اور نائب ہیں۔

فرمائیے رضوان صاحب! کیا فتویٰ دیں گے آپ علامہ فارسیؒ پر، یہ تو مولانا کا نام سے بہت آگے بڑھ کر بول رہے ہیں۔ اس عبارت میں تمام انبیاء علیہم السلام کے استقلال پر زور نہیں پڑتی تو وہاں یہ خطرہ کیسے پیدا ہو گیا؟

داعی کے لفظ سے بھی رضوان شاید یہ سمجھ کر بے ادبی ہے۔ حضرت مولانا ابوالکلام نے اہمال میں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں لفظ مصلح استعمال کیا ہے جس پر رضوان نے شور مچا دیا کہ ان کی نبوت کا انکار ہے۔ خدا کے بند سے تمام انبیاء علیہم السلام کو مصلحین کہا جاتا ہے۔ اور ہارون علیہ السلام کے حق میں خاص و اخص قرآن میں موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلح اعظم ہونا مسلم ہے۔ ”وَلَقَدْ مَكَّنَّاكَ“ کا مطلق کیا کرو لفظ اصلاح کا معنی معلوم ہو۔ اور قرآن مجید تو انبیاء کے حق میں صراحہ کا لفظ بھی استعمال کرتا ہے۔ اگر صراحہ کتنا نبوت کا انکار نہیں تو مصلح کتنا کس طرح انکار ہے۔ دیکھو چراغ ہدایت ص ۲۰ عقل اور انصاف کی ہمت ضرورت ہے۔

ذاتی نبی اور بھی الانبیاء کی مزید تحقیق کے لیے دیکھو بندہ کا رسالہ ”الْفَلَوُةُ وَالْإِسْلَامُ“ بحث دوم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کے بعد رضوان نے چند اصول لکھے ہیں۔ دیکھو چراغ ہدایت ص ۲۰۔

(۱) کا جواب گزر چکا ہے۔

(۲) رضوان یہاں پھر اسی بریلوی ذہنیت پر اتر آیا کہ خاقیت زمانی اور مرتبی کا فرق کیجئے بغیر مطلق خاقیت کا مغالطہ دے رہا ہے۔ حمام الحرمین میں بالائے بریلویت نے جو طرز استدلال قائم کی ہے وہ یہی ہے۔ اب جو مطالعہ لکرات کے حوالہ سے خاقیت مرتبی ثابت ہو چکی ہے۔ دیکھیں رضوان کہ دھریا لگتا ہے!

۱۔ ہر نبی مستقل نبی ہے۔ سب کو نبوت بلکہ ہر نعمت خداوند تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ نبوت تمام انبیاء پر برابر صادق آتی ہے۔ ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے۔ تحذیر اناس کی جو عبارت آپ نے چراغ ہدایت ص ۹۲ پر لکھی ہے اس میں اتحاد نوعی کا لفظ اس کی صریح دلیل ہے۔ کیونکہ ایک نوع کے تمام افراد میں حقیقت متحدہ پائی جاتی ہے۔ نکل و عکس کے الفاظ سے اگر استقلال کی نفی ہو جاتی ہے تو کلیت اور جزئیات نبی حقیقی و غیر حقیقی نائب اور خلیفہ کے الفاظ جو علامہ فارسیؒ نے لکھے ہیں ان کے متعلق کیا رائے ہے!

۲۔ نبوت کی قسمیں کس نے کی ہیں؟ آپ کی ہوش قائم نہیں، حضرت مولانا قاسم نے انصاف کو ذاتی اور عرضی کہا ہے۔ موصوف بالذات اور بالعرض یا انصاف ذاتی و غیرہ الفاظ اگر سمجھ میں نہیں آئے تو مولانا دیدار علی صاحب کی قبر پر مراقبہ فرمائیں۔ سنا ہے وہ بڑے علامہ تھے۔ مدرسہ نعمانیہ والوں نے ایک دفعہ بھول کر انہیں صدر مدرس بنا دیا تھا کسی چٹان طالب علم نے حدیث کا سبق پڑھتے ہوئے پوچھ لیا حَسْبُكَ بُنِیْمُ کیا صیغہ ہے؟ آپ کو صیغہ تَوْنُ آ یا اٹھ کر گھر آ گئے اور یہ بالذات بالعرض کا لفظ تو ایسا تیرٹھا ہے کہ بریلی سے چل کر لاہور تک مسموم بن گیا ہے۔ مجدد بریلوی مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جب تحذیر اناس کی عبارت رگراہل فہم جانتے ہیں کہ تقدیم و تاخیر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں (کا ترجمہ عربی میں کر کے حرمین شریفین کے علماء کے پاس بھیجا تو کمال بددیانتی سے بالذات کا لفظ کھا ہی گئے یا سمجھ نہ سکے اور ترجمہ عربی میں یوں کیا:

مَعَ أَنَّهُ لَا فَضْلَ فِيهِ أَصْلًا عِندَ أَهْلِ الْفُضُو۔

دیکھو ترجمہ کرتے وقت بالذات کا لفظ گا کہ شریف میں ڈال دیا۔ حالانکہ بالذات عربی لفظ ہے اور یہاں اس کی شہید ضرورت ہے۔ کیونکہ بالذات کی نفی

کرواں لکھیں۔ پھر جب موزم ہی باطل نہیں تو لازم کیسے باطل ہو گیا؟ بالکل اس
 بالظمن یعنی بظمن محال اگر کوئی دوسرا نبی دنیا میں پیدا ہو جائے تو آپ کا
 مرتبہ پھر بھی قائم ہے اور چونکہ خاقیت زمانی بھی اس کو لازم ہے اس لیے
 ہے کہ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو۔ خوب سمجھ لیں قریش کام آئے گا۔ بالظمن کے
 متعلق جتنی مثالیں ہیں وہ اب خاقیت مرتبہ ثابت ہونے کے بعد صحیح ثابت
 گئی ہیں۔ لیکن اگر مثبت مثال ہی درکار ہو تو حاضر ہے۔

لو کان بعدی نسباً لکان عمر (حدیث)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی
 تو حضرت عمرؓ ہوتا۔



تہمت دوم

حضرت قطب الرشاد مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر

مولوی احمد رضا خاں بریلوی حاتم الحرمین ص ۱۲۰، ۱۲۱ پر لکھتے ہیں:-

”ایک فتویٰ مولانا رشید احمد گنگوہی کے دستخط اور مہر والا میں نے

اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو بیسی وغیرہ میں بار بار معہ رد کے چھپا

اس میں صاف لکھ گیا کہ جو شخص اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالفعل جھوٹانے

تو اسے کافر کجاً فاسق بھی نہ کہنا چاہیے؟

یہ ہے تہمت کا خلاصہ مضمون۔ پچھلی تہمت میں آپ بڑھ چکے ہیں کہ مولوی

احمد رضا خاں صاحب نے حضرت مولانا قاسم العلوم کو کافر بنوانے کے لیے تیرہ ہتھان

بٹائے۔ اب یہاں ایک اور بزرگی دیکھیے: ع

خود کوزہ و خود کوزہ گود خود گل کوزہ

آپ ہی ایک فتوے لکھا اور اس پر مولانا رشید احمد کا نام لگا دیا اور خود

اس پر کفر کا فتویٰ اور رد لکھ کر شائع کر دیا۔ فرماتے ہیں:-

”بار بار معہ رد کے چھپا“

یہ تردید اور رد لکھنے والے جو غیر سے آپ خود ہیں تو پھر:- ع

جو چاہے آپ کا حق کر ستم ساز کرے

فرماتے ہیں:-

”یہ فتویٰ لکھا ہوا میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔“

بجائے! جب لکھ کر سامنے رکھا ہوگا تو دیکھا بھی ہوگا۔ حضرت علمائے

دیوبند کے عقاید دھکے چھپے نہیں ہیں۔ قلمی فتوؤں کا سہارا لینے کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟ فتاویٰ رشیدیہ تین جلدوں میں چھپا ہوا موجود ہے۔ اس میں صاف لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے وہ کافر ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ: یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

جو ایسی بے بنیاد، خود ساختہ تہمتوں کو پر میں لانے کی جرأت بھی کرتے ہیں اور گلی کو چہرے میں خالص جھوٹ کا پردہ پگینڈا کرتے ہیں۔ ان کا جواب ہمارے پاس صرف یہی ہے:

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَمْ



تہمت سوم

حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری

شیطان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

بڑا عالم مانتے تھے معاذ اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا علم شیطان سے گھٹایا

پہلے چند اصول اچھی طرح سمجھ لیں:

علم کی دو قسمیں ہیں۔ اور یہ تقسیم بریلویوں کو بھی مستعمل ہے۔ کتاب خالص الاعتقاد ص ۲۵ اور ص ۳۲ میں یہ تقسیم موجود ہے:

۱۔ علم ذاتی اور دوسری عطائی

علم ذاتی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا اندہ ہو۔ عطائی جو عطا ہو۔

علم ذاتی صرف خداوند تعالیٰ کے لیے ہے۔ علم عطائی درجہ بدرجہ سب کے لیے ہے، اگر کوئی شخص کسی نبی، یا ولی، یا فرشتہ کے لیے علم ذاتی ثابت کرے تو مشرک ہوگا۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب ملفوظات حصہ سوم ص ۳۱ مطبوعہ بریلی میں

کہا ہے:

علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو

یعنی علم غیب، غیب کا علم، تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔

کے حالات، بود و باش اور زندگی کے اصول، سمندر کی مچھلیوں کی تعداد، حرکت، خوراک کی مقدار وغیرہ۔ ان چیزوں کو علم دین سے کوئی تعلق اصل گھٹیا درجے کے اور ادنیٰ درجے کے علوم ہیں، ان کو علم نہیں

پانچواں اصول

علم میں جس علم کی تعریف کی گئی ہے وہ فقط علم دین ہے۔ انسان کمال ہے۔ انگریزی یا دوسری زبانیں، جادو یا شاعری حقیقتاً علم نہیں ہیں۔ مگر انی رحمتہ اللہ علیہ شرح صحیح بخاری باب العلم میں فرماتے ہیں:-

العلم لا یطلق الا علی علم الشریعة الخ

علم شرعیت کو کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے دینیات کو سے تو فقط اہل تعبیر و حدیث و فقہ پر خرچ ہوگی۔

چھٹا اصول

علم انسان کے لیے باعث کمال نہیں اور جن کو حاصل کرنے کا ضروری حکم نہیں ہے۔ جانوروں کے حالات، سمندروں اور جنگلوں کے حالات، ہر شخص کے گھر میں ان علموں میں ایک معمولی آدمی ایک بزرگ سے زیادہ واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ علم میں کمال حاصل کرنا نبی کے لیے ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت امام غزالیؒ نے مکتوب ہفتم دفتر دوم میں فرماتے ہیں:

ہر عالم و حجام باعتبار صنعت خود بر عالم ذو ثنون فضیلت دارد کہ از خبر اعتبار حافظ است

اہل ہر جہلا یا اور حجام اپنے کاروبار کے اعتبار سے ہر بہت بڑے عالم پر فضیلت ہے۔ یہ فضیلت قابل اعتبار نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ جولاہے کو اپنے کام کی واقفیت

اس کی تشریح حاشیہ کتاب پر میر سید شریفؒ نے کر دی ہے۔ حق ہے۔ کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی نہیں ہے۔ یہ نکتہ ناظرین یاد رکھیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ برہان قاطعہ میں گمراہ کرنے کا علم عطائی ثابت کیا گیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کیا گیا ہے کیونکہ ہر ذرہ کا علم ہونا اور محفل میلاد جہاں جہاں ہوا کا تشریف لے جانا کسی آیت یا حدیث سے ثابت نہیں۔ اس لیے ہر چیز کا علم نہیں ہے وہ ذاتی ہوگی اور علم ذاتی کسی مخلوق کے لیے ماننا کفر ہے۔

دوسرا اصول

کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق خداوند تعالیٰ کے معلومات بے انتہا ہیں اور مخلوق کی کوئی صفت بے انتہا نہیں اس لیے کہا جائے گا کہ علم ہر ذرہ کا بھی علم محیط نہیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے الدولۃ المملکیۃ کے مضمون بیان کیا ہے۔

تیسرا اصول

عقیدہ قائم کرنے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور انکار کے لیے دلیل کا نہ ہونا کافی ہے۔ فاضل بریلوی نے یہ بات بھی ابنا و المصطلح میں کی ہے۔

چوتھا اصول

معلومات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو دین سے تعلق رکھتے ہوں اور دوسرے دنیاوی۔ جیسے زید عمر، بکر کے عام حالات اور واقعات ان میں

کی وجہ سے عالم دین پر کچھ فضیلت نہیں ہے۔ اسی طرح شیعوں کی کچھ بھی اپنے فقرہ کاموں کی وادعت انبیاء پر فضیلت کا باعث نہیں ہے۔ امام رازی تفسیر کبیر ص ۲۹۵ جلد ۵ میں فرماتے ہیں :
 "مجرد ان یکون غیر اللقی فوقی السقی فی علم
 لا تتدفع نبوتہ علیہا۔"

ترجمہ : جائز ہے کہ جو شخص نبی نہیں وہ نبی سے بڑھ جائے ایسے شخص جن پر نبوت موقوف نہیں ہے۔

ساتواں اصول

جو باتیں دین سے تعلق نہیں رکھتیں ان کے نہ جاننے سے انبیاء اور ائمہ کی شان میں کچھ کمی نہیں آتی، نہ ان کے کمال میں کچھ فرق آتا ہے بلکہ ایسا کلام رادائقہ ہے۔ علامہ قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں :
 "وہ علوم ہیں کا تعلق دنیوی باتوں سے جو ان میں سے بعض کو انبیاء اور بعض کو علماء واقعہ جاننے سے انبیاء کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے ایسی باتیں کہ انبیاء کو بعض دنیوی باتوں کا علم نہ ہو اور بعض دنیوی مسائل سے نیک سمجھ میں آئیں ؟
 اگے فرماتے ہیں :

"اور یہ بات ان کے لیے عیب نہیں کیونکہ ان کی توجہ آخرت اور اس کی خبروں، شریعت اور اس کے قوانین سے وابستہ ہے اور دنیا کا کام اس کے برعکس ہے۔ لیکن دنیا والے ظاہری زندگی کو ہی جانتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں ؟ لا اس لیے دنیوی مسامحات کی پہچان دنیا والوں کو ہی زیادہ ہو سکتی ہے) دشتا شریف ص ۲۵
 یہ کتاب اہل بدعت کے نزدیک بہت معتبر ہے۔ تقریباً ہر مخطوط میں اس کا

میں علامہ قاضی عیاض کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو کامل محبت ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مگر اہل علم بات حق کی کہتے ہیں۔ ص ۳۰۲ پر اس مضمون کو اور بھی واضح فرمایا ہے۔

آٹھواں اصول

اگر بعض جزئی واقعات کا علم کسی ادنیٰ درجے والے کو ہو اور اعلیٰ کو نہ ہو یا کسی اعلیٰ کو ہو اور نبی کو نہ ہو تو اس وجہ سے وہ ادنیٰ اعلیٰ سے افضل اور بڑا عالم نہیں بن جاتا۔ افضل اور عالم ہونے کا دار و مدار دینی علوم میں اور دینی علوم میں انبیاء کے کون بڑھ سکتا ہے ؟ پھر حضور سرور کائنات سے بڑا عالم کون ہو۔

نواں اصول

قرآن کریم، حدیث شریف میں ایسی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ میں کئی دنیاوی واقعات ایسے گزرے ہیں جن کی اطلاع دوسرے لوگوں کو ہو گئی کیونکہ وہ واقعہ ان سے متعلق تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی تو پوچھنے کی ضرورت پڑی، یا قرآن نازل ہوا مثلاً صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر میں ایک روایت ہے کہ آپ نے زید بن ارقم کو کسی واقعہ میں مقرر فرما دیا مگر سورۃ منافقوں کی آیات نے انہیں سچا ثابت کیا۔ سورۃ توبہ میں ہے بعض لوگ جو تمہارے ارد گرد بدوی رہتے ہیں منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ سرکش منافق ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ دیکھیے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقوں کا علم نہیں ہے مگر خود ان منافقوں کو تو اپنا حال معلوم ہے۔

قرآن کریم کی رو سے شعر آپ کے شایان شان نہیں اور آپ کے علاوہ کافر مسلمان شاعر موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ بعض گھٹیا چیزیں بھی شان رسالت سے متعلق

نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کو معلوم نہ ہو اور دوسرے شخص کو معلوم ہوں۔ صحیح مسلم ابو داؤد و ترمذی میں ہے کہ ایک حبشی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہ پایا تو دریافت کیا کہ وہ کون ہے؟ عرض کیا گیا اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ فرمایا تم مجھے اطلاع کیوں نہ دینے؟ پھر فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ۔ چنانچہ آپ نے اس کی قبر پر جا کر نماز پڑھائی۔ اگر ہر واقعہ جو دنیا میں گزر رہا ہے اس کی آپ کو خبر ہوتی تو اللہ تعالیٰ دینے کی شکایت کیوں فرماتے؟ قبر کا پتہ کیوں فرماتے؟ نیز سنن نسائی میں زید بن ثابت صحابی سے مروی ہے کہ آپ نے ایک نئی قبر دیکھ کر فرمایا ماہی کا یہ کیا ہے؟ یعنی کس کی قبر ہے؟ صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ اُحُد میں دو غمیدوں کو ایک قبر میں رکھتے وقت پوچھتے، ان دونوں میں سے زیادہ قرآن سیکھنے والا کون ہے؟ جب بتایا جاتا تو اسے پہلے اُتارتے۔

مسند امام احمد اور ہزار میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں آپ کی خدمت میں پنیر پیش کیا گیا۔ فرمایا یہ کہاں کا بنا ہوا ہے؟ عرض کیا گیا فارس کا بنا ہوا ہے۔

ابو داؤد اور جامع ترمذی میں ابیض بن جمال سے مروی ہے کہ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ مقام مارب میں جو نمکین پانی کا چشمہ ہے وہ ہم کو عطا فرمایا جائے۔ درخواست منظور ہو گئی۔ جب وہ چلے تو ایک شخص نے عرض کی کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے ان کو کیا دے دیا؟ آپ نے ان کو ایسا پانی دے دیا جو آسانی سے نمک بن سکتا ہے۔ یہ بات معلوم فرما کر آپ نے اس صحابی سے وہ پانی کا چشمہ واپس کر لیا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ بیت الخلاء تشریف لے گئے اور میں نے آپ کے لیے پانی کا

پانی رکھ دیا۔ جب باہر تشریف لائے تو فرمایا پانی کا برتن کس نے رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے رکھا ہے۔ خوش ہو کر دین میں کچھ کی دعا دی۔

ابو داؤد و ترمذی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں بخاری میں مبتلا تھا اور مسجد میں پڑا تھا کہ آپ نے آکر پوچھا کسی نے دو سی جوان یعنی ابو ہریرہؓ کو کہا ہو؟ میں دفعہ پوچھا۔ ایک شخص نے عرض کیا حضورؐ وہ یہ ہیں، بخاری میں ہے۔ مسجد کے ایک کونے میں پڑے ہیں۔ پس آپ میری طرف چلے اور قریب آ کر اپنا ہاتھ مبارک مجھ پر رکھ دیا۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں عبدالرحمن ابن الاثیر سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے سال جب کہ میں نوجوان تھا میں نے دیکھا کہ آپ لوگوں سے خالد بن ولید کا گھر میں سے نکلے۔

ماظن میں! ایسی مثالیں قرآن کریم اور حدیث شریف میں ہزاروں ہیں۔ آپ بوقت ضرورت لوگوں سے دنیاوی باتیں پوچھ لیتے تھے۔ تم کون ہو؟ کیا نام ہے؟ کیا ہے؟ فلاں شخص کا گھر کدھر ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ بریلوی نے کہا کہ جو آپ کو ہرزہ کا عالم قرار دیتے ہیں تو یہ پوچھ پانچھ کیوں ہے؟

ماظن میں! یہ تو اصول مسئلہ اور نہایت مفید ہیں۔ بہت سے اختلافی مسائل

میں آگئے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں اصل بات تک پہنچیں۔ مولوی عبدالحق صاحب رامپوری کی یہ گستاخی ہماری نظر میں ہرگز قابل معافی نہیں۔ مثال میں کچھ نہایت اہم مسائل چاہیے۔ تو یہ تو بہ حضور پاکؐ کا علم شیطان کے علم سے ثابت کر رہے ہیں۔ یہ بات سوچا کہ شرعی مسائل ایسے جہد سے اور ناقص قیاسات سے پاک ہیں۔ ان تو قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس ان کے سوا کوئی چیز ایک جو کی قیمت رکھتی۔ ان گزشتہ صفحات میں یہ بات گزر چکی ہے۔ مسئلہ دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت مولانا فاضل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا کہ ساری زمین کی ہر

بات کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے اگر اس دلیل سے ثابت کیا جائے کہ چونکہ آپ شیطان سے افضل ہیں، اور شیطان کو سب بندوں کی جان پہچان حاصل ہے اس لیے آپ کو بھی سب زمین کا علم حاصل ہو گا تو اس صورت میں ہر مومن کو ساری زمین کا علم ہونا چاہیئے، کیونکہ ہر مومن بھی شیطان سے افضل ہے۔ اصل عبارت کیر زده مع قشریح یہ ہے:

الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر۔ میں نے بعض دنیاوی چیزوں کا علم دیا گیا ہے۔ شیطان کو اغواء بنی آدم کا، اور ملک الموت کو قبض ارواح کا۔ علم محیط زمین فخر عالم کو۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ناظرین! غلط فہمی کو یاد رکھیں۔ یہاں زمینی علم کی بحث ہو رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن علوم میں کمال حاصل ہے وہ آسمانی علوم ہیں۔ اصول ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ میں آپ امام رازی اور قاضی عیاض کی عبارتوں میں پڑھ چکے ہیں کہ ادنیٰ علم میں غیر نبی، نبی سے بڑھ سکتا ہے۔ انبیاء کا کمال علوم شریعت میں ہے۔ مولانا خلیل احمد فرما رہے ہیں کہ زمینی علم جو شیطان کو گمراہ کرنے کے لیے دیا گیا اس کی دلیل حدیث میں موجود ہے مگر حضور کا ساری دنیا کی محفل ہائے میلاد میں تشریف لانا کسی حدیث میں نہیں ہے۔ کوئی حدیث اگر اس مضمون کی ہوتی تو شیطان کے علم کی پناہ کیوں دیتے؟ ہم اعلان کرتے ہیں کہ کوئی ضعیف حدیث ہی ایسی دکھا دیں جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا ہو کہ جہاں محفل میلاد ہو گی ہم تشریف لائیں گے اگر نہیں ہے اور ہرگز آج تک اس کا ثبوت نہیں ہے تو یہ دین داری نہیں یہ ہوا پرستی ہے اس سے باز آؤ۔ میلاد کی محفلیں سنت طریقہ سے بے شک کرو، ثواب ہے، مگر بدعات کو چھوڑ کر، اور یہ اعتقاد بے بنیاد بھی چھوڑ دو کہ اٹھو حضرت تشریف لائے۔ ہم حیران ہیں کہ کیا حضور ساری مجلس ختم ہونے کے وقت ہی تشریف لاتے ہیں، اگر تم کو یقین ہے کہ حضور پر نور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مجلسوں میں تشریف لاتے ہیں تو تمہارا وہاں اتنی دیر بیٹھے رہنا گستاخی نہیں ہے؟ اور پھر یہ خوش گیتیاں، یہ جھوٹ موٹ فسانے

یہ نکتہ نعت خوانی، یہ بناوٹی کہانیاں کیا حضور کو سناتے ہو؟ یا افسوس! کیا صحابہ کی مجلسیں ایسی ہی ہوتی تھیں؟ یہاں تو مولانا خلیل احمد زمینی علم کا ذکر فرما رہے ہیں کہ یہ ادنیٰ اور گھٹیا علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے باعث شرف نہیں ہیں۔ آپ آسمانی علوم کے تاجدار ہیں آپ کے علوم یہ ہیں۔ دنیا کی بے ثباتی، آخرت اور اس کی پائنداری، عالم قبر، عالم قیامت، حساب، میزان، شفاعت، پکی صراط، جنت اور اس کے عجائبات، دوزخ اور اس کی ہولناکیاں، نیکی اور بدی کی پہچان، علم شریعت، علم طریقت، معرفت، علم الاسرار، یہ علوم نبوت شیطان غیبت کے پاس کہاں ہیں؟ یہاں زمینی علم کی بات چل رہی ہے مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے جھوٹ اور بہتان میں غضب کر دیا کہ اس اردو عبارت کو علمائے عرب کے پاس ان لفظوں میں ظاہر کیا:

بان شیخہ ابلیس اوسع علما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی علمائے دیوبند اپنے پیر شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ کجا زمینی علم اور کجا مطلق علم، کوئی شخص کتنی احتیاط سے بات کرے مگر لگاڑنے والا لگاڑ سکتا ہے۔ لکھنؤ کی بھٹیاریاں لڑنے میں مشہور ہیں مگر مولوی احمد رضا خاں ان سے بھی بدتر لڑائی لڑے ہیں۔ اصول تو یہ ہے کہ جب تک سو میں سے ایک فی صدی گنجائش ہو کا فرق نہ کیا جائے، اگر یہاں آٹھ اصول ہے، ہزار میں سے ایک وجہ بھی کفر کی نہیں مگر سو فی صدی کا فرق نہ دیا۔

آگے چلیے خلاف نصوص قطعیہ کے جو قرآن و حدیث میں بکثرت موجود ہیں کہ علم ذاتی کسی کو ذرہ بھر نہیں دیا گیا۔ ابھی ابھی ملفوظات کا حوالہ گزرا ہے، بلا دلیل یعنی کوئی دلیل ان کے پاس اس بات کی نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محض میلاد میں تشریف لاتے ہیں۔ محض قیام میں فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا حصہ ایمان کا ہے۔ یعنی علم ذاتی غیر عطائی ثابت کرنا شرک ہے۔ چونکہ ایسی عطائی دلیل بریلویوں کے پاس آج تک نہیں ہے۔ اس لیے یہ علم ذاتی ہو گا کیونکہ تیسری قسم تو کوئی ہے نہیں۔ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت۔ یعنی زمین پر رہنے والوں کو گمراہ کرنے کا علم

جواب

مولانا تھانوی نے جواب میں لکھا۔ میں نے یہ ضبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہ کھنکھا بھی نہیں گورا میری کسی عبارت سے یہ مضمون لازم بھی نہیں آتا، جیسا اخیر میں عرض کروں گا۔ جب میں اس مضمون کو ضبیث سمجھتا ہوں تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے، جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارۃً یہ بات کہے میں اس کو خارج الاسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرورہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

فاظلمین! یہ عبارت چھپ گئی تھی۔ سب بریلویوں نے اس سے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اگر خدا کا خوف نہیں تو دنیا کی شرم کریں کہ جن لفظوں سے تم انہیں کافر بناتے ہو ان کو وہ بھی کفر یہ کہتے ہیں تو پھر اختلاف کس بات کا ہے؟ حضرت مولانا اثر علی تھانوی نے بسط البیان میں اپنی عبارت خود واضح کی ہے جس کا خلاصہ ہم بھی عرض کریں گے۔ یاد رہے کہ بعض مخلص افراد نے حضرت مولانا اثر علی تھانوی صاحب کو مشورہ دیا تھا کہ حفظ الایمان کی عبارت اگرچہ بے غبار ہے لیکن خدا سے ڈرنے والے دکاندار مولوی جن الفاظ سے بچارے عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر وہ الفاظ بدل دیئے جائیں تو عوام پریشانی سے بچ جائیں۔ تو آپ نے مشورہ دینے والے کو دعا دی اور دلی مسرت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرمایا اور عبارت کو اس طرح بدل دیا:

"مطلق علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں؟"

یہاں سے لیکر لفظ بھی اڑا دیا۔ زید، عمر، بکر، دیوانہ اور جمع حیوانات اور بہائم کا لفظ بھی اڑا دیا۔ یہ واقعہ ماہ صفر ۱۳۸۲ھ کا ہے۔ گویا بیس بتیس سال سے یہ عبارت بدل دی گئی تھی۔ مگر ہمارے اہل بدعت کی دکان اس پہلی عبارت سے چکن ہے، اس لیے وہی پرانا ایڈیشن بیس پھرتے ہیں۔ اس وقت سے آج تک حفظ الایمان اس تربیم کے ساتھ کئی بار چھپ چکی ہے بلکہ یہ پورا واقعہ تخییر العنون کے نام سے

لاہور ہے۔ اس کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۳۵۵ھ میں حضرت مولانا محمد منظور نے توبہ دلائی کہ شروع سے لفظ علم غیب کا حکم کیا جانا بدل دیا جائے۔ اس حکم کے عمل معنوں سے واقف نہیں ہیں، لوگ حکومت کے معنی سمجھتے ہیں۔ آپ نے یہ تجویز بھی منظور فرمائی۔ چنانچہ رجب ۱۳۵۴ھ کے رسالہ "الفرقان" میں اس کی اشاعت بھی ہو چکی ہے۔

چنانچہ ان دو تربیموں کے بعد اب یہ عبارت اس طرح ہے:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا اطلاق کیا جانا اگر قبول نہ ہو صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے بعض غیب مراد ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء کو بھی حاصل ہیں تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے؟"

حضرت مولانا تھانوی کی انتہائی شرافت اور امن پسندی ہے کہ عبارت کو بدل دیا ورنہ بعینہ اسی مضمون کی عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے دادا پر جناب نور شاہ صاحب کی کتاب خزینۃ الاولیاء کے صفحہ ۱۲ پر ہے۔ اور اس سے صفحہ ۱۲ عبارت مولوی احمد رضا خاں صاحب کے حقیقی دادا مولوی ریاض علی صاحب کی کتاب ہدایت الاسلام مطبوعہ صبح صادق سیتا پور کے صفحہ ۳ پر ہے۔ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔

اصل بات کیا تھی۔ بریلوی حضرات کو یہ مرض شرک کا یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ کے مخصوص ناموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولنا چاہتے ہیں چنانچہ کئی جاہل حضور کو عالم الغیب بھی کہتے ہیں۔ اس بات میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو خداوند تعالیٰ نے غیبی علوم عطا فرمائے ہیں۔ اور حضرت مولانا اثر علیؒ یہاں علم غیب کا ذکر نہیں فرما رہے بلکہ عالم الغیب کہنے کی ترویج ہو رہی ہے۔ علم غیب کے متعلق حضرت مولانا کا عقیدہ یہ ہے: آپ کی مشورہ و معرفت

تصنیف ہو اور انوار کے صفحہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

”اللہ تعالیٰ نے علوم غیب میں سے بعض مخلوق کو بعض علوم عطا فرمائے ہیں جن میں سے سب سے زیادہ حضرات انبیاء علیہ السلام اور ملائکہ کو پھر ان سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم عطا فرمائے ہیں خصوصاً علوم تشریعیہ یعنی علوم شریعت کے ایک ایک جزو کا۔ اسی طرح علوم تکوینیہ مناسبت منصب نبوت کی ایک ایک جزئی کا علم آپ کو عطا فرمایا گیا ہے اور بعض نہیں عطا فرمائے بعض علم عطا ہوئے ہیں اور بعض نہیں عطا ہوئے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے؟“

دواضح رہے کہ فاضل بریلوی نے بھی دولتِ مکیہ کے صفحہ پر اس

تسلیم کیا ہے!

آگے فرماتے ہیں:

”اور بعض روایات جبریات کا عطا ہونا نہ ہونا مختلف فیہ ہے۔ مثلاً قیامت کا علم یعنی وقت مقررہ قیامت تک پیش آنے والے واقعات کا تفصیلی علم۔ ظاہر تصویص اس کی نفی کرتی ہیں اور جمہور اہل حق کا بھی اعتقاد ہے اور بعض نے بعض روایتیں جو ثابت نہیں، یا اس مطلب کے لیے ناکافی ہیں اسے دلیل پکڑ کر حضور علیہ السلام کے لیے اس کو ثابت کر کے جمہور سے اختلاف کیا ہے مگر یہ اختلاف بدعت کی حد سے نہیں بڑھا۔ یعنی ان لوگوں کو بدعتی کہا جائے گا فرقہ کہا جائے۔“

..... ۱۲

یہاں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت مولانا علم غیب عطائی کے تامل ہیں حفظ الایمان میں علم غیب کی بحث نہیں عالم الغیب کہنے کی بحث ہے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اس عبارت کے آخری فقرہ کو کج کو جاتے ہوئے سمجھ میں لیا

اور بات پکڑنے والی نہ تھی۔ آخری لفظ یہ ہیں:

”تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے؟“

یہ آخری فقرہ کاٹ دیا اور بات کو اپنی جگہ سے دوڑے گئے۔ اس ساری عبارت میں لڑکیوں کے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظ ایسا صرف تشبیہ کے لیے آتا ہے اور یہاں معاد اللہ حضرت تھانوی نے حضور کے علم کو جانوروں اور دیوانوں کا کہا ہے۔ یہ لفظ ایسا چونکہ اردو زبان کا لفظ ہے اس لیے یہاں اردو ادب کے ماہرین کا حوالہ کافی ہو گا۔ واضح ہو کہ امیرینائی نے جو اردو زبان کے معلم استاد اور سند ہیں، امیر اللغات جلد ۵ ص ۲۰۲ میں لفظ ایسا کے پانچ معنی لکھے ہیں۔

۱۔ اس قسم کا۔ اس شکل کا۔ کہتے ہیں ایسا تلمذ ان ہر شخص نہیں بنا سکتا۔

۲۔ اس قدر۔ اتنا۔ کہتے ہیں ایسا مارا کہ ادھمٹا کر دیا۔

۳۔ مانند۔ ہم نے تم ایسے بہترے دیکھے ہیں۔

۴۔ اس طرح۔ یوں۔ کہتے ہیں ایسا سنا ہے کہ آج ان دونوں میں چل گئی۔

۵۔ مدح و ذم میں مبالغہ۔ کہتے ہیں ایسا وقت قسمت سے ملتا ہے۔

یہ پانچ معنی ہیں۔ صرف ۵ ہیں ایسا یعنی جیسا ہے باقی چار تشبیہ اور

مانند کا معنی نہیں دیتے۔ مگر مولوی احمد رضا خاں صاحب کو جب کافر کہنا

ہی منظور تھا، تو ان کی نظر میں ایسا کے اور معنی ہی نہیں۔ کہتے ہیں خداوند

ایسا قادر ہے کہ جو چاہے کرے۔ کیا یہاں بھی مانند کے معنی ہو سکتے ہیں؟ خداوند

تعالیٰ ایسا تو ہے۔ جیسا کہاں سے لاؤ گے؟

داع کا شعر ہے

جلوے میری نگاہ میں کون و مکان کے ہیں

مجھ سے کہاں پھیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

کسی نے کہا ہے

وصل بت خود سر کی تنہا نہ کریں گے
ہاں ہاں نہ کریں گے کبھی ایسا نہ کریں گے

حضرت یہ ایسا یہاں مطلق بعض کو بیان کر رہا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب ہم
کُل کے مقابل ہو تو وہاں ایک اور ننانوے دونوں پر بعض صادق آتا ہے۔ یہاں
علم کی عبارتیں بہار سے اردو خواں لوگ کیا جانیں!
ناظرین! ہم اس عبارت میں مزید تشریح کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ یہاں
مولانا نقانویؒ نے دو دفعہ تبدیل کی ہے۔ اب تبدیل شدہ عبارت پر اعتراض
ہو تو تیئیں!



تہمت پنجم

حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید دہلویؒ

سب سے بڑے الزام اور بہتان حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلوی پر لگاتے
اس کے متعلق بندہ کا مستقل رسالہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چکا ہے
اس تمام اعتراضات کا جواب موجود ہے جو تقویت الایمان پر کئے گئے صرف
باقی بچے جو صراط مستقیم پر لگایا۔ یعنی مفتی احمد یار صاحب جبار الحق صاحب
دہلی۔

دیوبندیوں کا عقیدہ ہے نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانا اپنے
گھر سے اور یہاں کے خیال میں ٹوٹ جانے سے بدتر ہے۔
مولانا دہلوی احمد رضا خاں صاحب نے کوکبہ شہاسیہ میں اس عبارت کو کفریہ
مقرر کیا ہے۔ اس کے مناسب ہو گا کہ صراط مستقیم کی متعلقہ پوری عبارت
میں ترجمہ کر دیا جائے تاکہ عبارت کا مطلب معلوم ہو سکے۔ فرماتے ہیں:-
اہل کشف یہ نہ سمجھیں کہ نماز کے اندر اپنے پیر کی طرف برزخ
بنا کر متوجہ ہونا یا رُوحوں اور فرشتوں کی ملاقات کو نماز میں تلاش کرنا
اسی نماز کو حاصل کرنا ہے جو مومنوں کی معراج ہے۔
مطلب یہ ہے کہ جو بزرگ نماز میں پیر کی صورت کو سامنے سمجھ کر اس کو سجدہ
کرتے ہیں یا رُوحوں اور فرشتوں کی ملاقات نماز میں ڈھونڈتے ہیں یہ اعلیٰ قسم کی

بہیں بلکہ یہ توجہ بھی شرک کی ایک شاخ ہے اگرچہ پوشیدہ قسم کا شرک
ہو اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ عجیب و غریب مسائل کا حل ہو جانا یا فرشتوں

ناظرین غور فرمائیں اس ظالم مجذوم نے صرف ہمت کا ترجمہ کیا ہے
سے جانا، اور یہی اندھیر گردی آج تک بریلویوں میں جاری ہے کہ صرف ہمت
خیال لانا یا بے جا کرتے ہیں۔ اور فاضل کا لفظ لطف لینے کے لئے اس لفظ

ساتھ لگا دیا حالانکہ مراطہ مستقیم کے لفظ یہ ہیں۔ اپنی زوجہ کی محبت و
دوستی سے بہتر ہے۔ لیکن یہ جھوٹا مجتہد الفاظ کو بگاڑنے میں قوم کو مہیا
کتا دیر ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت مولانا شبیر نے خیال لائے کا لفظ
لکھا ہے۔ بلکہ صرف ہمت کا لفظ لکھا ہے۔ صرف ہمت دو لفظ ہیں دوڑ کی طرف
صرف کے معنی عربی زبان میں گردانیدن یعنی پھیرنا اور ہٹانا ہے۔ دیکھو منتخب
۲۰۳ اور ہمت کے معنی ہیں قصد دل یعنی دل کا ارادہ اور مقصد دیکھو غیاث
۲۵۵ مثنوی الادب ص ۱۱۱ واضح رہے کہ ہمت صوفیہ کلام کی ایک مشہور اصطلاح
اس لیے شیخ الاسلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ کی مستند و معتبر کتاب منازل السائرین
اس کی شرح مدارج السالکین سے ہمت کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔
(باب الہمت) اَلْهَمَّةُ مَا يَمْلِكُ الْاِتِّبَاعَاتِ لِلْمَقْصُودِ حِسْرًا
ترجمہ یہ یعنی ہمت بندہ کی وہ حالت ہے جو خواص مقصود کی طرف شوق
قبضہ جمالی ہے یعنی اپنے مقصود کے سوا دوسری چیز کی طرف متوجہ ہونا اس
اختیار میں نہیں رہتا۔ (منازل السائرین ص ۱)

اس کتاب کی مشہور شرح مدارج السالکین میں یوں لکھا ہے۔

وَالْهَمَّةُ فَحْلَةٌ مِّنَ الْهَمِّ وَهُوَ مَبْدَعُ الْاِثْرَةِ وَلَكِنْ
حَصَوَهَا بِنَهَايَةِ الْاِثْرَةِ فَالْهَمُّ مَبْدَعُهَا وَالْهَمَّةُ
نَهْيَايَتُهَا۔

(مطلب) ارادہ کو ابتدائی حالت میں ہم کہا جاتا ہے اور انتہائی حالت میں ہمت
کہا جاتا ہے ص ۱

معلوم ہوا کہ ہمت بندہ کے دل کی وہ کیفیت ہے جس میں خداوند تعالیٰ کی

دل کی توجہ انتہائی درجہ کو پہنچ جائے اور خاص ہو جائے کہ اس کے سوا کسی
دوسرے کو نہ ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں:-

وَالْمُرَادُ أَنَّ هِمَّةَ الْعَبْدِ إِذَا تَلَقَّتْ بِأُحْيَى تَعَالَى طَلِبًا
سَادِقًا خَالِصًا فَحَصْنًا قَيْلِكَ هِيَ الْهَمَّةُ الْعَالِيَةُ.....
صاحب لہذا الہمتہ سریع و صولہ وظفر کا بطلوبہ ص ۱
ترجمہ یہ مراد یہ ہے کہ بندہ کی ساری توجہ جب خاص اور صرف خداوند تعالیٰ
کی طرف ہو اور کسی مخلوق کی طرف نہ ہو تو یہی ہمت عالیہ ہے۔ اور اسی ہمت یعنی توجہ والا
فصل جلدی اپنے مقصد کو حاصل کرتا ہے۔

اب یہ بات واضح ہو گئی کہ ہمت کا ترجمہ خیال نہیں ہے بلکہ انتہائی توجہ جو خداوند
تعالیٰ کے لئے خاص ہو جائے اور مخلوق سے بالکل غفلت ہو جائے اسے صوفیہ کلام
کی اصطلاح میں ہمت کہتے ہیں۔ اور صرف ہمت کا معنی ہے ایسی کامل توجہ کو خدا
وند تعالیٰ سے ارادۃ ہٹا کر بندہ کی طرف لگانا۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب
صرف ہمت کا معنی لکھتے ہیں خیال لانا۔ اب یہاں حیرانی ہے کہ مولوی صاحب سچا بل
کہا جائے یا متعصب ضدی دونوں لفظ مناسب حال ہیں۔

اصل بات

جاہل صوفیوں کی ایک اصطلاح ہے تصور برزخی یعنی نماز میں اپنے پیر یا حضور
علیہ السلام کا تصور اس طرح باہر دھتے ہیں کہ آپ کے سامنے کھڑا آپ کی ناز پرٹھ
رہا ہوں۔ آپ بطور بزرگ اور ظل اللہ میرے سامنے ہیں۔ میں آپ کو رکوع اور
سجدہ کر رہا ہوں۔ یہ عبادت آپ کی کر رہا ہوں۔ ان جاہلوں کی کوشش یہ ہے
کہ نماز میں خداوند تعالیٰ سے توجہ باطل پھر جائے اور خداوند تعالیٰ کی یاد ابھی جائے
تو کوشش کر کے اپنی توجہ ہٹا کر میرا حضور علیہ السلام کی طرف لگاتے ہیں۔ چنانچہ نماز
کے تمام الفاظ میں بخندہ اَللّٰہُمَّ دُنِّہ کو جو خداوند تعالیٰ کی تعریف اور حمد و
ثنا ہے پیر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق کرتے ہیں۔ یہی صرف ہمت ہے

اور پکی جڑی ذہنیت ہے جسے علامہ شہید بدتری دوسوہ اور شرک فرما رہے ہیں
کیونکہ کوئی مسلمان اس بات پر خوش ہے کہ نماز کو اس طرح بگاڑا جائے۔ ہاں ہاں
کی اور بات ہے۔ مولانا شہید نے کس قدر بات کو صاف کیا فرماتے ہیں :-
”ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود سے شود یہ شرک نہ کشد“

ترجمہ :- جب نماز کا مقصد غیر اللہ کی تعظیم اور بڑائی ہو جائے تو شرک بن جاتا ہے
بریلوی حضرات فرماتے ہیں کہ ایسی نماز بھی شرک نہیں ہے تو آخر شرک کیا چیز ہے ؟
ہاں ایک بات باقی ہے وہ یہ کہ تصویر شیخ کی صورت بھی ہے جسے صوفیہ کرام
کی زبان میں رابطہ کہتے ہیں یہ بہت بڑی نعمت ہے یعنی محبوب کے حالات اور
ادصاف سننے سننے بوجہ غلبہ محبت اکثر تصور ان کا بلا ارادہ اور بلا قصد سامنے
رہتا ہے اور یہ صورت بعض اوقات نماز میں بھی بلا اختیار سامنے رہتی ہے اس کو
حضرت امام محمد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں بیان فرمایا ہے دیکھو ص ۳۴۲ یہ بالکل
کیفیت ہے بڑے اولیاء اللہ نے اسے تسلیم کیا ہے شاذلیہ سلسلہ میں اس کی درج
زیادہ ہے۔ دیکھو مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات ص ۲۹، ص ۱۳، ص ۲۹۵
ایسے باکمال لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار سوتے جاگتے ہر وقت حاصل
رہتا ہے۔ بندہ کے رسالہ حیات النبیؐ میں اس کا کچھ بیان موجود ہے۔ حضرت مولانا
اسمعیل شہید بھی اس کے قابل ہیں چنانچہ اسی کتاب صراطِ مستقیم کے ص ۱۰ پر فرماتے ہیں
”از انجملہ شدت تعلق است بر رشد خود استقلالاً“

لیکن پیر پرستوں کا عقیدہ تصور برزخی یقیناً مردود اور بڑا ہے اسی کو علامہ شہید
نے گائے اور گھسے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر فرمایا۔ کیونکہ یہ لوگ نماز
میں اپنی پوری توجہ کو خداوند تعالیٰ سے پھیر کر میرا حضور علیہ السلام پر ارادہ لگاتے ہیں
اور ان کو اپنے ارادہ سے مہموم قرار دیتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ
بریلوی نے اسی بدعتی تصور کو اپنی تفسیر میں رد فرمایا ہے۔ دیکھو اقسام شرک ص ۱۰
فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اُنْدًا اَوْ اِلٰهًا اٰیۃ

معلوم ہوا کہ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا اور لانا مذہباً
میں نہیں ہے۔ تصور برزخی بنا کر آپ کا خیال لانا شرک ہے۔
ناظرین ! ہم معافی کے خواستگار ہیں کہ ایک مارکیٹ کی یہ دکان ذرا علمی اصطلاح
میں گھری ہوئی تھی ممکن ہے یہاں آپ کو کھوٹا کھرا بچا سنے میں وقت پیش آئی ہو۔
مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے کارنامے آپ نے دیکھے تھے۔ اب ہم آپ کو ایک
مارکیٹ کی ایک اور دکان پر لے جاتے ہیں۔ یہاں سفید جھوٹ اور سیاہ بہتان دونوں
نہایت واضح نظر آئیں گے۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب کے استاد گرامی ہیں فقیہ قادری
ابوالبرکات سید احمد ناظم مرکزی انجمن حزب الاخاف ہند لاہور۔ انہوں نے حضرت
امام ربانیؒ کے مکتوبات ثانی کے مکتوبات شریف کا ایک خلاصہ بنام چالیس ارشادات امام
ربانیؒ شہنشاہ اور پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا ہوا ہے۔ یہ اشتہار عوام بریلویوں کی جگہ
میں لکھے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ اس اشتہار میں حضرت مجددؒ کے مکتوبات پر جو
ظلم کیا ہے اس کا کچھ نمونہ دیکھئے تاکہ دودھ دودھ اور پانی پانی کی مثال صادق آئے۔

طوفان نمبر ۱

پمفلٹ کے ص ۱ نمبر ۱ میں مکتوبات شریف سے ایک حدیث نقل کی ہے جس
میں بہت زیادہ جھوٹ تو نہیں بولا صرف مبالغہ نہیں کا لفظ کاٹ کر بنا دیا ہوا
اور نہیں میں کتنا فرق ہوتا ہے یہ تو آپ سمجھتے ہیں بس سید صاحب نے اتنا
کام کیا ہے۔ سید صاحب فرماتے ہیں :-

”محمّد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تبارک و تعالیٰ
سے عرض کی اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَاَنَا وَمَا بَيْنَا لَكَ تَرَكْتُ لِحُجَّتِكَ
ترجمہ یہ کیا ہے :-

اے اللہ تو ہے اور میں ہوں اور میرے مابین کچھ بے سبب کہیں

نے تیرے لئے چھوڑ دیا۔

ناظرین! اس عبارت اور اس کاریگری میں وہی بریلوی ذہنیت کا دریا ہے۔ اصل جھگڑا ہمارا ان سے یہی ہے کہ انبیاء کو خداوند تعالیٰ کے سامنے مقابلہ اور مقابلہ میں لاتے ہیں۔ مکتوبات شریف میں حدیث قدسی کی اصلی عبارت یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا الخ

اے اللہ تو ہے اور میں نہیں ہوں۔ یعنی تیرے سامنے میری ہستی کچھ نہیں ہے جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عبدیت سے واقف ہے وہ اس سے سمجھ سکتا ہے کہ حضور پر نور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں یہ جرات کب کر سکتے تھے کہ خداوند! تو بھی ہے اور میں بھی کچھ ہوں۔ میری بھی کچھ ہستی ہے۔

یہ بات اب تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ یہ لوگ تو حید کے دشمن کیوں ہیں یہاں سید صاحب نے نہیں کا لفظ کاٹ کر ہاں بنا دیا۔ حدیث بگاڑی وہ بھی حدیث قدسی۔ پھر امام مجدد الف ثانیؒ کو بدنام کیا۔ مسئلے بنتے نہیں تو بنائے جا رہے ہیں جب تحریر اور تصنیف میں یہ علائقہ فریب میں تو تقریر کا کیا حشر ہوگا؟ ان کی تقریر ہمیشہ جہلاد بنتے ہیں۔ وہاں ان کو دل کھول کر جھوٹ بولنے کا موقع ملتا ہے جب بات پھسکی ہوئی ہوتی ہے تو جھوٹ قرآن کی کوئی آیت پڑھ دیتے ہیں۔ کوئی شرط یہ دیا۔ کسی بڑے عالم کا نام لے لیا۔ فلاں علامہ فلاں کتاب میں یوں فرماتے ہیں۔ یہ معمولی غلطی نہیں ہے جس کا دل چاہے مکتوبات شریف میں ماکا لفظ دیکھ لے۔

ادھر سید صاحب کا اشتہار بھی دیکھ لے۔ انصاف اور طلبِ حقی مشروط ہے۔ سید صاحب کی یہ جرات دیکھ کر ہم حیران رہ گئے اور قصور شہر کے ایک اہل علم نصیحت کرنے گئے۔ عرض کیا سید صاحب یہ ماکا آپ کس طرح ہضم کر گئے؟ فرمایا بھائی کیا نام، کیا نام وہ ارے ایک تلمیذ ہے ہمارے پاس وہ جمع ہے باقی سب دنیا کے نسخے غلط ہیں۔ ہمارے دوست نے عرض کیا سید صاحب جس کتاب کے صفحات کا حوالہ آپ نے دیا ہے اس میں جب ایسا نہیں ہے تو آپ کو غلط لکھنے کا

ایسا ہی تھا؟ اچھا لایئے صحیح نسخہ۔ وہ کیا نام چاہیاں نہیں ملتیں۔ وہ ارے کہاں گیا تھی لاہور میں؟ ہمارے دوست اڑ گئے کہ دیکھ کر جاؤں گا۔ آخر ہزار بہانہ کے بعد تلمیذ نسخہ آیا تو اس میں بھی ماکا لکھا تھا، اسکی زمین میں گر گئیں اور دینی زبان سے کہا بھائی غلطی ہو گئی ہے۔ ہمارے دوست نے کہا اگر غلطی مان لی ہے تو اسے شائع کیجئے تاکہ لوگ گمراہ نہ ہوں مگر اصلی بریلوی وہی ہوتا ہے جو پکا ضدی ہو۔ سید صاحب کو اپنی غلطی شائع کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ یہ حضرت بریلویوں کے کرتادھرتا ہیں۔ ان کے کرتوت یہ ہیں چھوٹے چھوٹے تلمیذوں کا کیا کہنا جب سندروں کا یہ حال ہے۔

موری محمد عبداللہ صاحب کو مرکز حزب الاخاف میں شاید یہی جھوٹ کے سند نظر آئے ہوں۔ ہم حیران ہیں کہ بندگی اور خلائی کے تعلق میں میں اور تو کی گنجائش ہی کہاں ہے؟ یہاں سید صاحب بریلویوں کا اصول ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دیکھو حضور نبی کریم خداوند تعالیٰ کے سامنے کس طرح اکڑ کر بولتے ہیں اے خدا تو بھی ہے اور میں بھی ہوں۔ اصل حدیث یوں ہے۔ اے خدا تو ہے اور میں نہیں ہوں۔ میری شانِ جلالی کے سامنے میں سرتاپا عبدیت ہوں۔ انسانیت ہی تو ابلیس کا جرم ہے۔

اے آفتاب خضر وہ معرفت ہے تو!

کتنے ستارے اور تیری مفضل میں کچھ نہیں

طوفان نمبر ۲

بریلویوں کی بلیک مارکیٹ ناظرین کے لئے اچھے خاصے لطائف بتیا کر رہی ہے مگر دراصل یہ خوش طبعی کا سامان نہیں روئے کا مقام ہے۔ سید صاحب اسی پمفلٹ کے نمبر ۱ میں مکتوبات جلد سوم نمبر ۱ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ حضرت امام مجتہدؒ نے فرمایا ہے :-

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت کسی بشر کی خلقت کی طرح

سے اذر دوسے بشریت بلا ارادہ زبان پر جاری ہوا ہے۔
مکتوب ۹۶ دفتر دوم ص ۱۶۹، منہ الامام محمد باقر ثانیؑ فرماتے ہیں کہ
”شیعوں نے جو کافرا، قلم، ادوات طلب کرنے والی حدیث اور حضرت
عمرؓ کے قول اھجر استفھم و لا یسألوا عنہما عرض کیا ہے اس کا
جواب معلوم کرنے کے لئے پہلے چند اصول معلوم کر لو۔ ہر اصول
مستقل جواب ہے۔“

اصول نمبر ۱

اول یہ کہ تمام منطوق و معقول یعنی جو لفظ آپؐ زبان سے بولتے اور
جو کچھ عقل سے سمجھتے تھے سب کے سب وحی نہ تھے اگر آپؐ کی
سب باتیں وحی ہوتیں تو آپؐ کی بعض باتوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
اعتراض نہ ہوتا اور بعض باتوں کو معاف کرنے کی گنجائش نہ پیدا ہوتی خدا
وند تعالیٰ نے فرمایا ہے خدا نے آپؐ کو معاف کر دیا کیوں ان کو
اجازت دی تھی؟ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى عَفَى اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنَتْ لَكَ
یعنی اگر مہربان وحی سے ہوتی تو کسی بات پر اعتراض اور معافی نہ ہوتی۔

اصول نمبر ۲

اجتہادی اور عقلی معاملات میں فَاَعْتَبُوا يَا اُولِيَ الْاَبْصَارِ
اور تَاوَرَهُمْ فِي الْاَمْرِ کے مطابق تو صحابہؓ کو آپؐ سے گفتگو کی
اجازت تھی اور رد و بدل کی گنجائش تھی۔ کیونکہ سوچ بچار اور مشورہ
کا حکم جو قرآن نے دیا ہے رد و بدل کے سوا اس کی کوئی صورت

نہیں ہو سکتی و مطلب یہ ہے کہ اگر مہربان آپؐ کی وحی الہی سے
ہوتی تو وحی کے مقابلہ میں مشورہ کی کیا حیثیت ہے؟
فرماتے ہیں:-

بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے اور قادیان میں جو اختلاف ہوا تھا،
حضرت عمرؓ نے قتل کا مشورہ دیا تھا اور آپؐ نے حضرت صدیق
اور دوسرے صحابہؓ کی رائے سے قادیان کے کافر قیدیوں کو چھوڑ
دیا، وحی حضرت عمرؓ کی رائے کے موافق نازل ہوئی حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا اگر اس بات پر عذاب نازل ہوتا تو عمرؓ فاروق اور
سعد بن معاذؓ سے سوا کوئی نہ سمجھتا کیونکہ سعدؓ کی رائے حضرت عمرؓ
کے ساتھ تھی

اصول نمبر ۳

میسر اصول یہ ہے کہ بھول جانا پیغمبر کا جائز ہے بلکہ ایسا واقعہ ہوا
ہے۔ ذوالیہدین صحابی کی حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام
کے چار رکعت والی نماز فرض میں بھول کر دو رکعت پر سلام پھیر دیا،
صحابی نے عرض کیا، کیا نماز کم ہو گئی یا آپؐ بھول گئے؟ آپؐ نے
دو ٹھہروں سے پوچھا ذوالیہدین صحابی کی سچائی ظاہر ہوئے پر آپؐ
نے نماز پوری کی، اور سجدہ ہو گیا۔ ہر گاہ کہ تندرستی اور فراغت کی
حالت میں آپؐ کا بھول جانا از روئے بشریت جائز ہے تو فرض
الہوت میں بلا ارادہ درد کے غلبہ کے وقت بوجہ بشریت کے بھول
جانا کیوں جائز نہ ہو گا؟

لیجئے ایہ مسئلہ بشریت ہے اس کو یاد رکھئے۔ ناظرین! یہ ارشادات سر نہ ہٹو

سمجھیں، جب حقیقت محمدیہ پر نظر پڑتی ہے تو بشریت سے انکار کر بیٹھتے ہیں اور عقلی قتل کے لوگ جب بشریت کو دیکھتے ہیں تو حقیقت محمدیہ کو کھول جاتے ہیں اور بعض گستاخ یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ ہم میں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کیا فرق ہے؟ فرق بہت زیادہ ہے مگر نگاہیں کھلیں

طوفان نمبر ۳

سید صاحب لاہوری اسی شہنشاہ کے نمبر میں فرماتے ہیں:۔
”مکتوب نمبر ۲۸ و فقرہ اول میں حضرت امام ربانیؒ نے فرمایا ہے کہ امیلہ اولیٰ کی پاک
روحوں کو عرش سے فرشتے تک ہر جگہ برابر کی نسبت ہوتی ہے کہ تو جو چیز ان سے دیکھ سکتا ہے
مکتوبات شریف کھول کر دیکھ تو اصل عبارت یہ نکلی:۔
”روح نسبت باجمع اسکنہ باوجود لامکانیت ہر برابر است اور اعرش نفس معنی دیگر
است تا ایں جانہ رسمی نتوانی دریافت“

ترجمہ: روح کے لیے لامکان ہونے کے باوجود تمام جگہوں سے ایک جیسا تعلق ہے۔ روح کو
عرش سے باہر کی چیز کہنا دوسری بات ہے جب تک کہ اس مقام پر نہ پہنچے ہیں سمجھ سکتا
ہے نہایت واضح بات ہے کہ جو چیز زمان و مکان میں محدود نہ ہو اس کے لئے دوری اور نزلی کا
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لامکان ہونا روح کی صفت ہے قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اِس کی
دلیل ہے شیخ برعلی سینا نے اشارات میں اس کو غریب صریح کیا ہے مگر سید صاحب نے جو جھوٹ کا سہارا
ہیں حاضر ناظر کا مسئلہ ثابت کرنے کے لئے یہاں انبیاء اولیاء کا لفظ بڑھا دیا کہ جھوٹ سے جھوٹ
کو ثابت کرنا بیوقوفوں کے جماعتی نظام میں داخل ہو چکا ہے؟

انفوس: اسے دنیا میں رہا دین کا پردہ لے کر گمراہ کیا نام خدا کا ملے کہ۔ سید صاحب یہاں
انبیاء اولیاء کا لفظ حضرت مجدد نے نہیں لکھا اور مطلق روح کی بات ہو رہی ہے
تو آپ نے علم غیب نگاہی اور حاضر ناظر کے لئے یہ پاڑ کیوں بیلایا؟ اور جناب سید
صاحب یہ عرش سے عرش تک کا لفظ بھی تو آپ نے ہی بڑھایا ہے کیا
یہ عہد بھی معافی کے قابل ہے؟

طوفان نمبر ۴

اسی اشتہار کے نمبر ۳ میں سید صاحب لکھتے ہیں:
”مکتوب نمبر ۲۸ و فقرہ اول میں امام مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔
”مسلمان کہلانے والے بد مذہب کی صحبت کھلے ہوئے کافر کی صحبت سے
زیادہ نقصان پہنچاتی ہے“
اصل کتاب کے الفاظ یہ ہیں:۔

”یقیناً تصور فرمائیں کہ فساد صحبت بتدریج زیادہ از فساد صحبت کافر است“
ترجمہ: یقیناً جاننے کہ بدعتی کی صحبت کا بگاڑ کافر کی صحبت سے زیادہ ہے،
یہاں پھر وہی بریلوی ذہنیت کا فرما ہے۔ امام ربانیؒ نے بدعتی کا لفظ فرمایا ہے بدعتی
کون ہوتا ہے؟ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
اور امام مجدد الف ثانیؒ کے حوالے گزر چکے ہیں۔ جہاں نام لے کر سپر پرستوں کو بدعتی اور
مشرک کہا ہے۔ سید صاحب کو اس آئینہ میں اپنی صورت جو نظر آئی تو بڑی پھرتی
سے پیچھے ہٹے اور بدعتی کی بجائے بد مذہب کا لفظ جلدی سے لگا دیا۔ سمجھ میں نہیں
آتا کہ یہ امام مجدد بھی کیسے بزرگ ہیں ہر وقت ان کے کانوں پر داتے ہی رہتے ہیں
بھائی بات یہ ہے کہ بدعت کے دشمن نہ ہوتے تو مجدد کس طرح ہوتے۔ مجدد تو بدعت
کو توڑنے کے لئے ہی آئے ہیں۔ خیر سید صاحب نے ایک بات کام کی تباہی۔ بدعتی
کا معنی ہے بد مذہب اسے دین بدوین خوب جزاک اللہ! قدا یصدق الکذوب۔

طوفان نمبر ۵

یہاں سید صاحب نے دل کھول کر جھوٹ بولا۔ ناظرین پہلے حضرت امام مجددؒ

کی اصلی عبارت تھیں، پھر سید صاحب کا قبوٹ خدا کی پناہ بہت بڑا ہوا۔
مکتوب عدد ۳۲ دفتر ۳ یہ خط مرزا حسام الدین احمد کے خط کے جواب میں امام
لکھا ہے۔ مرزا حسام الدین کا سوال یہ ہے جس کو حضرت امام مجدد سوال کی
میں لکھتے ہیں۔ لکھ رہے ہیں:-

”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود۔ در نفس قرآن خواندن
بصورت حسن و در قضا و نعت و منقبت خواندن چہ مضائقہ است نہ
تحریف و تغیر حرکات قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمہ و تردید
صوت باں طریق الجان یا تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است
اگر بر سبج خوانند کہ تحریف در کلمات قرآنی واقع نشود و در قضا و نعت
شرائط مذکورہ متحقق نہ گردد و آن را ہم بغرض صحیح تجویز نمایند چہ مباح است
ترجمہ ۲۔ دو سراج مولود خوانی کے متعلق آپ کے خط میں درج تھا کہ حرف
ایچی آواز سے قرآن پڑھنے اور نعت و منقبت کے قصیدے پڑھنے
میں کیا ہرج ہے؟ منع چیز تو یہ ہے کہ قرآن کے حرکات بدلے
اور لگاڑے جائیں۔ اور راگ کے مقامات کا خیال رکھنا اور آواز کو پھر پھر
کمرہ راگ سے طریقہ پڑا راگ کے مناسب آواز بجانا کیونکہ ایسا کر انعام
شعروں میں بھی مباح نہیں ہے چہ جائیکہ نعت شریف ہو۔ اگر مجلس مولود
میں اس طرح پڑھا جائے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں حرف نہ گویں
اور نعت کے اشعار میں بھی راگ کے اصول نہ ہوں اور اس محفل مولود
کو صحیح غرض کے لئے تجویز کریں یعنی اس میں کوئی سترگانہ تھمیدہ
نہ ہو تو کیا ہرج ہے؟

نوٹ: واضح رہے کہ یہ قیام کی رسم حضرت امام مجدد کے زمانہ میں نہ تھی بعد کی پیروی
ناظرین! اس عبارت کو غور سے پڑھیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام
دعوت ثانی کے مبارک زمانہ میں یہ بدعت بہت زوردار پر تھی۔ بدعتی لوگ میلاد کی محفل کو

حضرت امام ربانی کی سورت میں اجازت نہ دیتے تھے، مطلقاً منع فرماتے
تھے۔ حضرات علماء و دیوبند تو خاص خاص شرائط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔
مگر امام مجدد دعوت ثانی کی بدعت کی
کسی بی اثراتے ہیں دفتر اول کے ایک مکتوب میں عجیب انکشاف فرمایا انہی مرزا
امام الدین نے ایک خط لکھا تھا کہ آپ مولود کی محفلوں کو سختی سے بند کرتے ہیں
جہاں بعض لوگوں نے میلاد کی محفل کرائی تو راست خواب میں ان کو حضور علیہ
السلام کی زیارت نصیب ہوئی اس لئے اب یہ چھوڑا مشکل ہے حضرت امام
مجدد فرماتے ہیں کہ خواب کا کچھ اعتبار نہیں۔ حضور کی شکل تو شیطان نہیں بنا سکتا۔
ان آپ کی اصلی صورت تو فقط صحابہؓ نے دیکھی ہوئی سختی ہمارے دماغ شیطانی
ازات سے محفوظ نہیں ہیں اس لئے۔ میلاد کی محفلیں بالکل چھوڑ دو۔ ورنہ
ہمارا ہمارا پیری مریدی کا تعلق ختم ہے۔ یہ مضمون مکتوبات شریف کے دفتر
۱۱ مکتوب عدد ۲ میں مفصل ہے نظریں ترجمہ لے کر ضرور پڑھیں۔ ہمارے زمانہ
کے مجددی غور فرمائیں کما آج کل کے مجددی پیران کو اگھر لے جا رہے ہیں۔
معلوم ہوا اسی خط کے جواب میں مرزا حسام الدین نے پھر لکھا ہے کہ اگر میلاد
کی محفل میں قرآن کریم راگ میں نہ پڑھا جائے اور نعت بھی راگ میں نہ پڑھی
جائے تو پھر مولود کی محفل میں کیا ہرج ہے؟ منع تو راگ ہے۔ دیکھئے آج
جو نعت خواں بھیرویں اور بلہار نہ جانتا ہو اس غریب کو کون پوچھتا ہے اس میں
کوئی شک نہیں کہ بریلوی جاہل تھمیر کا شوق محفل میلاد اور مجلس گیموں میں پورا
کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کسی دن شہر میں اچھا راگی نعت خواں اچھا ہے تو تھمیر
بے درلق ہو جاتے ہیں۔ یہ نفس پرستی ہے۔ اسے دین پرستی سمجھ رکھا ہے۔

ہاں تو حضرت مرزا حسام الدین حضرت مجددؑ سے پوچھتے ہیں کہ اگر محفل میلاد
تمام غیر شرع راگ راگنی سے پاک ہو تو پھر کیا ہرج ہے؟ پورے ایک ہزار سال
کی تجدید جس بزرگ کو خداوند تعالیٰ نے بخشی ہے اس کا جواب سنئے اور خوب غور سے

سنے فرماتے ہیں۔

”مخدوم! بخاطر فقیر سے رسد تاسدائیں باب مطلق نہ لکھند بوالہوساں
منور سنے گوند اگر اندک تجوین لکھند بھر بہ بسیار خواہ شد۔ قلیدہ
الحی کثیر قول مشہور است۔“

ترجمہ۔ اُسے مخدوم! اُسے بزرگ! فقیر کا خیال یہ ہے کہ جب تک یہ دروازہ
مطلق بند نہ کریں بوالہوساں لوگ نہیں کریں گے۔ اگر تھوڑی سی چیز
جان کر لی جائے گی تو کھینچ کر بہت بنا لیں گے۔ قلیل چیز کثیر بن جاتی ہے
یہ قول مشہور ہے۔

ناظرین! یہاں مخدوم کے لفظ سے جواب شروع ہوتا ہے حضرت امام مجددی کی
عادت ہے کہ مرزا احسام الدین احمد کو ٹوٹا مخدوم کے لفظ سے مخاطب کرتے ہیں
چنانچہ اس کی مثال دفتر اول ص ۴۲، ص ۴۳، ص ۴۴ ہے۔ دفتر دوم ص ۴۵، ص ۴۶
دفتر سوم ص ۴۷ ہے۔ مگر سید صاحب نے جب دیکھا کہ یہاں محفل مولود پر امام مجددی
کلیاڑ اچلا رہے ہیں تو پہلی عبارت سے سوالیہ نشان

”دیگر در باب مولود خوانی اندراج یافتہ بود اڑاویا اور دوسری عبارت سے
یہاں حصہ ”مخدوم! بخاطر فقیر سے رسد“ لکھا گئے اور ساری عبارت کو مجدد صاحب کا فتویٰ
قرار دیا حضرت امام مجددی کے مکتوبات کی اصلی عبارت بھی آپ نے دیکھ لی ہے۔ اب سید
صاحب کی چالاکی دیکھئے۔ اسی مقلد کے ص ۴۲ پر اس عبارت کو بگاڑ کر ان لفظوں میں
ظاہر کرتے ہیں۔

”جلس میلاد شریف میں اگر اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت
کی جائے۔ اور حضور اقدس کی لغت شریف اور صحابہ کرام اہل بیت
عظام اور اولیائے اعلام رضی اللہ عنہم المنعم کی منقبت کے قصیدے
پڑھے جائیں تو کیا ہر جہ سے ناجائز بات تو یہ ہے کہ قرآن عظیم
کے حروف میں تغیر و تحریف کر دی جائے اور قصیدے پڑھنے میں

راگنی اور موسیقی کے قواعد کی رعایت و پابندی کی جائے اور تالیان
بجائی جائیں، جس مجلس میلاد میں یہ ناجائز باتیں نہ ہوں اس کے
ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ہاں جب تک راگنی اور تال نر
کے ساتھ گانے اور تالیان بجانے کا دروازہ بند نہ کیا گیا۔ بوالہوساں لوگ
باز نہ آئیں گے اگر ان نامشروع باتوں کی ذرا سی بھی اجازت دے دی جائے
گی تو نتیجہ بہت خراب نکلے گا۔“

یہ ہے کہ سید صاحب کا کارنامہ۔ یہاں سید صاحب نے مرزا احسام الدین کے
وال کو مجدد صاحب کا فتویٰ قرار دیا۔ ناظرین اس بھوٹ اور نفا کو کھولنے کے لئے خدا
سے واسطے مکتوبات کا اردو ترجمہ خرید کر پڑھیں تاکہ سید صاحب کا بھول کھلے۔
مرزا احسام الدین پوچھتے ہیں کہ محفل میلاد اگر ناجائز باتوں راگ وغیرہ سے پاک ہو
تو کیا ہرج ہے آپ فرماتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ جب تک یہ دروازہ بالکل بند نہ کیا
جائے نفس پرست باز نہیں آئیں گے۔ چھوٹا سا سوراخ کھول کر بڑا ہمالیہ اس سے یہ
بالکل بند کرنا چاہیے۔ یعنی مولود کی محفل بالکل بند کر دے یہ مجدد صاحب کا فرمان ہے کیونکہ
اس میں جو خرابیاں اور بے ادبیاں ہوتی ہیں لوگ ان سے باز آنے والے
نہیں ہیں۔

سید صاحب نے یہاں چھ سطر عبارت ساری کی ساری بگاڑ دی۔ سوال جواب
کے نشان حذف کر دیئے۔ اہل علم بریلوی غور فرمائیں کہ کس کے پیچھے چلتے ہو؟ یہیں
ہمارا یقین پختہ ہوتا ہے کہ حضرات علماء دیوبند حضرت امام مجدد الف ثانی کے سچے
جانشین ہیں در نہ مولود کی محفل کو مجددی نظر سے نہ دیکھتے۔

نوٹ۔ مولوی عبدالعزیز صاحب سے متعلق عبارت حذف کر دی گئی کیونکہ

کہ مولوی محمد سعید نقشبندی مجددی خطیب مسجد اٹاکچ بخش لاہور نے بھی مسلک امام
ربانی میں سید ابوالبرکات کی طرح اس مکتوب کو بگاڑا ہے اور کبھی پرکھی ماری ہے
اس بات کی پوری تفصیل ہم نے اپنی کتاب ”مرشد جیلانی کے ارشادات حقانی“ میں لکھی ہے۔ (ریز آئی)

ترجمہ: یہ نہیں کیا ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے واسطے ہمیشہ زندہ رہنا کیا اگر آپ مر جائیں گے تو کا فرہائشہ زندہ رہیں گے؟ انہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ ہر جان پر موت کی ہے موت کو۔

اس کے علاوہ پارہ ہم کے چھٹے رکوع کے شروع میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موت کا لفظ آیا ہے۔

قرآن مجید کے بعد امت کی بلا آتی ہے۔ امت میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں سب سے پہلے موت کا لفظ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ حدیث کی تمام کتابوں میں یہ لفظ بڑی تعداد میں ملتا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند حوالے دیکھئے:-

صحیح بخاری شریف کتاب الجنائز میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ کے حجرہ میں آئے۔ حجرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر بوسہ دیا پھر رو کر کہا میرے ماں باپ قربان اسے اللہ کے نبی خداوند تعالیٰ آپ پر دو موتیں نہیں بھیج کرے گا۔ جو موت آپ پر لکھی ہوئی تھی وہ آپ پر وارد ہو چکی ہے۔

پھر حضرت صدیق اکبر نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کرتا تھا۔ (وہ تو آج چھوڑ دیوے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک مر گئے ہیں، اور جو شخص اللہ کی بندگی کرتا تھا وہ جاری رکھے کیونکہ خداوند تعالیٰ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔

واضح رہے کہ یہ روایت اور موت کا لفظ بخاری شریف میں کئی جگہ آیا ہے۔ صحیح مسلم شریف کتاب الفضائل میں ہے مَا تَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَبِسِتِّينَ ص ۶۶

ترجمہ: جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ہوئی اس وقت آپ کی عمر شریف ۶۲ برس تھی۔

حدیث کی کتابوں میں یہ لفظ عام افتد مستقل ہے۔ اگر اس میں کچھ بے ادبی ہو تو تواتر سے بڑے بڑے بزرگ محدث اپنی کتابوں میں کیوں لکھتے۔ پھر ان حدیثوں کے راوی

الفاظ کی روایت کیوں کرتے۔ بندہ کے خیال میں حدیث اور تفسیر کی ایسی کوئی کتاب یقیناً نہ ہوگی جس میں حضور علیہ السلام کے لئے موت کا لفظ نہ آیا ہو۔ اب علما و اہل سنت کے ارشادات دیکھئے علامہ قاضی عیاض امام اہل سنت نے شفا شریف میں ایک فصل اس عنوان سے لکھا ہے:-

اور جان لو کہ ادب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور تعظیم آپ کی آپ کی موت کے بعد اسی طرح ضروری ہے جس طرح آپ کی زندگی میں ضروری تھی۔ اسی فصل میں فرماتے ہیں:-

یعنی آپ کا ادب اس حالت میں کہ آپ میت ہیں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کی زندگی میں تھا۔ شفا شریف ص ۳۹ دھ ۳۰۔

نیز فرماتے ہیں:-

”انبیاء کے جسم بشری صفتوں سے متصف ہیں۔ ان پر بیماری، موت، فنا اور تمام انسانی صفتیں آتی ہیں۔“ (شفا شریف جلد دوم قلم ثانی)

نیز امام اہل سنت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریف جلد دوم باب ثانی کے شروع میں فرماتے ہیں:-

”وَأَنَّ حُرْمَتَهُ مَيِّتًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا۔“

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے انبیاء اور رسول بشر سے ہیں (یعنی بشر ہیں) اور بے شک آپ کا جسم مبارک اور آپ کا ظاہر خالص بشر ہے۔ آپ کے جسم مبارک پر تبدیلیاں، دکھ درد بیماریاں اور موت کا پیا لہ پینا اسی طرح جائز ہے جس طرح بشر کے لئے جائز ہے اور یہ سب چیزیں آپ کی شان میں کی نہیں کرتیں۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا والوں پر

لکھ دیا ہے کہ یہاں زندہ بھی رہیں گے اور مریں گے اور زمین سے نکلیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے تمام بشر کو تبدیلیوں کے مقام پر پیدا کیا ہے بے شک آپ بیمار ہوئے۔ آپ کو گرمی سردی ملتی تھی، بھوک اور پیاس لگتی تھی، غصہ اور دل تنگی بھی ہوتی تھی، تھکان اور تکلیف بھی ہوتی تھی کمزوری

اور بڑھاپا بھی آپ پر آیا، آپ گھوڑے سے گئے اور آپ کا پہلو پھیلا گیا کانٹوں سے پتھر مار کر آپ کے دانت مبارک شہید کر دیئے۔ آپ کو زہر بھی پلایا

نیز حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دفن سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے پس فرماتے تھے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور خداوند تعالیٰ سے دُعا مانگو کہ اسے نیکوئیں کے جواب میں ثابت قدمی عطا فرمادیں کیونکہ اب اس سے پوچھا جا رہا ہے۔
(مشکوٰۃ شریف باب عذاب القبر)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعید صاحب زادہ حضرت ابراہیمؑ اور عثمان بن مظعونؓ کی قبر پر پانی چھڑکنے کا حکم دیا ہے (ابن ماجہ، ابوداؤد و ترمذی و غیرہ بحوالہ شامی ص ۸۳۶)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ قبر پر پانی چھڑکنے کے بعد سب لوگ کچھ دیر بیٹھ کر میت کے لئے گناہوں کی بخشش، اور منکر نیکر کے جوابات پر ثابت قدمی کی دُعا مانگیں اور یہ بیٹھنا اتنی دیر تک ہو کہ جتنی دیر اونٹ ذبح کرنے، اس کی کھال اتارنے گوشت ہانے اور ہانٹنے پر لگتی ہے، کیونکہ اونٹ کی جان بھی دیر سے نکلتی ہے۔ چڑا اتارنے پر بھی بہت وقت خرچ ہوتا ہے، گوشت کاٹنا اور تقسیم کرنا بھی بڑا کام ہے درحقیقت مسلمان بھائی پر یہ بہت بڑا احسان ہے ایک مسافر آج ہی نئی منزل اور نئی دنیا میں آیا ہے، شام کا وقت ہے دین اسلام کے بنیادی اصولوں پر ایمان کی پڑتال اور تحقیقات درپیش ہے، مسلمان بھائیوں کا آخری احسان اس پر یہ ہے کہ نہایت خاموشی و توجہ اور زاری سے اس کے واسطے دُعا دلجائیں۔ کیونکہ میت پر نہایت خطرناک وقت ہے، کئی مومن مرنے کے نیچے پڑا ہے ہماری آواز کسی مادی اور طبعی ذریعہ سے اُسے ہرگز نہیں پہنچ سکتی بلکہ خداوند تعالیٰ کے پہنچانے سے ہی پہنچ سکتی ہے اور خداوند تعالیٰ کی رحمت کو فقط سنت طریقیوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے یہاں بدعات کو تراشنے اور ایجاد کرنے کی بجائے سنت کی پناہ لینی چاہیے اگر اپنے قیاس سے اپنی عقل کی ایجاد سے اذان یا کوئی اور بناؤنی کام کیا تو میت کی حق تلفی بھی ہوئی، اور سنت سے محرومی بھی ہوئی۔

استغفار اور دعا کے ساتھ میت کے سر اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا اول، آخر پڑھنا بھی حدیث سے ثابت ہے۔ اف و شوافع اس کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو شامی ص ۸۳۶ کتاب الاذکار امام نووی ص ۱۱۱ اشعۃ المعانی شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۱۱

اول قبر پر اذان کہنے کے لئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اذان کے الفاظ سے میت کو جوابات معلوم اور تلقین ہوتی ہے۔ وہ اذان کے الفاظ کا سورۃ بقرہ کے اول آخر سے مقابلہ کر لے دیکھیں۔

۱۔ اذان کے الفاظ قرآنی الفاظ نہیں ہیں، اور سورۃ بقرہ کے اول و آخر قرآن کریم کی ایسی آیات ہیں جن کے فضائل بے شمار ہیں۔

۲۔ سورۃ بقرہ کا اول آخر حدیث سے ثابت ہے اس پر بزرگان دین کا عمل بھی ثابت ہے۔ لیکن اذان کہنا نہ حدیث میں ہے نہ فقہ میں، نہ بزرگان دین کے عمل میں، ہاں بدعت سے ضرور ثابت ہے۔

۳۔ اذان کے الفاظ میں توحید و رسالت کا نہایت سادہ تصور ہے۔ لیکن سورۃ بقرہ کے اول و آخر میں ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلام کے تمام بنیادی اصول، ارکان، اعمال، افعال کا پورا پورا تصور موجود ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس میں شک ہو تو اس دعویٰ کو جانچ کر کے دیکھیں، پھر اگر میت کو تلقین اور تعلیم ہی مقصود ہے تو ایسی جامع شافی کافی مبارک تعلیم سے کیوں محروم کیا جاتا ہے۔

۴۔ سنت کی روشن مثال کے مقابلہ میں بدعت کو سوچنا ہی کتنی جرأت ہے؟۔ حدیث میں میت کو جوابات کی تلقین کا ایک طریقہ اور بھی ہے۔ جو کتاب الاذکار ص ۱۱۱ شامی اشعۃ المعانی ص ۱۱۱ پر درج ہے۔ شافعی مذہب میں اس کا زیادہ رواج ہے حنفیوں میں بہت قحورے لوگ اس کے قائل ہیں شامی کے تین ذخائر کا فیصلہ یہ ہے

”مناسب یہ ہے کہ مروجہ تلقین نہ کی جائے“

بحر الرائق ص ۱۱۱ میں ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں۔ تلقین میت بہت سے شافعیوں اور بعض حنفیوں کے نزدیک مستحب ہے، اشعۃ المعانی ص ۱۱۱

معلوم ہوا کہ حنفیوں میں اس کے قائل بہت کم لوگ ہیں، اور بندہ مؤلف عرض کرتا ہے کہ تلقین میت کی ضرورت اگر تسلیم بھی کر لی جائے تو سورۃ بقرہ کے اول و آخر

کے برابر تلقین کے الفاظ نامکمل ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں بھی تلقین کے الفاظ
اس سے زیادہ جامع مضمون کہیں نہیں ہے پھر دُیْنَا لَا تُوَلِّدُنَا سے جو الفاظ
ہوتی ہے انصاف سے سوچئے کہ وہ کس قدر حسبِ حاصل اور مناسب ہے مگر افسوس کہ
لوگوں کو مسائل پیدا کرنے کا شوق لگ گیا ہے، ان کو قرآن کے الفاظ اور سنت طریقیوں میں
کچھ نوری نظر نہیں آتا، یاد رکھو کہ بدعت کا ٹھکانا ہوا چراغِ اہل صراط پر پھڑکے گا، اور سنت
حال پر اظہار حاصل ہونے کے بعد افسوس کے سوا کیا حاصل ہے

واقع ہو کہ دفن کے بعد اذان دینا ایک نیا مسئلہ ہے، نہ حدیث میں، نہ فقہ متنبیہ
میں، بزرگانِ دین کے مبارک زمانہ میں ان بدعتوں کا نام و نشان اور رواج ہرگز نہ تھا،
چنانچہ کئی صدیوں تک تو قبر پر اذان کا ذکر تک نہیں آتا۔ پھر زمانہ میں بعض غیر قابلِ ذکر
شافعی لوگوں نے اس کو جاری کیا، اور فقہاء اخلاف نے اس کو بدعت کا خطاب دیا چنانچہ
حقی فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ شامی ص ۳۵ میں ہے۔

«علامہ خیر الدین ربلی نے بحر الرائق کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ میں نے شافعی
مذہب کی کتابوں میں لکھا دیکھا ہے کہ کہیں کہیں نماز کے علاوہ بھی اذان
کہنا سنت ہے، جیسا بچہ کے کان میں اذان کہنا، غزوہ، مگی والا، مخصب
ناگ بدخلیٰ انسان یا جانور کے کان میں اذان کہنا، جنگ کے وقت، آگ
لگ جانے کے وقت اذان کہنا بھی سنت ہے کسی نے یہ بھی کہا ہے۔
کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت، اس قیاس پر کہ جب دنیا میں پیدا ہوا
تھا اس وقت بھی بچہ کے کان میں اذان کہی جاتی ہے، لیکن علامہ ابن
حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو شرحِ عباب میں رد کر دیا ہے۔ ۱۰۰ الخ
ظاہر ہے کہ یہ کتابیں شافعی مذہب کی ہیں ہم اس کے جواب دہ نہیں ہیں، پھر غور کیجئے
کہ بریلوی مذہب کا مسئلہ میرا لفظ سے شروع ہوتا ہے۔ قیل کسی گناہ شخص نے کہا ہے
کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہی جائے لیکن علامہ ابن حجر نے شرحِ عباب
میں اس کو رد کر دیا ہے۔

طر آرنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہم ہوئے
حقی مذہب میں تو اس اذان کا نام نشان ہی نہیں، شافعی مذہب میں بھی اس بدعت
کا یہ حال ہو رہا ہے عند انزالِ المیت کا لفظ اس بات کی دلیل ہے
کہ شافعی مذہب میں یہ رواج تھا کہ میت کو اتارتے وقت اذان کہتے تھے۔ دفن کے بعد
اذان کہنے کی بدعت آج تک اہل علم میں سے کسی کو نہ سوجھی۔ دین کی تمام کتابیں
آج تک اس کے متعلق خاموش ہیں چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی ص ۳۵ میت کو قبر
میں رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھنے کے بیان میں ایک
تنبیہ بیان فرماتے ہیں۔

«احادیث میں جو الفاظ میت کو رکھتے وقت پڑھنے کے لئے وارد ہوئے
ہیں، انہیں سے بند رہنے سے اس بات کا اشارہ نکلتا ہے کہ میت
کو قبر میں داخل کرتے وقت اذان کہنا جیسا کہ آج کل دستور بن گیا
ہے سنت نہیں ہے اور علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں صاف صاف
لکھ دیا ہے کہ دفن کے وقت اذان کہنا بدعت ہے، اور یہ بھی کہا
ہے کہ جن لوگوں نے پیدائش کی اذان پر قیاس کر کے اسے سنت کہا
ہے انہوں نے غلطی کھائی ہے۔»
اس کے بعد علامہ نے ایک زریں اصول بیان کیا ہے جس پر غور کرنے سے بریلویوں
کے نا اہل ہمارے تمام مسائل کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ فرماتے ہیں۔
«بعض علماء حنفیہ وغیرہ نے فرض نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کے وجہ
روان کے متعلق صاف صاف لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے باوجودیکہ مصافحہ کرنا
سنت ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خاص نماز فرض کے بعد مصافحہ کرنا
کہیں منقول نہیں ہے، تو اب اگر ایسا کام پابندی سے کیا جائے تو عام
لوگ اس وہم میں پڑ جائیں گے کہ یہ سنت ہے، اس لئے نازِ غائب پر
جمع ہونے سے لوگوں کو منع کیا گیا ہے جس کو بعض عبادت گذاروں نے

ایجاد کیا تھا کیونکہ یہ نماز خاص ان راتوں میں کہیں منقول نہیں ہے اگرچہ نماز بہترین چیز ہے۔

اب یہ سنئے کہ نماز رغائب کیا ہے، بحر الرغائب ص ۵۳ میں ہے۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الرغائب جو رجب کے پہلے جمعہ کی رات کو پڑھی جاتی ہے اس پر لوگوں کا جمع ہونا مکروہ ہے، اور یہ بدعت ہے۔

واضح ہو کہ بہت سے لوگ مسجد میں جمع ہو کر رجب کے اول جمعہ کی رات مغرب اور عشاء کے درمیان ۱۲ رکعت نفل دود و ذکر کے پڑھتے تھے۔ اس زمانہ میں اس کا رواج چل گیا تھا سو چنانچہ یہ کہ علماء نے اس سے کیوں منع کیا؟ نفل عبادت کی ہر روز اجازت ہے، پھر منع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک عام چیز کو کسی جگہ، یا وقت، یا مقرر تارخ پر متعین کر لینا، اور اس میں خصوصی تاثیر سمجھنا دین پر زیادتی ہے اس بنا پر ہر نماز کے بعد مصافحہ سے علامہ شامی منع کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج علماء و حق دین کے بعد اذان سے منع کرتے ہیں گو اذان میں اللہ کا ذکر ہے لیکن قبر پر قرآن پڑھنے اور دعا استغفار کا موقع ہے یہ رسم چھوڑ کر اذان و سلام جو رسم بھی نکالی گئی، دین کو دو نقصان پہنچیں گے، ترک سنت اور ایجاد بدعت۔

بھائی مسلمانو! قبر پر اذان پڑھنے کا ذکر حنفی کتابوں میں بس اتنا ہی تھا جو آپ نے دیکھ لیا بعض گناہ شافعی علماء نے اسے تجویز کیا تھا جس کو شافعی علماء نے ہی بدعت کہہ دیا حنفیوں میں تو اس مسئلہ کا نشان ٹک نہیں ملتا اور شافعی علماء نے بھی صرف قبر میں رکھتے وقت اذان کہنے کو بدعت کہہا ہے دفن کے بعد اذان کہنے کا تو کہیں نام تک نہیں ہے۔ مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے رسالہ ایدان الاجری پہلی سطر میں اس بات کو تسلیم بھی کر گئے فرماتے ہیں:-

”بعض علماء دین نے میت کو قبر میں اتارنے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا“ مگر افسوس کہ علماء ناقابل ذکر بلکہ نامعلوم ہیں ورنہ مولوی صاحب حسب عادت ان کے نام بعد القاب ضرور درج کرتے، پھر فرماتے ہیں:-

”علامہ ابن حجر مکی اور خیر الدین رملی نے ان کا یہ قول نقل کیا“

بجائے لیکن کس انداز میں ذکر کیا؟ ان لفظوں کو اردو میں بیان کرنے سے مولوی صاحب جھجکتے ہیں کہ یہ سخت کمزور پہلو ہے یہ تلخ ٹھونٹ ایک خاص تدبیر کے ساتھ گلے سے اتارنے ہیں کہ جس بات میں اپنی کمزوری ظاہر ہوتی تھی اُسے عربی میں بیان کیا تاکہ اہل علم کے اعتراض سے بھی بچ جائیں اور دو پڑھنے والے بظن بھی نہ ہوں گے۔ فرماتے ہیں:- اَمَّا اَلْكَلْبُ فَبِیْ فِتَاوَاةٍ وَفِي شَرْحِ الْعَبَابِ وَعَارِضٍ وَاَمَّا اَلْوَلْبُ فَبِیْ حَاشِیَةِ الْبَحْرِ الرَّائِقِ وَصَوْنٍ۔

ترجمہ:- علامہ ابن حجر مکی نے اپنے فتاویٰ اور شرح عباب میں ان گناہ بعض علماء کی تردید کر دی ہے یعنی شافعی مذہب کے جن علماء نے میت کو اذان اتارنے وقت اذان کہنا سنت کہا ہے علامہ ابن حجر مکی نے ان کی دلیل کو تسلیم نہیں کیا ان کی تردید کر دی ہے اور رملی نے اس مسئلہ کو بیمار قرار دیا ہے۔

ناظرین! یہ عبارتیں آپ ابھی ابھی فتاویٰ شامی کے حوالہ سے پڑھ چکے ہیں۔ دیکھئے مولوی احمد رضا خان صاحب اپنے زمان سے ملتے ہیں کہ دفن کے بعد اذان کہنے کا تو کہیں ذکر بھی نہیں۔ البتہ قبر میں اتارنے وقت بعض ناقابل ذکر لوگوں نے اسے سنت کہا۔ مگر علامہ ابن حجر مکی اور خیر الدین رملی نے تردید کر دی میت کو قبر میں اتارنے وقت اذان کہنا نامعلوم شخص نے سنت کہا ہے اور اس کی تردید میں یہ دو بڑے بڑے فقہیہ موجود ہیں۔ خدا کے لئے دیکھئے یہ مسئلہ کتنا کمزور ہے مگر حیرانی ہے کہ مولوی صاحب استناد قرار کرنے کے باوجود مندر پر کھڑے ہو جاتے ہیں

”جو شاخ نازک پر آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا“

جو بیس صفحات کا رسالہ ہے اس میں کوئی عبارت ایسی نہیں ہے جس میں دفن کے بعد اذان کہنے کا حکم ہو، تمام قیاسات ہیں وہ بھی پہل چند الفاظ میں رسالہ کا نمونہ دیکھ لیجئے۔ فرماتے ہیں:-

۱۔ قبر میں شیطان کے گمراہ کرنے کا خطرہ ہے اور اذان سے شیطان بھاگتا ہے اس لئے اذان کہنی چاہیے۔

جواب

موت کے بعد انسان سے شیطان اور نفس کی کشش ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم صلیب میں فرمایا ہے کیونکہ قبر آخرت کی منزل میں شمار ہوتی ہے۔

حدیث میں شر شیطان سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے دل پر شیطان کا جو اثر لے کر آیا تھا اس سے خداوند تعالیٰ بچائیں اور اذان میں جو شیطان کو بھگانے کی تاثیر ہے، وہ اس صورت میں ہے کہ فرض نماز کے لئے اذان کہی جائے جیسا کہ حدیث میں ہے اِذَا اُذِّنَ لِلْعَلْوَةِ... الخ

۲۔ حضرت جابر کی حدیث میں ہے کہ حضرت سعد کو دفن کرنے کے بعد آپ نے دیر تک سُبْحَانَ اللہ پڑھا۔ صحابہ نے بھی آپ کی اتباع میں پڑھا پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہ نے بھی کہا اذان میں بھی اللہ اکبر ہے اس لئے اذان کہنا چاہیے۔

جواب: حضرت جابر کی حدیث میں تو اذان کا نام تک نہیں ہے صرف تسبیح اور تکبیر کا ذکر ہے کیا اذان میں تسبیح بھی آجاتی ہے اور حدیث پر غور کرنے معلوم ہوتا ہے کہ قبر کی گھٹی اور تنگی دور کرنے کے لئے اصلی چیز تسبیح تھی جب حضرت سعد پر آسانی ہوئی تو آپ نے خوشی میں اگر تکبیر فرمائی تھی حدیث کے لفظ یہ ہیں اَنْ سُبْحَانَ طَعْمُ نَدَا تَحْتِ كَبْرُو فَكَبْرُو فَا ہم دیر تک سُبْحَانَ اللہ پڑھتے رہے پھر حضور علیہ السلام نے اللہ کہا تو ہم نے بھی اللہ اکبر کہا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں كُنْ التَّكْبِيرُ كَانِ بَعْدَ التَّسْبِيحِ یعنی تکبیر تو قبر کھل جانے کے بعد کہی گئی تھی علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں یہی لکھا ہے اَلَمَّا كَبْرُو عِنْدَ وَقْفِ الشَّعْبِ عَنْ سَعْدٍ اَيْ تَكْبِيرٌ تَوَاسُوتِ فَرَمَانِی تَحٰی جَب حَضْرَتِ سَعْدٍ بِرَقَبِ کُلِّ حُجَّی تَحٰی۔ اصلی چیز جس سے قبر کھلتی ہے وہ تو

تسبیح ہے جس میں آپ دیر تک مشغول رہے اہل بدعت نے اصلی چیز کو چھوڑ دیا اور تکبیر پر اذان کا حاشیہ چڑھا دیا حقیقت یہ ہے کہ تکبیر تو کسی عظیم الشان قدرت کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر آجاتی ہے معافی مانگنے کا لفظ تو سُبْحَانَ اللہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے نیز فرشتوں نے کہا۔ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (الآیت) قرآن کریم میں یہ استعمال ہے عَرَاتِنِ سِی بَات تَحٰی جَسے افسانہ کر دیا۔

دلیل ۳۔ اذان میں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ بھی ہے۔ اس سے میت کی تلقین بھی ہو جاتی ہے لَقِّنُوْا مَوْتَا کُمْ کَمَا حَقِیْقَتِیْ تَحٰی جَسے۔

جواب: میت کی تلقین اگر شرعی چیز ہوتی تو سلف صالحین کیوں اس سے محروم رہتے ملا علی قاری فرماتے ہیں مَرُوْبِہٖ تَلْقِیْنِ سَلَفِیْنِ مِیْنِ نَدٰی جَسے بلکہ یہ نئی ایجاد ہے اس لئے حدیث کو اس پر محمول نہ کرنا چاہیے تلقین کی بحث گزر چکی ہے اس کے بعد مولوی صاحب کی کوئی دلیل اس قابل بھی نہیں جسے قبر پر اذان دینے کے ساتھ دور کا واسطہ بھی ہو، اس لئے سر دست یہ بحث ختم کی جاتی ہے، اور بریلوی حضرات کی خدمت میں چند سوالات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حنفی فقہاء میں سے کسی قابل ذکر شخص کا نام لیں جو دفن کے بعد اذان کو جائز قرار دیتا ہو۔ اگر ایک شخص بھی نہ ملے تو خدا کا خوف کیجئے دین میں تصرف کرنے کا اختیار آپ لوگوں کو کہاں سے مل گیا۔

۲۔ ذکر کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ عام اذکار جو کسی وقت اور جگہ سے خصوصیت نہیں رکھتے۔

ب۔ خاص ذکر جو خاص ذکر قیود شرائط خاص اوقات اور مناسک سے مخصوص ہیں ان میں خاص خاص شرعی ہدایات ہیں۔

آپ یہ بتائیں کہ اذان آپ لوگوں کے خیال میں عام ذکر ہے یا خاص؟ اگر عام ہے تو شریعت میں نماز عید، نماز جنازہ، نماز کسوف، نماز خسوف، نماز اشتہار وغیرہ کے لئے اس کی اجازت کیوں نہیں دی گئی اگر خاص قسم کا ذکر ہے تو اس کے ہر جگہ

استعمال کی اجازت آپ کہاں سے لائے ہیں؟

۳۔ مولوی احمد رضا خان صاحب نے قبر پر اذان دینے کو جائز، پھر مستحب پھر مکہ کے کعبے پر جتنے دلائل قیاس اور اکتل سے جو نیز کے رہیں ان دلائل کو اذان سے کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے، بلکہ تمام عبادت میں جتنی بدعتیں جاری ہو سکتی ہیں ان سب بدعات پر یہ دلائل معمولی تبدیلی سے منطبق ہو سکتے ہیں پھر اذان کی کیا خصوصیت رہ جائے گی، مثلاً ایک بدعت پسند مولوی کہتا ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کے لئے اُسنے والے نماز کی نماز شروع کرنے سے پہلے بلند آواز سے بل کر پچاس دفعہ درود اور سلام پڑھا کریں، جو نہ پڑھے گا وہ وبا بی اور تارک سنت ہے ایک اور مولوی صاحب پانچ نمازوں کے ساتھ چھٹی نماز تجویز کرتے ہیں کہ اس چھٹی نماز کی ہر رکعت میں دو رکوع اور چار سجدے کئے جائیں ایک بدعتی صاحب یہ تجویز کرتے ہیں کہ ہر شخص قربانی کا جانور فوج کرنے سے پہلے قرآن مجید کا ختم کرائے ورنہ تارک سنت ہے ایک بدعتی صاحب اس بنیاد پر کہ نجاست اور غلاظت کے مقام پر شیاطین رہتے ہیں اور حدیث سے بھی ثابت ہے تو پاخانہ میں جاتے وقت لو کو حکم دیتے ہیں کہ جب تک میں پاخانہ میں ٹھہروں تم بلند آواز سے اذان کہتے رہو جیسا کہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے اس رسالہ میں بہت زور دیا ہے کہ اذان سے شیطان بھاگتے ہیں اس لئے یہ اذان بھی سنت ہوئی چاہئے۔ نیز صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جلع سے پہلے اللہ کا نام لے کر شیطان سے بچنے کی دعا کرنی چاہئے معلوم ہوا کہ اس وقت بھی شیطان کا خطرہ ہے اس لئے ایک بدعتی مولوی صاحب یہ نیا مسئلہ لگاتے ہیں کہ جلع سے پہلے شیطان کی شرارت سے بچنے کے لئے اذان بلند آواز سے کہنا چاہئے۔

اب ہم مولوی احمد رضا خان صاحب کا دین و مذہب رکھنے والوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان تمام مسائل کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ فاضل بریلوی نے قبر پر اذان کو جائز کرنے کے لئے جتنے دلائل قائم کئے ہیں وہ تمام کے تمام، یا اکثر دلائل ان بدعات پر جاری ہو سکتے ہیں بلکہ ہر بدعت چونکہ دین کا لباس پہن کر آتی ہے اس لئے ان دلائل سے

ہر بدعت جائز ہو سکتی ہے، اگر قبر پر اذان جائز ہو سکتی ہے تو یہ تمام چیزیں بھی جائز ہونی چاہئیں اور جناب ان چیزوں میں ہرج بھی کیا ہے؟ شریعت میں ان کو منع بھی نہیں کیا گیا، قرآن حدیث اور فقہاء ان مثال کی موجود شکل کے متعلق خاموش ہیں۔

۴۔ قبر پر اذان کی ضرورت کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آج دنیا میں نیا مسئلہ پیدا ہوا ہے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ تابعین تابعین مجتہدین بزرگان دین کے ہر زمانہ میں یہ ضرورت پیش آتی رہی ہے آج تک بزرگان دین ان مبارک زمانوں کے دستور پر عمل کرنا دوجہان کی سعادت سمجھتے رہے۔ آپ لوگوں نے اس ضد میں آکر کہ ہم بریلوی ہیں، سنت طریقہ چھوڑ دیا ہے اس کی جگہ اذان اور سلام پڑھنا ایجا کر لیا ہے تو کیا یہ سنت تبدیل کرنا نہیں ہے؟ اور جو چیز سنت کو بدلتی ہے کیا اس کے بدعت ہونے میں بھی کوئی شک ہے؟ حضرت شیخ عبدالحق کا ارشاد بھی یہی ہے اور بات یہ ہے کہ جس معاملہ میں مخصوص ذکر اور عمل کا مخصوص طریقہ موجود ہو، اس میں ایجابات کی ضرورت ہی کیا ہے؟ مشکوٰۃ شریف باب العطاس میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے سامنے ایک شخص نے چھینک لگائی پھر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ اللہ۔ حضرت ابن عمر نے اسے منع کرنے کے لئے فرمایا میں بھی کہتا ہوں یعنی دونوں لفظ اپنی جگہ پر درست ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھینک کے موقع پر درود و سلام پڑھنا نہیں سکھایا، بلکہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حال کہنے کی تعلیم دی ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس موقع پر فرماتے ہیں صاحب شریعت کہ نیچے چلنا چاہئے اور کئی ایسے کام ہیں جو اپنی جگہ اچھے ہیں لیکن خاص موقع میں وارد نہیں ہوئے، اور سنت میں نہیں آئے، جیسا کہ نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا وغیرہ اشعة العات ص ۲ مدارج شریف میں اسی موقع میں فرماتے ہیں، درود شریف کی فضیلت میں کیا شک ہے، لیکن جیسا کہ ارشاد ہوا ہے وہی کام کرنا چاہئے۔ صاحب شریعت نے ہر چیز کا مقام اور موقع مقرر کر دیا ہے، وہ بات اسی جگہ کہنی چاہئے اور کرنی چاہئے جیسا کہ کوع میں قرآن پڑنا منع ہے

بریلوی حضرات غور فرمائیں جس موقع کے لئے ہماری شریعت میں تعلیم موجود ہے اور
جگہ یہ گستاخیاں کتنی بدنامعلوم ہوتی ہیں۔

۵۔ شریعت جس معاملہ میں خاموش ہو، اور اس کے متعلق ہمارے دین میں واضح
ہدایت موجود نہ ہو، اس مسئلہ میں قیاس اور اجتہاد کی گنجائش بشرط اہلیت ہوتی ہے۔
لیکن جس مسئلہ کے متعلق حدیث میں خیر الہدیٰ و ہدیٰ مکتدہ علیہ
اللہ علیہ وسلم یعنی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا سنت صحابہ کرام علیہم السلام
ہو وہاں عقل کی گانگ اڑانا سنت کی ہنگام نہیں تو کیا ہے۔

۶۔ موت کے وقت شیطان کے گمراہ کرنے کا واقعی اور شدید خطرہ ہے، آپ کی
اس وقت اذان کیوں نہیں کہتے؟

۷۔ اعمال و افعال کی تاثیرات اور فوائد پر برگان دین کو نہایت گہری بصیرت اور
غور و فکر حاصل تھا۔ اذان کے یہ فوائد ان کی نگاہ میں کیوں نہیں آئے۔
۸۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے رسالہ میں قبر پر اذان دینے کی اجازت کا ذکر
تک نہیں اپنی اگلی اور تخمین سے انہوں نے اس کو جائز کہنے کی کوشش کی
ہے یہ ان کی ذاتی رائے ہے، کیا ایک شخص کی ذاتی رائے مذہب کی بنیاد بن
سکتی ہے؟

۹۔ جب بھی آپ لوگوں سے ان باتوں کی کوئی سند دریافت کی جاتی ہے
تو جواب یہ ملتا ہے کہ گو قبر پر اذان کہنا ثابت نہیں، لیکن یہ کہاں لکھا ہے
کہ یہ منع ہے، رسالہ انہما کے شروع میں منع کے دلائل جو حنفی فقہ کی معتبر
کتاہوں سے لکھے گئے ہیں، اس کے بعد آپ لوگوں کے پاس کیا گنجائش
رہ جاتی ہے۔

۱۰۔ اصل اشیاء میں حرمت ہے، یا اباحت، یا توقف،
حرمت اور اباحت کے دلائل سخت متعارض ہیں، اس لئے یقیناً دو نوساقط

وجہیں گئے، اور دونوں کی عدم موجودگی میں توقف کے متعلق ہونے میں کیا
شک ہو سکتا ہے؟ اور جب ثابت ہو گیا کہ اصل توقف ہے تو پھر تاہل غور
یہ امر ہے کہ اصل فی الاشیاء کے متعلق یہ اختلاف امور عادیہ کے متعلق ہے
یا تعبیدی امور کے متعلق؟ اس مسئلہ کے متعلق حنفی فقہاء کی تشریحات پیش
کریں۔ واضح رہے کہ کتاب الاعتصام میں امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے
ثابت کر دیا ہے کہ یہ اختلاف تعبیدی امور میں نہیں ہے، کتاب الاعتصام
صفحہ ۱۱

۱۱۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو عید کے دن، نماز عید
سے پہلے نفل پڑھتے دیکھ کر منع فرمایا، اس شخص نے جواب دیا، اے امیر المؤمنین
میں جانتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نماز پڑھنے پر عذاب نہیں دے گا کیونکہ نماز اللہ
کی عبادت ہے، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا، میں جانتا
ہوں کہ خداوند تعالیٰ کسی کام پر ثواب نہیں دیتے جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کیا نہ ہو، یا اس کی رغبت نہ دی ہو (اور چونکہ یہ نماز نفل
عید کے دن نماز عید سے پہلے نہ آپ نے پڑھی ہے، اور بے فائدہ کام حرام
ہے، تو شاید خداوند تعالیٰ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر
عذاب دے۔ (مجمع المحررین)

اس روایت کی روشنی میں اذان قبر کے متعلق آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ ص ۳۶ پر ایک زیر اصول
بیان فرمایا ہے کہ: "و تا بعد از جس طرح کرنے کے کاموں میں ضروری ہے،
اسی طرح چھوڑنے کے کاموں میں بھی ضروری ہے، پس جو شخص ایسے کام کو
ہمیشہ کرے جسے صاحب شریعت نے نہ کیا وہ بدعتی ہو گیا ہے"

بالکل ہی عبارت مرقاة شرح مشکوٰۃ حدیث اول کی شرح میں موجود ہے۔
بھائی مسلمانو! غور کرو! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان بھی عید کے

اور دقین میت کا دستور بھی، پھر آپ کا اذان کو چھوڑ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے لئے بھی اس کا چھوڑنا ضروری ہے، اور جو شخص، نہ چھوڑے گا وہی بدعتی ہوگا۔
والسلام



باب سوم

بریلویوں کی تاریخ

یوں تو بریلوی طرز خیال میں چار صدیوں سے درو سر بنا ہوا ہے چنانچہ امام مجددؒ بھی اسکے شاکی ہیں مگر ایک سو سال سے یہ سازش منظم ہو کر سنت رسولؐ پر حملہ کر رہی ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کو بعض اتفاقات کی بنا پر آخر عمر میں تحفہ اثناعشریہ لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ کتاب ضیعوں کی ترویج میں لاجواب ہے۔ سرکار اودھ بھی شبیر تھے انکے تنخواہ دار سنی مولویوں کو حق نمک ادا کرنے کے لیے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے بعض عباد پیدا ہونا قدرتی بات تھی مگر شاہ صاحبؒ کے علم و فضل کے سامنے ان کی دال نہ گلی حضرت شاہ صاحبؒ کے بعد ان کے بھتیجے شاہ اسماعیل شہیدؒ نے بدعت اور قرینہ سنی کی بڑھتی ہوئی رفتار کے پیش نظر رسالہ تقویۃ الایمان لکھا۔ یہ رسالہ تلخ ضرور ہے مگر اس وقت

کے تاریخی حالات شاہد ہیں کہ علامہ شہیدؒ کی یہی تلخ تصنیف بدعت کو گام دینے کا باعث ہوئی ورنہ قریب تھا کہ تمام ہندوستان تجارتیوں کا مندر بن جائے اس خاندان کے حاسد شیعہ پرستوں کو موقع ہاتھ آیا مگر تمام ہندوستان میں شاہ ولی اللہی خاندان کے علم و فضل کا طوطی بول رہا تھا۔ مجبوراً مولوی فضل حق خیر آبادی مرحوم کا تعاون حاصل کیا۔ یہ حضرت منطقی تو تھے ہی، اور علامہ شہیدؒ کے ہم عصر ہونے کی وجہ سے رقابت اور حسد میں بھی مبتلا تھے بل جُل کر ایک بد و گرام طے کر لیا۔ یہ چنگاری دہکتی رہی اور سنت کے مقابلے میں شیعہ پرستی منظم ہوتی رہی یہاں تک کہ انقلابات زمانہ نے حضرات علمائے دیوبند کو علم و فضل، تقویٰ طہارت اور دینی خدمات میں خاندان ولی اللہی کا جانشین بنا دیا۔ قاعدہ ہے کہ محبت اور عداوت وراثت میں تقسیم ہوتی ہے۔ زادھر انگریز بہادر نے ہندوستان میں قدم رکھتے ہی بھانپ لیا کہ یہاں کے مسلمان علمائے دیوبند سے والہستہ ہیں حضرات

علمائے دیوبند حریت اور آزادی کے علم بردار تھے۔ ان کا وجود انگریز کی رگ گردن پر موت کا نشتر تھا۔ یہ حضرات درس و تدریس، وعظ و نصیحت کے ساتھ خانقاہی نظام کے بھی متواتر تھے اور اس کے باوجود حلقہ شاگردی وسیع ہونے کی وجہ سے تمام ہندوستان بلکہ روم شام، عرب و عجم، کابل قندھار، بخارا خراسان، چین، تبت بلکہ دنیا کے تمام گوشوں میں اسلامی انقلاب کے لیے وسیع عالمگیر مساعیر اور سیکھیں بناتے اور چلاتے تھے۔ انگریز کی سیاست مشہور ہے۔ انگریز ہمیشہ قوت کی بجائے تدبیر سے کام لیتا ہے۔ حضرات علمائے حق کو بدنام کرنے پر تکل گیا اور جب اسے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں ایک برائے نام جماعت ان کے مخالفین کی بھی موجود ہے تو انگریز بہادر نے ان سیاسی اور علمی یتیموں کے سر پر اپنا سایہ عاطفت اور دست شفقت پھیلا دیا۔ اب کیا تھا بریلویوں کے وارے بنارے ہو گئے، دولت کے دہانے کھول دیئے گئے۔ روپیہ اور پیرس ان پر قربان ہونے لگا، حکومت کے علم سے وسیع مراعات ملنے لگیں۔ ہر جگہ سرکاری لوگوں نے یہی کام کرنا شروع کر دیا۔ ہر صوبہ میں ان کا باقاعدہ کام شروع ہوا چنانچہ لاہور میں سید پیدار علی شاہ صاحب اور بریلی میں مولوی احمد رضا خان اس محکمہ کے انچارج تھے۔ جہاد منسوخ کرنے کے لیے انگریز بہادر نے حضرت مرزا قادیانی کو اپنا رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور مجاہدین کی بدنامی کے لیے بریلوی مبعوث ہوئے۔ اسلام کے سینے میں یہ دونوں نخبز اس طرح پیوست کر دیئے گئے کہ اسلام انگریز کا یہ احسان کرم فرمائی کہی نہ جھٹولے گا۔ سوئے اتفاق یہ بھی تھا کہ جاہل پیروں کی خدائی بھی نذر و نیاز، علم غیب اور حاضر ناظر کے عقیدہ پر کھڑی ہے اور پیر پرستی ہندوستان کی بہت بڑی پیداوار ہے۔ پیروں نے بھی بریلویت کو سہارا دیا، یہ کمزور یتیم جو مرض الموت میں مبتلا سمجھا جاتا تھا چند دنوں میں تندرست، شوخ اور جوان ہو گیا اور تمام سالجہ اہل البدع والا ہوا کی طرح اس کا لغزہ بھی کلمۂ حق اُس سید مبہا الباطل کا مصداق تھا

انگریز نے حضرات علمائے دیوبند کو بہت زیادہ بدنام کرنے کے بعد جیل کی کال کوٹھڑوں میں ٹھونسنا شروع کر دیا۔ حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کے روحانی فرزند زبیب زندان ہونے لگے۔ غارتلاشی وارنٹ گرفتاری دیوبند میں رات دن کا مشغلہ تھا اور جب بھی کسی بندہ خدا کو گرفتار کیا جاتا تھا، جیل سے رہائی اُس وقت ہوتی تھی جب سول سرجن کی طرف سے مرض موت کا سرٹیفکیٹ میسر آتا۔ بریلوی مذہب نے جو ان ہوتے ہی انگریز بہادر کے اشارے سے مندرجہ ذیل خطوط پر کام کرنا شروع کیا:

- ۱۔ شیعیت اور افضیت کی روح کو اہل سنت میں عملاً و اعتقاداً داخل کرنا۔
 - ۲۔ مرجوع اور مجروح اقوال غیر معتبر اور ضعیف روایات کی پناہ میں بدعت کے خنجر سے سنت رسولؐ کو زخمی کرنا۔
 - ۳۔ اولیاء اللہ کی محبت کی آڑ میں انگریز دشمن سنت دوست حضرات علمائے دیوبند کو بھوٹ، پروپیگنڈا، اشتہار بازی اور گالی گلوچ سے بدنام کرنا۔
 - ۴۔ سیاسی جھوٹ پیدا کرنا، مسلمانوں کو سیاست سے دور رکھنا، ہر سیاسی جماعت پر نامور سپاہی اور دینی مفکر کو بے دریغ ایلا استثنائاً کا فر کرنا۔
 - ۵۔ اپنے پیر کے علاوہ ہر بزرگ کو بدنام کرنا، نفرت سے دیکھنا، پارٹیاں بنانا، قوم کو لڑانا۔
- ناظرین! بریلوی مذہب کے یہ پانچوں اصول دراصل اس مذہب کے ارکان خمسہ ہیں۔ سب سے پہلے نمبر کو لیجئے۔ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اس مذہب کی پیدائش کے اصلی اسباب اور محرکات میں سے ایک سبب شیعہ نوابوں کی نمک خواری بھی ہے۔ جو تحفہ اثنا عشریہ کی تصنیف کے بعد دہلوی خاندان سے مستقل بقبض و عناد کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ اس لیے بریلوی عقاید اور عمل میں شیعیت کا عنصر شامل ہونا لازمی اور ضروری تھا۔ چنانچہ آج جتنے مسائل ہمارے اور بریلویوں کے درمیان زیر بحث ہیں ان تمام مسائل میں شیعہ اور بریلوی ایک ہیں

متفق ہیں مثلاً علم غیب، حاضر ناظر، بشریت، نور کا مسئلہ، تیجا، پوٹھا، چم سا لہا کی تعینیں، کھڑے ہو کر سلام پڑھنا، بلند آواز سے درود شریف پڑھنا، حضرت ابوبکرؓ، حضرت امام جعفر صادقؑ کا کوٹڑا، اور نذر اولیاء کو جائز سمجھنا، مدد کے لیے پکارنا اور باعلیٰ مدد! تو شیعوں کا سلام ہے، شیعہ انبیاء کے علاوہ بارہ اماموں کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں، ان کو سمندر کے قطروں، درختوں کے پتوں تک کا عالم سمجھتے ہیں، شیعہ انبیاء اور اماموں کو نور کہتے ہیں، اور اسی بنا پر بشریت کا انکار کرتے ہیں۔ بریلوی داعظ اور بھی ترقی کر گئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ماننے لگے ہیں۔ چنانچہ ایک لائبریری داعظ سید پیر صاحب نے سورہ حشر کی آخری آیات **هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** ... کا مصداق حضور کو قرار دیا ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں قرآن بھی نور ہے، یعنی نور ہدایت۔ اور یہ مضمون قرآن میں کئی جگہ موجود ہے، مگر بریلوی حضرات نور کے معنی بشریت کے برعکس سمجھتے ہیں۔

تعیّنات اور بدیہی رسوم میں تو شیعہ اور بریلوی کا ایسا سمجھوتہ ہے کہ من تو شدم تو من شدی کا نظارہ ہے۔ مجلس ختم ہوتے وقت اٹھ کر سلام پڑھنا، مسابو اور یہودیوں سے شیعہ نے سیکھا تھا۔ اب شیعوں میں ضروری ہے اور بریلوی بھی ناغہ نہیں کرتے۔ شیعوں کی سوزی اور مرثیہ خواں، ادھر بریلویوں کے فوت خواں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ان کی حرکات، ناز و انداز، ادائیگی، راکت کی مہارت، معرکہ بندی اور چال ڈھال بالکل ایک ہے۔ **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ** اور مجلس کے احوال تو اس قدر ملتے جلتے ہیں کہ آہ، واہ، جزاک اللہ انداز بیان، مباغز آمیزی، تبرا بازی، تمہت سازی اور دشنام طرازی میں دونوں ایک ہیں راصل میں دونوں ایک ہیں۔

شیعہ اور بریلوی مقررہ دورانِ تعزیر میں آرام لینے کے لیے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد حاضرین کو بلند آواز سے درود شریف اور مومنین صلوات پر مجبور کرتا

ہے اور یہ بھی ایک فیشن ہے۔

اور سب سے بڑی چیز نذر اولیاء کا مسئلہ ہے۔ شیعہ بارہ اماموں کی نذرین مانتے ہیں اور اس کو تبرک سمجھتے ہیں، ہر بات میں ان کو مالک مختار مانتے ہیں ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ دنیا کا نظام، تحقیق چلا رہے ہیں اور بریلوی بھی نذر اولیاء کے دلدادہ ہیں۔ بزرگوں کو نیاز پر مسجدوں میں جہاد ہوتا رہتا ہے۔
الغرض! بریلویوں نے شیعوں کے تمام مسائل کو وہاں سے اٹھا کر اہل سنت کے سر پر دے مارا اور بزرگانِ دین کی محبت کے پردہ میں شیعہ کی تمام رسومات کو اہل سنت میں رائج کرنا چاہتے ہیں۔ نام کو اہل سنت بنتے ہیں اور کام شیعوں کا کرتے ہیں۔ درحقیقت یہ جماعت شیعوں کی ایجنٹ ہے اور شیعیت اس سے پہلے بھی اسلام کی تاریخ میں اہل سنت پر بار بار ایسے حملے کر چکی ہے۔

۶۔ ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ بریلوی مذہب کے دلائل طبقہ رالبد کی احادیث قصہ کمانی، داستان مذہب مجتہدین کے مخالف اقوال، موضوع روایات اور خوش آوازی ہے۔ حضرت امام مجددؑ نے کیا خوب فرمایا: کہ
”بدعت کا سرچشمہ پیر اور بدعتی مولوی ہیں۔“

۲۔ حضرات علمائے دیوبند کی سیاسی اور دینی بصیرت، انگریز دشمنی، استقامت فی الدین پر کئی دفتر لکھے جا چکے ہیں۔ ان حضرات نے انگریز کے منہس دور میں جس توکل و شہادت قدمی اور استقلال سے انگریزی ظلم و ستم کا مقابلہ کیا ہے وہ تاریخ اسلام کا ایک زریں باب ہے جس پر بلند نظر مورخین بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔ مگر چمکا ڈر کی آنکھ کیا دیکھے؟

ادھر بریلویوں کی ناز پروردگی، آرام طلبی، جاہ پرستی کا یہ حال ہے کہ شہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے گزرتے تھے۔ سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت حقہ میں کستوریاں بھر کر پیتے تھے، مرتے مرتے بھی اُمت سے وسیع دسترخوان مانگتے ہیں۔ انگریز کے زمانہ

میں اگر کسی بریلوی نے اُٹ بھی کی ہو یا کسی بریلوی کے ہاؤں میں کاٹا بھی چھجا ہو تو بتائیں۔ آج تک بریلوی جماعت کی طرف سے کوئی تنظیم یا اقامت دین کی کوئی کوشش وجود میں نہیں آئی۔ ہاں یہ خدمت ضرور کی کہ مسلمانوں کو کافر بنایا اور انگریزی دور میں ہندوستان کو دارالاسلام بنایا کتاب الامارۃ والحبۃ میں جہاد کی ایسی شرائط بیان کیں جن سے جہاد کو منسوخ تو نہ کیا ختم کر دیا۔

۴۔ سیاسی جمہوریت۔ بیان ہو چکا ہے کہ بریلویوں نے آج تک کسی سیاسی تنظیم کا ساتھ نہیں دیا اور کوئی تنظیم جو ہندوستان کو انگریز کے آہنی پنجے سے آزاد کرنے کے لیے قائم ہوئی تو انگریز کو جاتا دیکھ کر بریلوی سٹپٹائے، فتویٰ بازی کی، ہر ایک سیاسی جماعت سیاسی فرد سیاسی لیڈر کو بلا تمیز کا فرکا اور سچ یہ ہے کہ حضرات علمائے دیوبند کو کافر کہنے کی وجہ بھی صرف یہی ہے۔ مفکر ملت علامہ اقبال کا سب سے بڑا گناہ یہی ہے کہ وہ حریت، آزادی اور خودی کے معلم ہیں۔ جھٹ مولوی دیدار علی شاہ صاحب نے ان پر کھڑکا فتوے دے دیا۔ اس وقت پیش نظر بریلویوں کے چند رسائل ہیں۔ ان کی سیر سے ناظرین اندازہ کر سکیں گے کہ تقسیم ہند کے موقع پر بریلوی علماء نے کس دینی اور دنیوی تدبیر کا ثبوت دیا۔

ایک رسالہ ہے الدلائل القاطعۃ علی الکفر النیاشۃ دوبارہ کاٹھیاواڑ ایجوکیشنل مسلم کانفرنس۔ جس میں مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لے کر مولوی دیدار علی شاہ صاحب علماء ہڑتل، کلکتہ، جبل پور، بہار، کانپور، سندھ حیدرآباد، سیتاپور، کاٹھیاواڑ، شاہجہان پور، رام پور، لاہور کے اسی بریلوی مقتدر علماء کے دستخط موجود ہیں، بالاتفاق لکھا ہے کہ اس مسلم کانفرنس میں شمولیت اور مالی امداد دینا حرام ہے اور اسی فتویٰ سے مسلم لیگ کی شمولیت حرام ثابت کی ہے۔

دوسرا رسالہ احکام توریہ شمس عیہ بدر مسلم لیگ مصنفہ مولوی شمس علی

رضوی صلا پر لکھتے ہیں:

”کانگریس کھلے ہوئے کافروں کی جماعت ہے۔۔۔۔۔ اس کے

ہمنوا مثلاً جمیعت العلماء مجلس احرار وغیرہم اشرار کلم فی النار“

صنا پر تشریح فرماتے ہیں:

”حسین احمد اجدوہیا باشی، شبیر احمد دیوبندی اسلام سے دور

کفایت اللہ“

یعنی مولانا حسین احمد مدنی، علامہ شیخ الاسلام پاکستان محدث شیخ شبیر احمد

عثمانی دیوبندی۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی۔ آگے مسلم لیگ کے

متعلق فرماتے ہیں:

”وہ اغراض و مقاصد جن کے لیے مسلم لیگ بنائی گئی ہے۔۔۔

وہی اصول شرعیہ و احکام اسلامیہ کے مضاد اور مخالف ہیں“

ذرا بتائیں تو مسلم لیگ کے اساسی دستور میں کون سی کفریات ہیں؟

اب نیسے مسلم لیگ کا گناہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں:

”تھانوی کو لیگیوں کی تقریروں، تحریروں میں شیخ الاسلام کہا

جاتا ہے۔ حکیم الامت لکھا جاتا ہے۔ لیگ کے اجلاس میں

تھانوی کا پیغام خاص احترام اور اہتمام سے پیا اور سنا جاتا ہے“

فاظن بن! یہ ہے مسلم لیگ کا گناہ۔ مگر افسوس کہ بریلویوں کے فتوے دھڑ

رہ گئے اور تھانوی کے فتویٰ پر پاکستان بن کر رہا۔ بریلوی اپنے گھر میں

میاں مٹھو بننے رہے۔ ایسی انقلابی تحریکوں میں ایسے کوڑے مٹھو، ناعاقبت اندیش

کو تاہ نظر ملاؤں کے فتوے کون سننا ہے؟ ہر جگہ تصور شر تو نہیں ہے۔

اس کے بعد تیسرا رسالہ دیکھیے ”مسلم لیگ کی زریں بخینہ دری مصنفہ سید

اولاد رسول قادری برکاتی مارہروی سجادہ نشین مارہرو شریف۔ ان کے چلے گئے

الفاظ بھی نیسے۔

فرماتے ہیں :-

”لیگی جب خود فخر سے کہتے ہیں کہ کیا حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی لیگ کے حامی نہیں ہیں؟ اور تو اور اکثر علمائے دیوبند لیگ میں موجود ہیں۔ اور جب لیگی جلسے میں حضرت مولانا اشرف علی زندہ باد کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ اور جب لیگ کی خاص کمیٹی میں اشرف علی تھانوی کو عملاً خصوصی امتیاز دیا جاتا ہے کہ وہ اس میں بذریعہ نمائندہ شریک ہو تو.....“

دیکھئے ہندوستان کی چھتیس کروڑ آبادی اپنی قسمت کا فیصلہ کر رہی ہے مگر بریلوی اسی علماء نہ کانگریس کا ساتھ دیتے ہیں نہ لیگ کا۔ نہ الگ اپنی تنظیم کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ انگریز کی جبرائی ناقابل برداشت ہے۔ دس کروڑ مسلمانوں کا مفاد ایک طرف اور انہی بریلوی مولویوں کا ایک طرف۔ خیر مان لیا کہ پاکستان حضرت تھانویؒ کے فتویٰ سے بنا ہے۔ اب اس دیوبندی کے پاکستان سے ہجرت تو کر جائیں، مگر جائیں کہاں؟ کانگریس کو بھی کھلے کانوں کی جماعت کہ چکے ہیں۔ مسلمان تو وہی تھا جو انگریز تھا بسا۔

اس کے بعد ایک اور رسالہ دیکھیے الجوابات السنۃ علیٰ نرہاء الاستوالات التلیکیۃ مصنفہ اولاد رسول مارہروی۔ یہ بریلویوں کے بڑے حضرت ہیں۔ فرماتے ہیں :

”جو لوگ ان مقاصد اساسیہ لیگیہ کو سمجھتے ہوئے ممبر نہیں گئے۔ وہ خود بد مذہب ہو جائیں گے۔“ (بالاختصار) ص ۱۱

اس سے معلوم ہوا کہ بریلوی مولویوں کے نزدیک پنجابی پیر صاحبان اور خواص دعوام دس کروڑ مسلمان جو لیگ میں شامل ہوئے سب کے سب بد مذہب ہیں۔ معاذ اللہ ایہ کیسی بکواس ہے۔ یہ لوگ کسی کو بے دین، بد مذہب کہنا محرومی سمجھتے ہیں۔ پیروں کا یہ حال ہے تو علماء پھر عوام کا کیا گناہ؟ کافر اور بد مذہب

کہنا ان کا عام مشغلہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں :

”لیگ کے مقاصد اساسیہ..... جو صریح محرمات، ضلالت

بلکہ منہج بکفریات ہیں۔“ ص ۱۲

اسی رسالہ شریف کے ص ۱۲ تا ص ۲۲ پر درج ہے فتویٰ مبارکہ مرکزی انجمن حوزہ الاحیاء ہند لاہور یعنی مولوی محمد عبداللہ صاحب کے استاد کا اس میں نصید صاحب لاہوری فرماتے ہیں :

”لیگ کی حمایت کرنا، اس میں چند سے دینا، اس کا ممبر بننا، اس

کی اشاعت و تبلیغ کرنا، منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ

دینا ہے، اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“

یعنی تمام لیگی، پیر بزرگ اور نیک و بد دس کروڑ مسلمان منافقین و مرتدین ہیں۔ یہاں بریلویت پوری برہنہ ہو کر سامنے آ رہی ہے۔ ان سب رسالوں میں قائد اعظم مرحوم کو نہایت نازیبا الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس لیے بریلوی حضرات سے ہمارے تین سوال ہیں :

- ۱۔ کیا قائد اعظم مرحوم پر آپ کا وہی فتوے باقی ہے کہ قائد اعظم کئے دالے کی بیوی نکاح سے نکل گئی، یا فتویٰ بدل لیا ہے؟ اگر فتویٰ بدل سکتا ہے تو پاکستان بنانے والے حقیقت میں علماء دیوبند اور مولانا تھانویؒ ہیں۔ جیسا کہ حوالوں سے ثابت ہے۔ ان کی بھی جان چھوڑیے اور اگر نہیں بدلاتو قائد اعظم دس کروڑ مسلمانوں نے کہا ہے۔ کیا سب مسلمان عورتوں کا نکاح فسخ ہو گیا؟ نکاح کا معاملہ نازک ہے اس لیے جلدی جواب دیں۔
- ۲۔ جتنے مسلمان لیگ میں شامل ہوئے کیا سب مرتدین و منافقین ہیں؟ معاذ اللہ !

- ۳۔ مردوں کی حکومت میں رہنا کیسا ہے؟ بیٹینوا تو جبرؤا۔
- ناظرین! یہ فتوے بازی یہاں ختم نہیں ہوتی۔ آگے چلیے شرقیہ میں

میاں غلام اللہ صاحب کے زیر اثر ایک کفر کی مشین گن تھی۔ جس کا نام ہے مولوی محمد طیب قادری، برکاتی، دانا پوری، بریلویوں میں ان کی اہمیت یہ ہے کہ سید صاحب کے اس فتوے پر ان کے دستخط بھی ہیں۔ ان محمد طیب صاحب نے ایک کتاب لکھی ہے۔ تجانب اہل السنۃ اس میں بلا استثناء اور بلا تیز مولانا محمد علی، شوکت علی، علامہ اقبال، ظفر علی زبیدار سے لے کر کانگرس، یوگی، اتحادی، خاکساری، اجڑی، جمعیتہ العلمانی، خلافتی، غرض ہر مسلمان کو کاغذ کہا ہے ناظرین ناک بند کر کے یہاں سے گزر جائیں۔ یہ بریلوی سیاست کا سنڈاس ہے۔ مجبوراً آپ کو دکھایا گیا ہے تاکہ بریلویوں کی حقیقت آشکارا ہو۔

ناظرین! بریلویوں کی فتویٰ بازی آپ نے دیکھ لی، کس قدر بے حقیقت اور فضول ہے۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ ان بے حقیقت لوگوں کا کسی کو کافر کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سچے مسلمان ہیں۔ پس حضرات علمائے دیوبند کا مقام آپ کو معلوم ہو گیا۔

۵۔ یہ ایک بد زبان اور منہ بھٹ جماعت ہے۔ اپنے پیر اور اہل سلسلہ کے سوا ہر بزرگ کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر پیر کے مریدانگ پارٹی ہے اور اس پارٹی نے اسلامی وحدت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت امام مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بانی خاندان دیوبند کو خوب دل کھول کر بدنام کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے حضرت امام مجدد الف ثانیؒ کو لیجئے، مولوی احمد رضا خاں ان کا نام بہت نفرت سے لیتے ہیں چہ جائیکہ کسی معزز لفظ سے یاد کرے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی کتاب "الکوکبۃ الشہابیہ" میں سترہ وجوہ سے مصنف تقویۃ الایمان کو کافر ثابت کیا ہے۔ اس میں جس طرح فقہاء و محدثین کی عیارتیں نقل کی ہیں اسی طرح جا بجا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات متبرکہ سے بھی مدد لی ہے مگر حضور کا ذکر کس

پیرایہ اور کس لفظوں میں کیا ہے۔ ذرا ملاحظہ ہو :

"تمام خاندان دہلی مصنف تقویۃ الایمان اور ان کے آباؤ اجداد

کے آقائے نعمت، خداوند دولت و مرجع و منتہی و مفزع و ملجاء

سید مولیٰ جناب شیخ مجدد صاحب" (ص ۴۲ زیر بحث کفریہ ۵۲، ۵۳)

جس شخص نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور جو ان کے انداز تحریر سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ الفاظ کس مرض تبلی کے ترجمان ہیں۔ علاوہ ازیں یہ مقصد بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو اس کتاب کو دیکھے وہ یہ سمجھے کہ وہ ایسے لوگوں کے آقا اور ملجاء و ماویٰ اور مرجع و منتہی ہیں جن کے ایک نہیں ستر کفریات فاضل بریلوی نے اس رسالہ میں مرتب کیے ہیں باقی مولوی صاحب کے شدت غیظ کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ جناب نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے اہم گرامی کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہ لکھا۔ ممکن ہے کوئی صاحب یہ تاویل کریں کہ ایک جگہ سو ہو گیا ہو گا۔ اس سے دوسری جگہ بھی دیکھیے۔ ملاحظہ ہو ص ۴۲ سطر ۴: جناب شیخ مجدد نے فرمایا "سطر ۴ ص ۴۲ جناب مجدد صاحب" ص ۴۲ سطر ۱۵ جناب شیخ مجدد ص ۴۲ سطر ۱۶ "مکتوبات جناب موصوف" ص ۴۵ "جناب شیخ مجدد صاحب" ص ۴۶ زیر بحث کفریہ ۲۸، ۲۹ (اشارہ بسوئے خاندان دہلی) "ان سب کے پیر سلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب کی تصنیفات و تحریرات میں اہل گہلی پھر رہی ہیں؟

یہ اپنے دوسرے رسالہ البیاقوتیۃ الواسطہ کے ص ۴ پر لکھتے ہیں :

"تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت، خداوند دولت و مرجع

و منتہی و مفزع و ملجاء و سید و مولانا شیخ مجدد صاحب اپنے مکتوبات

کی جلد ۱۰۰۰۰

پہلے مجھے مولوی احمد رضا خاں صاحب سے ایک گونہ حسن عقیدت تھی اور

اگر کوئی جزئی اختلاف ہوتا تو اس کو نظر انداز کر کے میں ان کی توفیر ہی کرتا تھا لیکن جب ان کی اس قسم کی تحریریں میرے سامنے آئیں تو مجھے افسوس ہوا اور میری ہمت کی کوئی انتہا نہ رہی اور اسی کو میں اس وقت ظاہر کرتا ہوں:

تھو بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالہجی است

حالانکہ مولوی صاحب جب کبھی اپنے والد بزرگوار کا نام لکھنے لگتے ہیں تو چار سطر پہلے سے القاب کا سلسلہ ہو جاتا ہے اور نام کے بعد بھی تین چار سطر دعائیہ جملوں سے بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ ممکن ہے عام ناظرین کرام اس کو کوئی اہمیت نہ دیں۔ لیکن جو شخص مولوی صاحب موصوف کے انداز نگارش سے کچھ واقف ہے اور اس نے ان کی دو چار ہی تحریریں دیکھی ہیں اس کے لیے ضرور سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص ہر اس شخص کے لیے جس کی کوئی بھی عزت اس کے دل میں ہوتی ہے دو دو چار چار سطر کے مرتفع القاب لکھا ہے وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی جناب میں کیوں اس قدر استکبار و انکار کا پہلو اختیار کیے ہوئے ہے۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے مکتوب شریف میں بدعت اور اہل بدعت کا بڑا نام لگایا ہے۔

ناظرین! جب مجدد الف ثانیؒ کو دیوبند لوں کا ہیرو بزرگ ظاہر کیا تو ائمہ ملت ہمیں اس نسبت سے سچا فخر ہے۔ خداوند تعالیٰ ہمیں اس بزرگ کی برکات سے محفوظ فرمائیں۔ اب آپ سمجھ چکے کہ حضرت امام مجدد کے پتے جائیں حضرات علما کے دیوبند ہیں جو شاہ اسماعیل شہیدؒ کے نام پر بدنام ہیں۔ دیوبی خاندان یہی ہے۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے چچا شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عبدالقادر صاحب شاہ رفیع الدین صاحب شاہ عبدالغنی صاحب اور ان کے والد شاہ ولی اللہؒ مجدد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ مولوی محمد عمر صاحب نے بھی "مقیاس حقیقت" میں اس خاندان کو بہت برا بھلا کہا ہے، کیونکہ بدعت

مولوی محمد عمر چھوڑی نے لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ جب حج کر کے دہلی آئے تو مشہور ہو گیا کہ شاہ ولی اللہؒ وہابی ہو گیا، کا فر ہو گیا۔ "مقیاس حقیقت" (طبع اول) (ریزوانی)

کامزاج ایک ہے۔ مزید اطمینان کے لیے ایک اور حوالہ دیکھیے۔ ملفوظات مولوی احمد رضا خاں حصہ سوم ص ۶۵، ۶۶

عرض کیا حضرت مجدد الف ثانیؒ نے کہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی تفصیل بھی لکھی ہے؟

ارشاد: تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَذَكَرَ مَا كَسَبَتْمْ وَلَا تَسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔

پھر فرمایا:۔ مکتوبات کی اول دو جلدوں میں تو ایسے الفاظ ملیں گے جن میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تو کیا گنتی۔ تیسری جلد میں فرماتے ہیں: "جو کچھ فیوض و برکات کا مجمع ہے وہ سب سرکار غوثیت سے ملے ہیں۔ "نور القلم مستفاد من نور الشمس" اسی میں لکھا ہے۔

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوں میں کہا صحیح سے کہا نہیں بلکہ زیادہ شکوہ ہے، اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے، ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحیح سے بتایا، خدا کے فرمانے سے کہا۔ تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کیے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا شکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں: یا نادانہ قافی، یا شکر۔ شکر تو یہی ہے اور نادانہ قافی..... الخ

دیکھا آپ نے یہاں بھی وہی بے ڈھنگی چال۔ ادھر مجدد الف ثانیؒ ادھر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیا ہندوستان بھر کے اس عرصہ اعظم کے لیے بریلویوں کے قلم سے رحمۃ اللہ علیہ بھی میسر نہیں۔ جب کہ دوسرے بزرگوں کے لیے سب کچھ ہے۔ افسوس کہ اس قصور سے عبادت میں مولوی بریلوی نے تین ڈبل جھوٹ بوئے ہیں۔ شکر غلبہ وقت کو کہتے ہیں یعنی سالک کی طبیعت بعض اوقات واردات الہیہ سے متاثر ہو کر بے خود ہو جاتی ہے اور ایسے راز کہہ جاتا ہے جن کا افشاء کرنا صحیح یعنی باخودی کی حالت میں جائز نہیں ہوتا۔ ان کلمات کو

شطح کہتے ہیں۔ اگر سُکر زیادہ ہو تو شطح بھی زیادہ ہوتا ہے اور قابلِ تاویل ہو جاتا ہے مگر امام مجددِ اہلِ ثانیؒ کی عبارت جس کو مولوی احمد رضا خاں نے دل کھول کر بگاڑا ہے اصل میں یہ ہے:

”ایں فقیر کہ ایں ہمہ دفاتر در بیان علوم و اسرارِ ایں طائفۂ علیہ بنوشتہ ظاہرِ انجاءِ شہا قرار یافتہ است کہ از روئے صحیح خالص نوشتہ است بے مزج سُکر حاشا کہ آں حرام و منکر است۔“

ترجمہ: اس فقیر نے یہ تمام دفاتر جو حضراتِ صوفیہ کرام کے علوم و اسرار کے بیان میں لکھے ہیں بظاہر ہر تہارِ خیال یہ ہے کہ خالص باخودی میں لکھے ہیں جس میں سُکر یعنی بے خودی کی ملاوٹ بھی نہیں ایسا نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنا حرام اور برا ہے۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مکتوباتِ شریف میں جو مکتوبِ صوفیہ کرام کے علوم و اسرارِ احوال و مقامات کے متعلق لکھے ہیں۔ یہ خالص صحواور باخودی میں نہیں لکھے گئے کیونکہ خالص صحواور میں اسرار کو فاش کرنا کفر ہے اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھنا شرک ہے۔ بلکہ اس قسم کے مکتوبات لکھتے وقت صحو خالص نہ تھا سُکر کی کچھ ملاوٹ ضرورت تھی چنانچہ فرماتے ہیں: ”بقیہ سُکر در صحو در زنگِ نمک است کہ مصلحِ طعام است“ یعنی سُکر کی اتنی قھوڑی ملاوٹ جو کھانے میں نمک کی طرح ہو۔ یہاں آپ نے سُکر کی ملاوٹ بقدرِ نمک در طعام کا ذکر کیا ہے وہ بھی فقط ان مکتوبات کے متعلق جن میں اسرارِ صوفیہ کا بیان ہے مگر بریلوی حاکمِ تاک میں رہتے ہیں۔ انہوں نے پاؤ کا پہاڑ بنا دیا، اور نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ چونکہ امام مجددِ صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے اس میں زیادہ سُکر ہے اس لیے مجددِ صاحبؒ کی کوئی بات قابلِ اعتبار نہیں۔ یہ تین جھوٹے ہم بریلویوں کو کسی طرح معاف کرنے والے نہیں ہیں:

۱۔ ایں ہمہ دفاتر کا ترجمہ الکی جلدیں کیا ہے،

۲۔ علوم و اسرارِ صوفیہ کا ترجمہ کرتے ہیں جو کچھ میں نے پہلی جلدوں میں لکھا ہے خواہ مسائلِ شریعت ہوں۔

۳۔ مزجِ سُکر مع تشریح در زنگِ نمک در طعام یعنی سُکر کی ملاوٹ نمک برابر کا ترجمہ کرتے ہیں زیادہ سُکر ہے کیا کوئی یہ قوت کھانے میں نمک کے معنی کرتا ہے کہ نمک زیادہ ہے کھانا قھوڑا ہے۔

یہ تین ظالمانہ جھوٹ بنا کر یہ مضمون مرتب کیا کہ محدثِ صاحبؒ نے جو کچھ لکھا ہے زیادہ بے ہوشی میں لکھا ہے۔ اس پر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اب اگر کوئی مجددی ان کے قول سے دلیل پکڑے، اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ یعنی مجددِ صاحبؒ کی کوئی بات محاذِ ائمہ مسائلِ شریعت بھی قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔ قصور کے مجددیوں! دیکھو تو بریلوی مولوی نے تین جھوٹوں میں امام مجددِ اہلِ ثانیؒ کی جڑیں کھوکھلی کر دیں۔ کچھ خبر ہے آپ کو جو شخص ایسے بزرگوں پر اس بدینتی سے حملہ آور ہوتا ہے وہ علمائے دیوبند پر بہتان لگانے سے کیوں ڈرنے لگا؟ آگے لکھتے ہیں:

”ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا، خدا

کے فرمانے سے کہا۔ یعنی حضرت امام مجددِ خدا کے فرمانے سے باہر

کی باہیں کرتے تھے، ہمارا پیر خدا کی باتیں بتاتا ہے۔“

یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ اسی مکتوب میں حضرت امام مجددؒ نے ارشاد فرمایا

کہ صاحبِ غوارِ قدس سرہ حضرت شیخ محبوب سبحانی کے اس قولِ قدسِ حق علی رقبۃ کُلِّ ولیّ کو سُکر پر غمبول کیا ہے۔ اور یاد رہے کہ حضرت امام مجددِ اہلِ ثانیؒ ”علومِ شرعیہ کے متعلق اپنی کامل باخودی کا ذکر و ذکرِ موم نہایت ایں کیا ہے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ“

فتویٰ مبارکہ سید العلماء حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

ناظرین کی مزید تشفی کے لیے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس
برہ کا ایک فتوے درج کیا جاتا ہے۔ یہ فتویٰ ائمہ مذہب بریلویہ کے نام
سے مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے شائع کیا تھا۔ اس میں پنجاب کے
اہل علم حضرات سے، حضرات علمائے دیوبند کے متعلق استفسار کیا گیا تھا،
قطب الوقت حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف
سے مفتی مولانا غلام محمد صاحب لکھتے ہیں:

”واضح ہو کہ علماء مسکول عنہم شکروا للہ سعیمہم ان کی نیات
مبنی بر خیر قیاس، اعلیٰ یہ لوگ نیک نیت تھے، اور اعراض ان
کے حسنہ اور افعال ان کے حسنہ تھے، اور چند مسائل کی وجہ سے
جو ان کے متعلق زبان دراز نہیں ہیں، ہمیں اس سے خداوند
کریم نے محفوظ رکھا ہے اور آئندہ بھی اس کی درگاہ عالی سے
ان کے لیے خیر خواہ ہیں؟ فقط

نیز فخر پنجاب علامہ الدہر حضرت مولانا غلام محمد صاحب گولڑوی شیخ
الجامع عباسیہ بہاول پور، خلیفہ اعظم حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب
گولڑوی ارشاد فرماتے ہیں:-

”مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد کا زمانہ میں نے نہیں پایا
مولانا خلیل احمد صاحب و مولانا محمود الحسن صاحب کی زیارت
ایک دفعہ کی ہے، مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مولانا اشرف
علی صاحب کی ایک دفعہ زیارت اور ایک دفعہ وعظ سنا ہے۔ اس

سے زیادہ ان حضرات کے ساتھ کسی مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔ مگر
میرا اعتقاد ان بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ یہ سب حضرات
علمائے ربانیتین اور اولیاء امت محمدیہ سے تھے۔ احقر کو بعض
مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے۔ مگر اعتقاد یہی ہے اور
اس اعتقاد کے اختیار کرنے کا سبب ان کی تصانیف کا مطالعہ
اور استفادہ، اور ان کا قبول عام ہے۔ بالخصوص مولانا اشرف
علی صاحب دامت برکاتہم کے خدمات طریقت پر نظر کر کے
شعبہ ہوتا ہے کہ شاید وہ اس صدی کے مجدد ہیں؟ فقط
۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ

نوٹ: اس رسالہ آئینہ مذہب بریلویہ کے مولف نے رسالہ میں لکھا
ہے کہ ان فتوؤں کی اصل کاپی ہمارے پاس محفوظ ہے۔

پنجاب کے چند شہروں میں سکون اتفاق سے بریلوی پروپیگنڈا جابل
پیروں اور دین فروش ملاؤں کی برکت سے پھیلا۔ لیکن اہل اللہ کی اجتماعی
سرگرمیاں ہمیشہ حضرات علمائے دیوبند کے ساتھ رہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت
قبلہ عالم سید پیر مہر علی شاہ صاحب اور حضرت میاں صاحب شریپوری کے
اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت میاں صاحب قدس برہ
کے حالات زندگی میں جو کتاب ”خوینہ معرفت“ صوفی محمد ابراہیم صاحب قسوری
نے تصنیف فرمائی ہے اس میں حضرات علمائے دیوبند کے ساتھ آپ کے
تعلقات آمد و رفت اور عقیدت کا اظہار واضح طور پر موجود ہے اور یہ بھی
فرمایا کہ دیوبند میں چار ٹوڑی وجود ہیں، لیکن حضرت پیر صاحب گولڑوی
قدس برہ کی اپنی تصنیفات سے علمائے دیوبند کی انتہائی تعظیم اور عقیدت
ظاہر ہو رہی ہے۔ چنانچہ رسالہ ”فیوض شمس“ جو طاعون زدہ جگہ سے
نکلنے یا دہاں جانے کے متعلق مولوی عبدالاحد صاحب خانپوری کے جواب

سے اور اس کتاب میں یہ بھی درج ہے کہ جب میاں صاحب علاقہ قصور میں تشریف لاتے تو صوفیوں کو صاحب فتویٰ والے
سے مل کر بات کرتے تھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہماری مطبوعات ایک نظر میں

- شرح اسماء الحسنیٰ (امام تہائی کے نانوسے ناموں کی منظر شرح) (از قاضی غریب خان منصور پوری) ۴۰/-
- اصحاب سب پر دروغہ بدر کی تفصیلات اور ۳۱۳ صحابہ کے حالات (" " " " ") ۲۱/-
- عشرہ مبشرہ (ان دس صحابہ کے حالات جنہیں دنیا میں ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی گئی) (از قاضی حبیب الرحمن پراور زادہ) ۱۵/-
- مکالمات نبوی (مختلف دعوے سے باہمی گفتگو اور سوالات کے جوابات) (از مولانا ابوبکری اعجاز خان غزنوی) ۱۸/-
- حضرت عمرؓ کے سیاسی نظریے (یعنی آپ کا طرز حکومت) (" " " " ") ۳۰/-
- آداب الدعاء (جس میں دعا کے فضائل و مسائل کے علاوہ سماع موتی) (از مولانا محمد صلیف یزدانی) ۲۱/-
- ذیارت قبور کا شرعی طریقہ (اور آیت وسیلہ کی تفسیر) (" " " " ") ۱۵/-
- مرشد جیلانیؒ کے ارشادات حقانی (دوبارہ توحید ربانی) (" " " " ") ۲۱/-
- قرآنی دعائیں (" " " " ") ۵/-
- محمد رسول اللہؐ غیر مسلموں کی نظر میں (" " " " ") ۵۱/-
- تحریک آزادی تکر اور شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی (شیخ الحدیث مولانا محمد امین علیؒ)
- (حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کا مرقع) (مجموع و ترتیب: مولانا محمد صلیف یزدانی)
- مقالات مولانا محمد داؤد غزنوی (" " " " ")
- تفسیر سورہ اخلاص (مشرک اور کفار کی فضیلت اور توبہ) (از امام ابن تیمیہؒ) ۳۶/-
- تفسیر آیت کریمہ (توحید و اہل توحید کی مفصل تائید) (" " " " ") ۲۱/-
- اصحاب صفہؓ (صوفی اور تصوف کے متعلق چند سوالات کے جوابات) (" " " " ") ۱۲/-
- شہدائے اہل بیتؓ (دستور صحابہ کرامؓ کے حالات) (مولانا عبد الجلیل رحمانی) ۹/-
- عظمت صحابہؓ و اہل بیتؓ (قرآن و حدیث کی روشنی میں فضائل) (از شاہ اسماعیل شہید) ۱۵/-

منے کا پستہ

مکتبہ نذیریہ: جناب بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

ایمان افروز کتابیں

اصحاب بدر : غزوہ بدر کی تفصیلات اور ۳۱ صحابہ کرامؓ کے حالات :
 از علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

شرح اسماء الحسنی : اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی بے نظیر شرح :
 از علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ

مقالات مولانا محمد داؤد غزنویؒ جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف بدایونیؒ

عشرہ مبشرہؓ ان دس صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی جن کو دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت فرمائی گئی : (قاضی حبیب الرحمن برادر شاہ قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ)

معیار الحق عمل بالمحدث اور رد تقلید میں اردو زبان میں سب سے پہلی کتاب : پیش لفظ از حضرت مولانا محمد اسلمین عقیؒ تصنیف لطیف : حضرت شیخ اکل مولانا سید محمد حسین محدث دہلویؒ

تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تجدیدی مساعی : جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف بدایونیؒ
 یعنی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا : شیخ محمد اسلمین عقیؒ

تفسیر سورہ اخلاص از امام ابن تیمیہؒ تفسیر آیت کریمہ از امام ابن تیمیہؒ

عظمت صحابہؓ اور اہل بیتؑ : از حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ

محمد رسول اللہؐ غیر مسلموں کی نظر میں
 مولانا محمد حنیف بدایونیؒ

زیارت قبور کا شرعی طریقہ : قبور سے متعلق شرک و بدعت کی تردید بفضل و مدد کتاب

قرآنی دعائیں ہر موقع پر قرآن پاک کی بتائی ہوئی دعائیں :

مرزائے قادیان اور علماء اہل حدیث مولانا محمد حنیف بدایونیؒ

مکالمات نبویؐ خصوصاً مولانا شاہ رافت کے ہم مناظر وں کی روداد

از مولانا امام خاں شہرہ

ہمارے مکتبہ کی تمام کتابیں خوبصورت چھپی ہیں اسکے علاوہ آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہوگی لکھیں !

اصحاب غفر از حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ

مرشد جبلانی کے ارشادات حقیقی — دربارہ توحید ربانی (مولانا محمد حنیف بدایونیؒ)

آداب الدعاء دعا کے فضائل و مسائل : تفسیر آیت وسید اور دعائیں

بجہ فلاح کس کی تردید تحقیق مندرجہ معنی :

اسلام کا نظام عقیدت و عصمت : از مولانا حفیظ الدین ندوۃ المستعین دہلی

شہدائے احمد : ان سترہ صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی جو غزوہ احمد میں شہید ہوئے

ہمارے مکتبہ کی تمام کتابیں خوبصورت چھپی ہیں اسکے علاوہ آپ کو جس کتاب کی ضرورت ہوگی لکھیں !

پتہ : مکتبہ ندویہ ————— لاہور